”تحفۃ الخواطر فی مسئلۃ الحاضر والناظر“

استفسار: آیا حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو حاضر و ناظر ماننا عقیدہ توحید کے منافی ہے یا نہیں؟ آپ اس مسئلہ کو کتاب و سنت اور عقل و استدلال کی روشنی میں واضح فرما کر ہماری رہنمائی فرمائیں۔ بَیِّنُوْا وَتُوْجِرُوْا!

سائل: صوفی سید فرحان الحسن سیفی

الجواب: الحمد للہ الذی جعل الرسول شاھدًا وجعل للمنکرین نزیرا والصلوٰۃ والسلام علی معلم الکائنات ھو للمؤمنین بشیرًا وعلیٰ آلہٖ الطیبین الطاھرین وجدھم للکائنات مقصودًا۔

فقیر اب مسئلہ حاضر و ناظر کی وضاحت کتاب و سنت کی روشنی میں بیان کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ فقیر کی اس تالیف لطیف ”تحفۃ الخواطر فی مسئلۃ الحاضر والناظر“ کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر افرادِ کائنات کے لئے ہدایت کا سامان کر دے۔ آمین!

معلم و مقصود کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کائنات کا مشاہدہ کرنے والے (حاضر وناظر) ہیں کتاب و سنت کے عین مطابق ہے۔

خالق کائنات کا ارشاد مبارک ہے:

إِنَّا أَرْسَلْنَاکَ شَاھِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا (٨) لِتُؤْمِنوا بِاللّٰہِ وَرَسُولِہٖ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ وَتُسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا (الفتح ۹)

اے میرے محبوب بے شک ہم نے تمہیں مشاہدہ کرنے والا اور خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا تا کہ اے لوگو! تم اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر ایمان لاؤاور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی تعظیم وتوقیر کرو۔اور صبح وشام اللہ تعالیٰ کی پاکی بولو۔

اس آیۃ کریمہ میں خالق کائنات نے ماسوا دیگر اوصافِ جمیلہ کے شاہد اور مبشر ونزیر جیسی نورانی صفتوں سے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے متصف قرار دیاہے۔

لفظ حاضر وناظر اور شاہد کے معنی کی تحقیق

ملا قاضی عیاض کی شرح شفا جلد ا ص ۵۵ پر فرماتے ہیں۔

الشھیدمن الشھو دبمعنی الحضور و معناہ العالم۔

لفظ شہید شہود سے مشتق ہے۔ شہید حضور کے معنی میں ہے اور حضور کے معنی عالم کے ہیں۔

شرح مواقف صفحہ ٦١٩ پر مذکور ہے۔

النظر فی اللغۃبمعنیٰ الرؤیۃ۔

یعنی نظر لغت میں رؤیت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

اس تشریح سے معلوم ہوا کہ حاضر کے معنی عالم کے ہیں اور ناظر کے معنی دیکھنے والے کے ہیں۔ اہلسنت والجماعت حضور سرور ہر دوعالم صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَالٖہ واصحابہ وَسلَّم کو حاضر وناظر مانتے ہیں۔اس کا مطلب صرف اسی قدر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَالٖہ واصحابہ وَسلَّم کو وہ علم ورؤیت اور قدرت عطافرمائی ہے کہ حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَالٖہ واصحابہ وَسلَّم ہر جگہ اور ہر مقام کا علم ورؤیت رکھتے ہیں اور چشمِ نبوت ورسالت سے کائنات کا کوئی ذرہ پوشیدہ نہیں۔

منجد۔ صراح۔ مختار الصحاح وغیرہ کتبِ لغت میں ہے کہ حاضر کا مادہ حضر اور ناظر کا مادہ نظر ہے۔ حضر سے الحضور مصدر بنا۔ جس سے حاضر مشتق ہوا۔ حضر، حضور، حاضر کے بہت سے معنی ہیں۔ مثلاً پہلو، نزدیکی، صحن، حاضر ہونے کی جگہ اور حاضر کے معنی شہروں، بستیوں میں رہنے والا، بڑا قبیلہ وغیرہ آتے ہیں۔

ان مذکورہ بالا معانی کے علاوہ جس معنی سے ہماری بحث خصوصیت کے ساتھ متعلق ہے۔ ان کی تفصیل یہ ہے کہ حضر، حضرۃ، حضور سب کے معنی ہیں۔ سامنے ہونا اور حاضر کے معنی ہیں سامنے ہونے والا جو چیز عیاناً بے حجاب آنکھوں کے سامنے ہو۔ اسے حاضر کہتے ہیں۔

صراح، مختار الصحاح، منجد میں ہے کہ حضرت اور حضور غیبت کی ضد ہیں۔[1]

شاہد کے معنی مشاہدہ کرنے والا ہے۔

حضور حاضر شدن نقیض الغیبت۔

یعنی حضور کے معنی حاضر ہونا غیبت کی نقیض ہے۔

الحضر نقیض الغیبت و تفصیلہ فیہ۔ یعنی حضر کے معنی حاضر ہونا غیبت کی نقیض ہے۔

مختار الصحاح صفحہ ۱۵۹ میں بھی یہی معنی مذکور ہے اور مجمع بحار الانوار ج اول صفحہ ۲۷۵ الحاضر المقیم فی المدن و القریٰ۔ یعنی حاضر کا معنٰی یہ ہے کہ جو مقیم ہو شہروں میں اور دیہاتوں میں۔

اور امام راغب اصفہانی مصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مفردات ص ۳۷۲-۳۷۳ میں لکھتے ہیں:

الغیب مصدر غابت الشمس وغیرھا۔

---

1 صراح ص ۱۷۰۔

اذاحضرت عن العین یقال غاب عنی کذا۔ قال اللہ تعالیٰ: أَمْ كَانَ مِنَ الْغَائِبِينَ (النمل ۲۰) مستعمل فی کل غائبۃ عن الحاسبۃ۔الغیب غابت الشمس کامصدر ہے۔جب سورج وغیرہ آنکھ سے اوجھل ہو جائے یعنی نگاہوں کے سامنے نہ رہے تو محاوراتِ عرب میں غابت الشمس کہا جاتا ہے۔ایک محاورہ غاب عنی کذا بھی ہے یعنی فلاں چیز مجھ سے غائب ہو گئی۔

قرآن حکیم میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا مقولہ ہے کہ ہد ہد کو نہیں دیکھتا۔

أَمْ كَانَ مِنَ الْغَائِبِينَ (النمل ۲۰) کیا وہ غائب ہے۔

عزیزانِ اسلام غور کا مقام ہے کہ معانی منقولہ کے اعتبار سے لفظِ حاضر کا اطلاق ذات واجب الوجود پر ممکن ہی نہیں،یقیناً نہیں۔تعالیٰ اللہ عن ذلک۔

اور نیز امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مفردات میں لکھتے ہیں:

"کہ جو چیز سامنے نہ ہو یعنی حواس خمسہ سے دور نگاہوں سے پوشیدہ ہو تو اسے غیب یا غائب کہتے ہیں۔"

جب ثابت ہو گیا کہ حاضر غائب کی ضد ہے اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ غائب اسے کہتے ہیں جو حواس خمسہ سے دور ہو اور آنکھ کے سامنے نہ ہو تو اب یہ بات بخوبی واضح ہو گئی کہ حاضر اس کو کہا جائے گا جو حواس سے پوشیدہ نہ ہو اور عیاناً وہ بے حجاب آنکھوں کے سامنے موجود نہ ہو۔

ہماری اس تحقیق منصفانہ کے بعد اہل انصاف پر بالکل صاف ظاہر ہو گا کہ لفظ حاضر اپنے حقیقی لغوی معنی کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی شان کے ہر گز لائق نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ شہروں،بستیوں میں رہنے اور قبیلہ ہونے سے پاک ہے۔جتنے معنی لفظ حاضر کے منقول ہوئے اللہ تعالیٰ ان سب سے منزہ ومبرہ ہے۔

اور قرآن مجید شاہد و عادل ہے کہ اللہ تعالیٰ حواس خمسہ اور نگاہوں کے ادراک سے بھی بلند و بالا ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ (الانعام ۱۰۳)

نگاہیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں وہ تمام نگاہوں کا ادراک فرماتا ہے وہ لطیف اور خبیر ہے۔

ناظر کے معنیٰ کی تحقیق

ناظر کا مأخذ نظر ہے مختار الصحاح ص ۶۹۱ میں ہے:

والناظر في المقلة السواد الاصغر الذي فيه إنسان العين ويقال للعين الناظرة۔

آنکھ کے ڈھیلے کی سیاہی جس میں آنکھ کا تل ہوتا ہے کو ناظر کہتے ہیں اور کبھی آنکھ کو ناظرہ کہا جاتا ہے۔

اور نیز حوالہ مذکورہ ص ۶۹۱ پر ہے:

النظر و النظران بفتحتين تأمل الشئ بالعين۔

آنکھ کے ساتھ کسی چیز میں غور و تأمل کرنا۔

صراح، ص ۳۱۴ پر نظر کا معنیٰ یوں مذکور ہے۔

نظر، نظر بفتحتين ۔نظرن۔ ایستن در چیزے بتاویل يقال نظرت الى الشئی۔ آنکھ کے ساتھ کسی چیز کو بغور دیکھنا۔ جیسے کہا جاتا ہے کہ میں نے اس چیز کو دیکھا۔

اور منجد ص ۸۶ پر ہے:

نظرونظر، نظراً ونظرةً، وتنظاراً ونظراناً واليه البصرةُ والتأمّلةُ بعينه نظر نظرافی الامر تدبرة وتفكر فيه يقدر ويقيه الشئی۔

کسی شئے میں تدبر و فکر کرنا اور آنکھ کے ساتھ تأمل کرنا اور جس چیز کا قدرے اندازہ لگایا جاتا ہے ان مذکورہ بالا معنی کے علاوہ لفظ نظر سے بھی تأمل و تلاش کے معنی بھی مراد لئے جاتے ہیں اور اس سے کبھی معرفت اور رؤیت مراد ہوتی ہے جو تلاش کے بعد حاصل یا کسی چیز کا ادراک کرنا یا اسے دیکھنے کی غرض سے بصر اور بصیرت کو پھیرنا بھی مراد لیا جاتا ہے۔[2]

اورامام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مفردات میں لکھتے ہیں کہ:

اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کو نظر فرمانے کے معنی دیکھنا نہیں بلکہ یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر احسان فرماتا ہے اور ان تک اپنے نعمتیں پہنچاتا ہے۔

جیسے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (آل عمران ۷۷)

اللہ تعالیٰ قیامت کے روز کفار سے کلام نہ فرمائے گا اور نہ ان کی طرف نظر فرمائے گا۔یعنی قیامت کے روز کافروں پر اللہ تعالیٰ کا کوئی انعام واحسان نہ ہو گا۔

جیسے مفردات امام راغب اصفہانی مصری ص۵۱۷ پر اس آیتِ مقدسہ کا معنی بیان کرتے ہیں کہ:

ونظر الله تعالى إلى عباده : هو إحسانه إليهم وإفاضة نعمه عليهم ، قال اللہ تعالیٰ: وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (آل عمران ۷۷)

یعنی اللہ تعالیٰ کی نظر مخلوق کی طرف نظرِ حقیقی نہیں بلکہ جہاں نظر کا لفظ آیا ہے وہاں مجازی معنی احسان مراد لیا جاتا ہے۔یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر احسان فرماتا ہے اور انہیں اپنی نعمتیں پہنچاتا ہے۔

---

2 مفردات امام راغب اصفہانی مصری ص ۵۱۷۔

نیز تفسیر روح المعانی میں اسی آیت کریمہ کی تفسیر میں ہے:

لَا یَنْظُرُ إِلَیْھِمْ کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کفار پر مہربانی اور رحم نہیں فرمائے گا۔

لا یعطف علیھم و لا یرحمھم۔[3]

اس کے بعد صاحبِ تفسیر ارشاد فرماتے ہیں کہ:

ثم جاء فیمن لا یجوز علیہ النظر مجرد المعنی الاحسان۔

یعنی جس کے حق میں لفظ نظر کا استعمال جائز نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ تو اس کے لئے اگرچہ لفظ نظر کا بھی استعمال ہوا ہے تو وہ اپنے اصلی حقیقی معنی سے مجرد ہے اور صرف احسان کے معنی میں ہے۔

نیز مجمع بحار الانوار ج۳ ص۳۶۹ پر اس حدیث شریف کے ماتحت فرماتے ہیں:

إن اللہ تعالی "لا ینظر" إلی صورکم و أموالکم و لکن إلی قلوبکم و أعمالکم، النظر ھنا الاختیار و الرحمۃ و العطف۔

حدیث شریف میں نظر کے معنی دیکھنا نہیں بلکہ یہاں پسندیدگی رحمت اور مہربانی مراد ہے۔

اور اس کے صاحبِ موصوف فرماتے ہیں کہ:

نظر اللہ مجازاتہ و محاسبتہ۔

یعنی اللہ تعالیٰ کی نظر کے یہ معنی ہیں کہ وہ اپنے بندوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دیتا ہے اور محاسبہ فرماتا ہے۔

عزیزانِ اسلام! اس واضح اور مدلل بیان کے بعد آپ پر بخوبی عیاں ہو گیا ہو گا کہ ان دونوں الفاظ اصلی اور حقیقی معنی اللہ جل مجدہ کی ذاتِ مطلق کے شایانِ شان نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا ان معنی سے پاک ہونا قطعی اور یقینی امر ہے۔

---

3 تفسیر روح المعانی تحت الآیۃ آل عمران ۷۷۔

جب یہ ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کا ان معنیٰ سے پاک ہونا لازمی امر ہے تو اس کے بعد یہ حقیقت خود بخود ثابت ہو جاتی ہے کہ ان لفظوں کا اطلاق بغیر تأویل کے ذات باری تعالیٰ پر مطلقاً جائز نہیں تو اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں "حاضر وناظر" کوئی نام نہیں اور قرآن وحدیث میں کسی جگہ حاضر وناظر کا لفظ ذاتِ باری تعالیٰ کے لئے وارد نہیں ہوا۔ سلفِ صالحین رحمہم اللہ تعالیٰ نے اللہ تعالیٰ کے لئے یہ لفظ استعمال نہیں کیا اور نیز صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین نے کبھی بھی اللہ تعالیٰ کے لئے یہ لفظ استعمال نہیں کیا۔

جب متاخرین علماء کرام کے زمانہ میں بعض لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی ذاتِ احدیت کو لفظِ حاضر وناظر منسوب کر دیا اور اللہ تعالیٰ کو حاضر وناظر کہنے لگے تو اس دور کے علماء اعلام نے ان کے اس قول سے انکار کیا بلکہ بعض علمائے کرام نے اس اطلاق کو کفر قرار دے دیا۔ بالضرورت یہ مسئلہ (کہ اللہ تعالیٰ کو حاضر وناظر کہنا کفر ہے یا نہیں۔) جمہور علمائے کرام کے سامنے پیش ہوا تو انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ چونکہ اس میں تأویل ہو سکتی ہے اس لئے یہ اطلاق کفر نہیں یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو مجازاً علم کے معنیٰ میں اور نظر کو مجازاً رؤیت کے معنیٰ میں مراد لے لیا جائے۔ اس تاویل سے اللہ تعالیٰ کو حاضر وناظر کہا جاسکے گا تو یہ اطلاق **علیم وبصیر** اور **عالم من یریٰ** کے معنیٰ میں ہو گا۔

در مختار اور شامی جلد ۳ صفحہ نمبر ۳۳۷ پر ہے:

یا حاضر یا ناظر لیس بکفر۔[4]

یعنی صاحب درِ مختار فرماتے ہیں کہ (اللہ تعالیٰ) کو یا حاضر یا ناظر کہنا کفر نہیں۔

---

[4] (الدر المختار، ج۳، ص۳۳۷)

اس عبارت کی شرح میں علامہ شامی فرماتے ہیں:

(قوله ليس يكفر) فإن الحضور بمعنى العلم شائع - {ما يكون من نجوى ثلاثة إلا هو رابعهم} والنظر بمعنى الرؤية - {ألم يعلم بأن الله يرى} فالمعنى يا عالم من يرى۔[5]

وجہ (لیس بکفر) یہ ہے کہ یا حاضر و یا ناظر میں تاویل ہو سکتی ہے کہ حضور علم کے معنی میں عام طور پر مستعمل ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"کوئی سرگوشی تین افراد کی نہیں، مگر اللہ تعالیٰ ان کا چوتھا ہوتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ نجویٰ ذات باری تعالیٰ سے باہر نہیں۔ اس معنی پر یا حاضر، یا عالم کے معنی میں ہو گیا اور نظر رؤیت کے معنی میں مستعمل ہے۔ اور رؤیت اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہے۔

أَلَمْ يَعْلَمْ بِأَنَّ اللّٰهَ يَرَى (العلق ۱۴)

تو اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ یا حاضر یا ناظر یا عالم یا من یریٰ کے معنی مجازی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے لئے استعمال ہو سکتا ہے، معنی حقیقی میں نہیں۔

سوال: یہ کیسے معلوم ہوا کہ بعض علماء نے اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر کہنا کفر قرار دے دیا تھا؟

جواب: صاحبِ درِ مختار کا یہ قول یا حاضر یا ناظر لیس بکفرٍ اس امر کی روشن دلیل ہے کہ بعض علماء نے اس کو کفر کہا تھا۔ ورنہ صاحبِ در مختار کا یہ قول بالکل لغو اور بے معنی قرار پائے گا۔ کیونکہ جب تک کوئی امر قابل انکار اور لائقِ تردید موجود نہ ہو۔ اس وقت تک انکار اور تردید ممکن ہی نہیں۔ دیکھئے آج تک کسی نے اللہ تعالیٰ کو رحمٰن اور رحیم کہنا کفر نہیں لکھا، کیونکہ آج تک کسی نے اللہ تعالیٰ کو رحمٰن و رحیم کہنا کفر قرار ہی نہیں دیا۔ تو اس روشن بیان سے معلوم ہوا کہ بعض علماء نے اللہ تعالیٰ کو

---

[5] (بزازیہ، پ ۳۰، فلق ع ۱، الدر المختار، ج ۴، ص ۲۵۹)

حاضر و ناظر کہنا اس لئے کفر قرار دیا تھا کہ ان دونوں لفظوں کو اپنے اصلی اور حقیقی معنی اللہ تعالیٰ کی ذات مطلق کے ہرگز لائق نہیں۔ لیکن جمہور علماء کرام نے ان لفظوں کو اپنے اصلی حقیقی اور لغوی معنی سے پھیر کر تاویل کرلی اور معنی مجازی میں یا حاضر و یا ناظر اللہ تعالیٰ کی ذاتِ احدیت کے لئے جائز رکھا۔ اس تحقیق مذکورہ سے واضح و متحقق ہوا کہ بغیر تاویل کے اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر کہنا مطلقاً جائز نہیں۔ اس کے بعد یہ مسئلہ آسانی سے سمجھ میں آسکتا ہے کہ جو لوگ سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے حق میں حاضر و ناظر کے اطلاق کو کفر و شرک قرار دیتے ہیں وہ یا تو حاضر و ناظر کے معنی نہیں سمجھتے یا انہوں نے اللہ تعالیٰ کو اپنا جیسا سمجھ لیا ہے کہ ایسے الفاظ کو اللہ تعالیٰ کے لئے خاص کرتے ہیں کہ جن کے لغوی معنی صرف بندوں کے لائق ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حق میں ان کا تصور بھی نہیں ہو سکتا۔

ببیں تفاوت رہ از کجا است تا بہ کجا

تَعْصِیْ الْاِلٰہَ وَاَنْتَ تُظْهِرُ حُبَّهٗ　　وَهٰذَا الْعُمْرِیْ فِی الْقِیَاسِ بَدِیْعٗ

لَوْ کَانَ حُبُّکَ صَادِقًا فِیْ وَعْدِهٖ　　فَاِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ یُحِبُّ مُطِیْعٗ

سوال: فی زمانہ لفظ حاظر وناظر، سمیع و بصیر، علیم و خبیر، عالم و من یریٰ (دیکھنے والا اور جاننے والا) کے معنی میں اللہ تعالیٰ پر اطلاق کیا جاتا ہے۔ تو اس کے لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے حق میں اس کا استعمال ان ہی معنی کا وہم پیدا کرے گا۔ لہٰذا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو حاضر وناظر کہنا موہم شرک ہے۔

جواب: جن الفاظ کا استعمال فی زمانہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے حق میں موہم شرک بتایا جاتا ہے بعینہ وہی الفاظ رب العزت نے قرآن کریم میں اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے لئے ارشاد فرمائے ہیں۔ جس سے ابہام شرک کی جڑیں قطعی طور پر کٹ

جاتی ہیں۔ مثلاً سمیع، بصیر، علیم وخبیر، عالم ومن یریٰ۔ ان تمام الفاظ کا اطلاق حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ذات اقدس پر قرآن کریم میں موجود ہے۔

مثلاً: إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ (الإسراء ١) میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو سمیع وبصیر کہا گیا ہے۔

جیسا کہ روح البیان میں ہے:

وفي "التأويلات" وفي قوله: {إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ} إشارة إلى أن النبي صلى الله عليه وسلّم هو السميع الذي قال الله: "كنت له سمعاً فبي يسمع وبي يبصر" فتحقيقه لنريه من آياتنا المخصوصة بجمالنا وجلالنا إنه هو السميع بسمعنا البصير ببصرنا فإنه لا يسمع كلامنا إلا بسمعنا ولا يبصر جمالنا إلا ببصرنا۔[6]

(تاویلات نجمیہ میں ہے) کہ انه هو السميع البصير میں اس کی طرف اشارہ ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم وہ سمیع وبصیر ہیں۔ جس کے متعلق حدیث قدسی میں وارد ہے کہ میں اس کی سمع ہو جاتا ہوں، تو وہ مجھ سے سنتا ہے۔ اور میں اس کی بصر ہو جاتا ہوں، تو وہ مجھ سے دیکھتا ہے۔ لہٰذا آیت مقدسہ کی تحقیق یہ ہوئی کہ ہم نے اپنے عبد مقدس کو اس لئے معراج کرائی کہ ہم اسے اپنی وہ نشانیاں دکھائیں جو ہمارے جلال وجمال کے ساتھ خاص ہیں۔ بے شک وہی عبد مقدس محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہماری سمع کے ساتھ سمیع اور ہماری بصر کے ساتھ بصیر ہیں۔ یقیناً وہ ہمارا کلام ہماری سمع سے سنتے اور ہمارا حال ہماری بصر سے دیکھتے ہیں۔

---

[6] (روح البیان، ص ١٦٠)

اور نیز تفسیر روح المعانی میں ہے:

وأما على تقدير كون الضمير للنبي صلّى الله عليه وسلّم كما نقله أبو البقاء عن بعضهم وقال: أي السميع لكلامنا البصير لذاتنا۔[7]

انه هو السميع البصير کی ضمیر کو جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی طرف راجع کیا جائے جیسا کہ ابو البقاء نے بعض علماء سے نقل کیا ہے کہ **انه هو السميع البصير** کے معنی یہ ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہمارا کلام سننے والے اور ہماری ذات جو دیکھنے والے ہیں۔

اور نیز صاحبِ تفسیر مذکور لکھتے ہیں:

ولا يمتنع إطلاق السميع والبصير على غيره تعالى كما توهم لا مطلقا ولا هنا۔[8]

اللہ تعالیٰ کے غیر پر سمیع و بصیر کا اطلاق ممنوع (جیسا کہ بعض لوگ وہم کرتے ہیں) نہ اس آیت میں ممنوع ہے، نہ مطلقًا۔

ا۔ علامہ حلبی ارشاد فرماتے ہیں:

وقال الجلبي: إنه لا يبعد۔[9]

علامہ حلبی فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی طرف اس ضمیر کی راجع کرنا بعید نہیں۔

---

[7] (روح المعانی، پ ۱۵، ص ۱۳)
[8] (روح المعانی، ج ۸، ص ۱۵)
[9] (روح المعانی، ج ۱۵، ص ۱۴)

اور علامہ طیبی فرماتے ہیں:

ولعل السر في مجيء الضمير محتملا للأمرين الإشارة إلى أنه صلّى الله عليه وسلّم إنما رأى رب العزة وسمع كلامه به سبحانه كما في الحديث المشار إليه آنفا فافهم تسمع وتبصر۔ [10]

کہ آیت کریمہ انه هو السميع البصير میں ایسی ضمیر کالاناجو دونوں امر کا احتمال رکھتی ہو۔یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف بھی راجح ہو سکتی ہو اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی طرف بھی،اس بات کی طرف اشارہ کرنے کے لئے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے اللہ رب العزت کی ذات پاک کو دیکھا اور اس کے کلام مبارک کو اس کی سمع کے ساتھ سنا۔جیسا کہ ابھی ابھی حدیث قدسی کنت لہٗ سمعًا میں اشارہ گزر چکا ہے۔لہٰذا اس امر کو اچھی طرح سمجھنا چاہیئے۔

اور نیز امام سبکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں:

"البصير" أي العليم حكى السبكي في تفسير أنه هو السميع البصير. إن الضمير للنبي صلى الله عليه وسلم قال: ومعنى وصفه بهما أنه الكامل في السمع والبصر اللذين ندرك بها الآيات التي يريه إياها۔ [11]

ترجمہ: بصیر علیم کے معنی میں ہے کہ انه هو السميع البصير میں ضمیر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے لئے ہیں۔اور ان دونوں صفتوں کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو موصوف کرنے کے یہ معنی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سمع وبصر کی ان دونوں صفتوں میں کامل ہیں۔جن سے اللہ تعالیٰ کی ان نشانیوں کا ادراک کیا جا سکتا ہے۔جو اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو دکھانا چاہتا ہے۔

---

[10] (روح المعانی، ج۸، ص۱۵)
[11] (شرح الزرقانی، ج۴، ص۱۷۸)

اس کے بعد ارشاد فرماتے ہیں:

فالأظهر أن المعنى السميع لكلام الله بلا واسطة البصير، أي الناظر إلى نور جماله بعين بصره، وهذا مما اختص به انتهى۔[12]

ترجمہ: اس تحقیق محققانہ کے بعد یہ واضح ہوا کہ آیت کریمہ کے روشن معنی یہ ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اس کے کلام کو بلاواسطہ سننے والے اور اس کے نور جمال کو اپنی عین بصر سے دیکھنے والے ہیں اور یہ وہ کمال ہے۔ جس کے ساتھ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم مختص ہیں۔

نعم ما قال:

دید محمد نہ با چشم دیگر　　　　بلکہ بدا چشم کہ دارد بسر

۲۔فَاسْأَلْ بِهٖ خَبِيرًا (الفرقان ۵۹)

اس آیت مقدسہ سے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا خبیر ہونا ثابت ہے۔

جیسے کہ تفسیر حاوی میں ہے:

والمعنی اسئل عنه خبیرا ای عالمًا بصفاته يطلعك على ما خفى عليك والخبير يختلف باختلاف السائل فان كان السائل النبى عليه السلام فالخبير هو الله وان كان السائل اصحابه فالخبير النبى صلى الله تعالىٰ عليه وآلهٖ واصحابهٖ وسلم وان كان السائل التابعين فالخبير الصحابة عن النبى عن الله۔[13]

ترجمہ: قول خداوندی فاسئل به خبیرًا کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے متعلق کسی ایسی ہستی سے سوال کرو جو اس کی صفات کا عالم ہو۔ وہ تمہیں مخفی علوم سے خبر دار کر دے گا، اور اختلاف سائل

---

[12] (شرح الزرقانی، ج۴، ص ۱۷۸)

[13] (تفسیر حاوی، ج۳، ص ۱۳۶)

کے اعتبار سے خبیر مختلف ہو جاتا ہے۔ اگر سائل نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہوں تو خبیر اللہ تعالیٰ ہے۔ اور اگر سائل صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہوں تو خبیر خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہیں۔ اگر سائل تابعین ہوں تو خبیر صحابہ ہوں گے۔ جو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے علم حاصل کر کے خبر دیں گے۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اللہ تعالیٰ سے علم لے کر خبیر ہوں گے۔

۳۔ فَسَيَرَى اللّٰہُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ (التوبۃ ۱۰۵)

اس آیت مبارکہ میں یریٰ کا فاعل اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم دونوں ہیں۔

یعنی اللہ تعالیٰ بھی لوگوں کے عمل دیکھتا ہے، اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم بھی دیکھتے ہیں۔

وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ (البقرۃ ۲۹)

ترجمہ: یعنی حضور اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تمام چیزوں کے جاننے والے ہیں۔

جیسے کہ مدارج النبوۃ میں ہے:

وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ووے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم داناست برہمہ چیز از شئونات، ذات الٰہی واحکام وصفات حق واسماء وافعال وآثار وجمیع علوم ظاہر وباطن، اول وآخر احاطہ نمودہ ومصداق۔

فَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ (یوسف ۷۶) شد علیہ من الصلوٰۃ افضلھا ومن التحیاۃ اتمھا واکملھا۔

ترجمہ: یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تمام چیزوں کے جاننے والے ہیں۔ خواہ وہ ذات الٰہی کی شانیں ہوں یا احکام خداوندی یا اللہ تعالیٰ کی صفات اور اس کے افعال و آثار ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے تمام علوم ظاہر و باطن اول و آخر کا احاطہ فرمایا تھا۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم فَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ کا مصداق ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے افضل ترین رحمتیں اور کامل ترین برکتیں ان پر نازل ہوں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم فَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ کا مصداق ہو گئے ہیں۔

جیسے عرائس البیان میں ہے:

وقال ابو الفرجی العلوم یتقارب علی مقدار الطبایع و التعلیم الی ان تریٰ من یتلقف العلم من الحق و انہ العلم اللدنی فذلک الذی لا عالم فوقہ من الخلق۔[14]

طبائع اور تعلیم کے لحاظ سے علوم متقارب ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ انتہائی درجۂ کمال میں علم خود ذات احدیت سے حاصل کیا جاتا ہے، اور اس علم کا نام علمِ لدنی ہے۔ اور یہ ایک ایسا علم ہے کہ جس کے آگے کوئی علم مخلوق میں نہیں۔ اور یہ تمام علوم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوئے۔ اس لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم مصداق كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ (یوسف ٧٦) ہو گئے۔

علاوہ ازیں یہ چہار اسماء حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے اسماء مطہرہ میں موجود ہیں۔

---

14 (عرائس البیان، ج ۱، ص ۴۳۵)

جیسا کہ زرقانی مواہب اللدنیہ، مدارج النبوت میں ہے:

زرقانی مصری، ج۳، ص ۱۲۴ تا ۱۳۸ میں یہ چہار اسماء متبرکہ موجود ہیں۔ اور مواہب اللدنیہ مصری، جلد اول، ص ۱۸۳ پر سطر ۲۰ میں **البصیر** اور سطر ۲۵ میں **الخبیر** اور ص ۱۸۴ پر سطر ۵ میں **السمیع** اور سطر ۱۹ میں **العلیم** حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے اسماء مطہرہ میں مذکور ہے۔ اور مدارج النبوۃ نولکشور، جلد اول، ص ۳۱۵ پر سطر ۴ میں **البصیر** سطر ۷ میں **الخبیر**، سطر ۱۵ میں **السمیع**، ص ۱۱٦ پر سطر ۵ میں **العلیم** موجود ہے۔

حضور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی تو بڑی شان ہے۔ رب تعالیٰ نے قرآن کریم میں اپنے دوستوں کے متعلق ارشاد فرمایا ہے کہ میں نے اپنے دوستوں کو وہ طاقت عطا فرمائی ہے کہ وہ ہر چیز کا علم رکھتے ہیں اور دور و نزدیک کی چیزیں دیکھتے ہیں اور دور کی آہستہ آواز بھی باذن اللہ سنتے ہیں۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے:

۱۔ وَبَشَّرُوهُ بِغُلَامٍ عَلِيمٍ (الذاریات ۲۸)

اور اس کو فرشتوں نے غلام علیم (یعنی حضرت اسحٰق علیہ السلام) کی بشارت دی۔

اور اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت اسحٰق علیہ السلام کو علیم فرمایا ہے۔

۲۔ قَالَتْ نَمْلَةٌ يَاأَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوا مَسَاكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمَانُ وَجُنُودُهُ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ (۱۸) فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِنْ قَوْلِهَا (النمل ۱۹)

ترجمہ: تو ایک چیونٹی نے کہا کہ چیونٹیو! اپنے بلوں میں گھس جاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ تم کو سلیمان (علیہ السلام) اور اس کا لشکر (بے خبری) میں روند ڈالے۔

تفسیر: مبدأ غیب سے حضرت سلیمان علیہ السلام کو جانوروں کی بولی بھی سکھائی گئی تھی۔ یعنی (منطق الطیر)

علامہ بیضاوی کہتے ہیں:

"نطق کے معنی عرف میں ان الفاظ کا استعمال کرنا جو دل کی بات کو ظاہر کر دیں۔ خواہ وہ مفرد ہوں، خواہ مرکب"۔

یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے وہ کمالات عطا فرمائے تھے کہ وہ قوت قدسیہ سے ہر حیوان کا وہ خیال معلوم کر لیتے تھے کہ جس خیال سے اس نے آواز نکالی ہے اور ہر ایک نعمت بھی۔ مجموعہ نعمتوں میں سے بعض بعض خاص نعمتوں کا اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ذکر کر دیا ہے۔ چنانچہ ایک بار حضرت سلیمان علیہ السلام کا لشکر کسی ایسے مقام کی طرف جارہا تھا کہ جہاں پر چیونٹیوں کے بل تھے، اور وہ زمین پر چل رہی تھیں۔ ان میں سے ایک چیونٹی نے کہا کہ اپنے بلوں میں گھس جاؤ، کہیں بے خبری میں ان کے پاؤں تلے روندی نہ جاؤ۔ چیونٹی جب اپنی ہم جنس دوسری چیونٹیوں سے کہہ رہی تھی اس وقت حضرت سلیمان علیہ السلام کا لشکر اس جنگل میں داخل ہوا تھا اور کئی میل دور تھا۔

نتیجہ: چیونٹی کی آواز نہایت باریک جو کہ قریب سے بھی سنائی نہیں دیتی۔ یقیناً یہ آواز آپ علیہ السلام نے کئی میل دور سے سنی۔ تو اس آیت مبارکہ سے ثابت ہوا کہ محبوبانِ خدا دور سے باریک آواز بھی باذن اللہ سنتے ہیں۔

۳۔ وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيرُ قَالَ أَبُوهُمْ إِنِّي لَأَجِدُ رِيحَ يُوسُفَ لَوْلَا أَنْ تُفَنِّدُونِ (یوسف ۹۴)

ترجمہ: اور جب قافلہ مصر سے روانہ ہوا تو ان کے باپ نے کہا البتہ مجھ کو یوسف کی بُو آرہی ہے۔ اگر مجھے دیوانہ نہ بناؤ۔

تفسیر: جب مصر سے یہ قافلہ چلا تو حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام کے پیراہن کی خوشبو آئی۔ یعقوب علیہ السلام کنعان میں ہیں۔ اور حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص مصر سے روانہ ہوئی ہے۔ اور آپ کو خوشبو یہاں معلوم ہوئی۔ تو اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ نبوت اور ولایت کی طاقت سے دور دراز کی اشیاء کا علم ہوتا ہے۔

۴۔ وَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَأْكُلُونَ وَمَا تَدَّخِرُونَ فِي بُيُوتِكُمْ (آل عمران ۴۹)

ترجمہ: اور میں خبر دیتا ہوں تم کو اس چیز کی جو کچھ تم کھاتے ہو اور جو کچھ اپنے گھروں میں رکھ کر آتے ہو۔ سب بتا دیتا ہوں۔

تفسیر: اس آیت مبارکہ سے ثابت ہوا کہ نبوت کی طاقت سے کوئی ذرہ بھی پوشیدہ نہیں رہ سکتا۔ حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام نبوت کے زور سے لوگوں کے کھائے ہوئے اور گھروں میں رکھے ہوئے تمام کا مشاہدہ فرما رہے ہیں۔

۵۔ قَالَ الَّذِي عِنْدَهُ عِلْمٌ مِنَ الْكِتَابِ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ يَرْتَدَّ إِلَيْكَ طَرْفُكَ (النمل ۴۰)

ترجمہ: اس شخص نے کہ جس کے پاس کتاب کا علم تھا، یہ عرض کیا کہ میں اس کو حضور کی آنکھ جھپکنے سے پہلے لا حاضر کرتا ہوں۔

تفسیر: حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے درباریوں سے کہا کوئی ہے کہ اس کے آنے سے پیشتر میرے پاس اس کا تخت اٹھا لا دے، الخ۔

تو اس شخص نے کہ جس کو کتاب الٰہی کا علم تھا۔ یہ کہا کہ میں آپ کے پلک جھپکنے سے پہلے لے آتا ہوں۔ چنانچہ اس نے لا کر حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے کھڑا کر دیا۔ آصف شام میں ہے، شہزادی بلقیس کا تخت یمن میں ہے، اور آپ فوراً لانے کے متعلق حکم فرما رہے ہیں۔ اور لانا جانے کے

بغیر ممکن نہیں۔ تو معلوم ہوا کہ ولی اللہ کو مافوق الاسباب وہ طاقت حاصل ہے کہ تمام اشیاء ان کے سامنے حاضر اور بڑی جسیم اشیاء کے کھینچ لانے پر قادر (یہ ہے ولی اللہ کی نظر وطاقت) اور یہاں طاقتِ نبوت میں شبہ پیدا کرنا اور آپ پر بے خبری اور بے طاقتی کا الزام لگانا ضلالت ہے۔ کیونکہ جب آصف کو حکم ہوا کہ بلقیس کا تخت لاؤ تو آصف نے کوئی عذر پیش نہیں کیا، کہ حضور میں نے وہ جگہ دیکھی نہیں یا مجھے اس کے تخت کی خبر نہیں کہ کہاں رکھا ہے۔، کسی سے رستہ پوچھانہ پتہ دریافت کیا، بلکہ آناًفاناًحاضر کر دیا۔ اگر وہ تخت ان کی نگاہوں کے سامنے نہ ہوتا تو کیسے لے آتے، جبکہ آصف جو کہ ولی اللہ ہیں، ان کی نگاہوں سے تخت غائب نہیں۔ اور آپ لانے پر قادر ہیں۔ تو حضرت سلیمان علیہ السلام جیسے اولوالعزم پیغمبر سے کیسے غائب ہو گا۔ اور آپ اس کے لانے پر کیسے قادر نہیں ہوں گے۔ باقی رہا آپ کا دریافت کرنا تو یہ بے علمی کی دلیل نہیں۔ ایسے تو اللہ تعالیٰ بھی قیامت کے روز تحقیق فرما کر فیصلہ کرے گا۔ تو لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ بھی بے خبر ہے، اور یہ محال ہے۔

٦۔ إِنَّهُ يَرَاكُمْ هُوَ وَقَبِيلُهُ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ (الأعراف ٢٧)

ترجمہ: ابلیس اور اس کی اولاد تم کو اس جگہ سے دیکھتے ہیں کہ تم ان کو جہاں سے نہیں دیکھ سکتے۔

٧۔ قُلْ يَتَوَفَّاكُمْ مَلَكُ الْمَوْتِ الَّذِي وُكِّلَ بِكُمْ (السجدة ١١)

ترجمہ: تمہاری جان کو موت کا وہ فرشتہ قبض کرے گا جو تم پر معین کیا گیا ہے۔

تفسیر: اللہ تعالیٰ نے جب مخلوق کو پیدا فرمایا، تو تمام جاندار اشیاء کے لئے موت اور حیات بھی پیدا فرمادی۔ اور تمام مخلوقات میں انسان کو اشرف بنایا۔ اور شیطان کو راندۂ درگاہ کر دیا۔ شیطان نے یومِ قیامت تک زندہ رہنے کا سوال کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے منظور فرمایا، شیطان نے عرض کیا۔ اے پروردگارِ دوعالم میں اولادِ آدم کو گمراہ کروں گا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے بنی نوعِ انسان کے امتحان کے لئے شیطان اور اس کی اولاد کو وہ طاقت عطا فرمائی کہ وہ ہر انسان کو (حظِ گمراہی) کے لئے اس جگہ سے

دیکھتے ہیں کہ جہاں سے انسان نہیں دیکھ سکتا، اور ملک الموت کو اللہ تعالیٰ نے تمام جاندار اشیاء کے مشاہدہ کی طاقت عطا فرمائی۔ (روح قبض کرنے کے لئے)

خلاصہ: اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ شیطان اور اس کی اولاد ہر جاندار کے گمراہ کرنے کے لئے ان کا علم اور مشاہدہ رکھتے ہیں۔ اور ملک الموت جان قبض کرنے کے لئے تمام مخلوق کا مشاہدہ کر رہے ہیں۔

نتیجہ: تو لا محالہ یہ ماننا پڑے گا کہ انبیاء اور اولیاء چونکہ تمام دنیا کے لئے ہادی اور رہبر ہیں۔ ان کے لئے تمام مخلوقات کا علم اور مشاہدہ مخلوق کی ہدایت اور رہبری کے لئے اشد ضروری ہے۔ تو معلوم ہوا کہ انبیاء اور اولیاء کو اللہ تعالیٰ نے وہ علم و رویت اور مشاہدہ عطا فرمایا ہے۔ کہ تمام مخلوقات کو ہدایت اور رہبری کے لئے دیکھتے ہیں۔ اور یہی عقیدت حقہ ہے۔

۸۔ أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ (الفجر ٦)

ترجمہ: کیا نہ دیکھا تو نے کیسا کیا تیرے رب نے قوم عاد سے۔

۹۔ أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحَابِ الْفِيلِ (الفیل ۱)

ترجمہ: کیا تو نے نہ دیکھا کیا کیا تیرے رب نے اصحاب فیل کے ساتھ۔

تفسیر: حضور شافع یوم محشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ولادت باسعادت سے ہزاروں برس قبل قوم عاد و ثمود پر رب تعالیٰ کی طرف سے عذاب آیا تھا۔ اور اصحاب فیل پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ولادت شریف سے ۴۰ دن قبل عذاب آیا تھا۔

ان دونوں واقعوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے استفہام انکاری کے طور پر فرمایا۔ اے محبوب کیا آپ نے یہ واقعات نہیں دیکھے؟ (یعنی دیکھے ہیں)۔

اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی نگاہِ مبارک گذشتہ اور آئندہ تمام واقعات کا مشاہدہ فرمارہے ہیں۔ حضور نے معراج کی رات دوزخ میں مختلف قوموں کو عذاب پاتے دیکھا۔ حالانکہ ان کا عذاب پانا قیامت کے بعد ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا (الإسراء ۱)

تاکہ ہم اسے اپنی نشانیاں دکھائیں۔

یعنی ہم نے اپنے عبد مقدس کو اس لئے سیر کرائی۔ تاکہ ہم ان کو اپنے تمام نشاناتِ قدرت کا ملاحظہ کرائیں۔ اور ان کی حقیقت اور ماہیئت سے پوری طرح خبر دار کریں۔ بے شک اس عبدِ مقدس کی نظر نے اگلے پچھلے واقعات۔ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات نشانات قدرت سب کو دیکھا ہے۔ (اور دیکھ رہا ہے)۔

عرض حاجت در حریم مصطفیٰ محتاج کو
رازِ کس مخفی نماند بر دل دانائے او
گرچہ از مخلوق دنیا ہست پنہاں ذات او
لاجرم باقوۃ لولاک بیند ذرہ او

اور نیز علامہ شیخ مرتضیٰ صاحب "اتحاف السادت المتقین" صفحہ ۱۷، جلد ۲ پر ارشاد فرماتے ہیں:

وَلَا يَنْبَغِي اَنْ يَّظُنَّ؟ اِنَّ الْمُشَارِكَةَ بِكُلِّ وَصْفٍ تُوْجِبُ الْمُمَاثِلَةَ اَتَرَا ى اِلٰى ضِدَّيْنِ يَتَمَاثَلَانِ وَبَيْنَهُمَا غَايَةَ الْبُعْدِ، الخ۔[15]

---

15 (اتحاف السادت المتقین، ج۲، ص ۱۷)

ترجمہ: دو ضدین متباعدین میں اگر بہت سے اوصاف میں مشارکت آجائے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ دونوں ضدیں مماثل ہو گئیں (یعنی ایک ہو گئیں) کیونکہ ان ضدوں میں غایت البعد واقع ہے۔ جیسے سیاہی اور سفیدی دو ضدیں ہیں۔ اور دونوں عرض اور مدرک بالبصر وغیرہ اوصاف میں شریک ہیں۔ تو ان اوصاف کی مشارکت سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ دونوں ضدیں ایک ہو گئیں۔ (یعنی سیاہی اور سفیدی ایک چیز ہو گئی ہے)۔

مَنْ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی مَوْجُوْدٌ لَا فِیْ مَحَلٍ وَ اَنَّہٗ سَمِیْعٌ بَصِیْرٌ عَالِمٌ مُرِیْدٌ مُتَکَلِّمٌ حَیٌّ قَادِرٌ فَاعِلٌ وَالْاِنْسَانُ اَیْضًا کَذَالِکَ فَقَدْ شَبَّہَ قَائِلُ ھٰذَا اِذْ لَا قَالَ مِنْ اَثْبَاتِ الْمُشَارِکَۃِ فِی الْوُجُوْدِ وَھُوَ مَوْھِمٌ لِلْمُشَابَھَۃِ۔

ترجمہ: تو اس طرح قال اس قول کا کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے، لیکن بغیر کسی مقام کے اور وہ اللہ تعالیٰ سمیع، بصیر، عالم، مرید، متکلم، حی، قادر اور فاعل ہیں۔ اور انسان بھی اسی طرح سمیع، بصیر، عالم، مرید، متکلم، حی، قادر اور فاعل ہیں۔ تو اس مشابہت سے یہ لازم نہیں آتا کہ انسان خدا بن گیا، کیونکہ قائل مشارکت فی الوجود نہیں کہتا۔ اس لئے کہ یہاں وہم مشابہت پیدا ہوتا ہے۔

بَلِ الْمُمَاثِلَۃُ عَبَارَۃٌ عَنِ الْمُشَارِکَۃِ فِی النَّوْعِ وَالْمَاھِیَۃِ فَکَوْنُ الْعَبْدِ رَحِیْمًا صَبُوْرًا شَکُوْرًا لَا یُوْجِبُ الْمُمَاثِلَۃُ وَلَا لِکَوْنِہٖ سَمِیْعًا بَصِیْرًا عَالِمًا قَادِرًا حَیًّا فَاعِلاً۔

بلکہ قائل نوع اور ماہیت میں مماثلت اور مشارکت کہہ رہا ہے۔ اور یہ مشارکت وہم مشابہت پیدا ہی نہیں کرتا۔ تو بندہ کا رحیم، صبور، شکور، سمیع، بصیر، عالم، قادر، حیّ، فاعل ہونا کسی صورت میں بھی مماثلت ومشابہت پیدا نہیں کرتا۔

خلاصہ کلام: کیونکہ اللہ تعالیٰ اور انسان فی الحقیقت دونوں ضدین متباعدین ہیں۔ تو مطلقاً انسان اور اللہ تعالیٰ ان اوصاف کی وجہ سے ایک نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ ان دونوں میں غایب البعد ہے۔ یعنی

خالقیت اور مخلوقیت کا۔ تو اس تحقیق منصفانہ سے ثابت ہوا کہ سمیع، بصیر وغیرہ اوصاف کا حضور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ذات بابرکات پر اطلاق کرنا کوئی نئی بات نہیں۔ زمانۂ قدیم سے بزرگان دین کا یہی مسلک چلا آرہا ہے۔ اور اس کو شرک کہنا ضلالت اور کم علمی کی دلیل ہے۔

نیز قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے مطلق انسان کے متعلق ارشاد فرمایا ہے:

فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا (الإنسان ۲)

اس مقام پر یہ کہنا کہ یہ جعل کے قید سے مقیّد ہے (یعنی اللہ تعالیٰ کے بنانے سے انسان سمیع وبصیر بنا) ہمارے لئے بالکل مضر نہیں۔ کیونکہ ہم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو جعلِ خداوندی کے بغیر سمیع وبصیر نہیں مانتے۔ حسبِ تصریحات علماء کرام ومفسرین عظام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم حاضر وناظر، سمیع وبصیر ہیں۔ اور اہل سنت والجماعت کے علماء/علام کا متفقہ عقیدہ ہے۔ بلکہ جزو لا ینفک ہے۔

قارئین کرام پر بخوبی واضح ہوگیا ہوگا کہ قرآن کریم کی روشنی میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ذات مقدس پر سمیع وبصیر، علیم وخبیر اور عالم ومن یریٰ کا اطلاق ثابت ومتحقق ہوا۔ اس کے بعد مخالفین کے ابہام شرک کی بنیادیں کہاں ہیں؟

نتیجہ

مؤثر حقیقی ایک اللہ ہے!

اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللّٰهِ (البقرۃ ۱۰۲)

یعنی عالم کی تمام اشیاء میں جو بھی نفع و نقصان پہنچانے کی طاقت ہے، اس کا فاعل حقیقی اللہ عزوجل ہے۔ اسباب میں اس وقت اثر ظاہر ہوتا ہے، جبکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی مشیّت ہو۔ اللہ تعالیٰ کے اذن اور ارادہ کے بغیر کوئی چیز کسی کو نفع ونقصان نہیں پہنچا سکتی۔

لَا تَتَحَرَّکُ ذَرَّۃً اِلَّا بِاِذْنِ اللہ۔

معلوم ہوا کہ کسی چیز میں ذاتی اثر کو ماننا شرک ہے۔ اور اگر عطائی اثر مانا جائے تو ایک حقیقت کا ماننا ہے۔ چونکہ عین اللہ تعالیٰ کی مرضی کے موافق ہے، بلکہ عطائی اثر کا ماننا اللہ عزوجل کے حکم کا تسلیم کرنا ہے۔ اور نہ ماننا حکم کی نافرمانی ہے۔

دیکھئے! زہر قاتل ہے، حب الملوک دست آور ہے، پانی سے پیاس بجھ جاتی ہے، روٹی سے بھوک مٹ جاتی ہے۔ تو کیا ان اشیاء میں جو تاثیر ہے وہ ان کی ذاتی ہے؟ یعنی ان میں خود بخود موجود ہے؟ ہر گز نہیں! اللہ تعالیٰ کے دینے اور اس کی عطاء سے ہے۔

مثلاً روٹی سے بھوک مٹ جاتی ہے۔ رب تعالیٰ نے روٹی میں بھوک مٹا دینے کی تاثیر رکھی ہے۔ اب اگر روٹی کی طرف بھوک مٹا دینے کی نسبت کر دی جائے تو ہر گز شرک نہ ہو گا۔ کیونکہ اشیاء میں جو بھی تاثیر موجود ہے وہ اللہ عزوجل کی عطائی ہے۔ تو اس عطائی تاثیر کا ماننا عین حکمِ رب العزت کا تسلیم کرنا ہے۔ اور نہ ماننا اللہ تعالیٰ کے حکم سے نافرمانی ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا نافرمان خائب و خاسر ہے۔

اسی طرح اہل سنت والجماعت انبیاء عظام علیہم السلام اور اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی طرف علم رویت اور قدرت وطاقت کی جو نسبت کرتے ہیں، وہ مجازی ہوتی ہے، حقیقی نہیں ہوتی۔

اہل سنت والجماعت کا یہ عقیدہ ہے:

''کہ انبیاء عظام علیہم السلام اور اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کو جو اختیارات ہیں، اور ان کے جو فضائل ہیں وہ سب کے سب اللہ تعالیٰ کی عطا سے ہیں۔ اور خدا کے حکم کے بغیر کوئی بھی ایک تنکا ادھر سے ادھر نہیں کر سکتا۔

حضور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا حاضر وناظر ہونا بھی اسی معنی میں ہے کہ:

''اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو وہ نور اور رویت و طاقت عطا فرمایا ہے۔ کہ آپ ہر جگہ ہر مقام میں حاضر وناظر ہیں، اور نگاہِ نبوت سے کوئی ذرہ بھی پوشیدہ نہیں''۔

تحقیق شاہد

ملا قاضی عیاض کی شرح شفا میں ہے:

اَلشَّھِیْدُ مِنَ الشُّھُوْدِ بِمَعْنٰی الْحُضُوْرِ وَمَعْنَاہُ الْعَالِمُ۔[16]

ترجمہ: لفظِ شہید شہود سے مشتق ہے۔ شہید حضور کے معنی میں ہے۔ اور حضور کے معنی عالم کے ہیں۔

شرح مواقف میں مذکور ہے:

اَلنَّظْرُ فِی اللُّغَتِ بِمَعْنٰ الرُّؤْیَتِ۔[17]

یعنی نظر لغت میں رؤیت کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔

---

16 (شرح شفا، ج ۱، ص ۵۰۵)
17 (شرح مواقف، ص ۲۱۹)

اس تشریح سے معلوم ہوا کہ حاضر کے معنی عالم کے ہیں، اور ناظر کے معنی دیکھنے والے کے ہیں۔ اہل سنت و جماعت حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو حاضر و ناظر مانتے ہیں۔ اس کا مطلب اسی قدر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو وہ علم و رؤیت اور قدرت عطا فرمائی ہے کہ حضور ہر جگہ اور ہر مقام کا علم و رویت رکھتے ہیں اور چشم نبوت و رسالت سے کائنات کا کوئی ذرہ پوشیدہ نہیں۔

آیات مقدسہ سے ثبوت

قرآن حکیم میں اللہ رب العزت جل مجدہ ارشاد فرماتا ہے:

۱۔ إِنَّا أَرْسَلْنَاکَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا (الأحزاب ۴۵)

ترجمہ: محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہم نے آپ کو شاہد، مبشر اور نذیر بنایا۔

۲۔ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا (البقرۃ ۱۴۳)

ترجمہ: یہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تم پر شہید ہیں۔

۳۔ وَجِئْنَا بِکَ عَلَى هٰؤُلَاءِ شَهِيدًا (النساء ۴۱)

ترجمہ: ہم قیامت کے دن سب پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو شہید بنائیں گے۔

آیت اول میں لفظ شاہد اور دوم و سوم یں لفظ شہید ہیں۔ اور شاہد و شہید کے معنی عالم کے ہیں۔ اب آیۃ مذکورہ کا صاف مطلب یہ ہو گا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو بے خبر بنا کر نہیں بھیجا۔ بلکہ عالم و رویت، حاضر و ناظر کی صفت سے سرفراز فرمایا ہے۔ اور آپ کے سر اقدس پر علم معرفت کا تاج رکھا ہے۔

ان آیات کی تفاسیر ملا علی قاری فرماتے ہیں:

شَاهِدًا اَیْ عَالِمًا وَّ مُطَّلِعًا۔

ترجمہ: شاہد کے معنی یہ ہیں، کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عالم بنایا ہے اور تمام اشیاء پر اطلاع دی ہے۔

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی لفظ شہید کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں:

"وباشد رسول شما گواہ زیرا کہ او مطلع است بنور نبوت بر رتبہ ہر متدین بدین خود کدام درجہ از دین من رسیدہ و حقیقت ایمان او چیست، و حجابے کہ بداں از ترقی محجوب ماندہ است کدام است۔ پس او مے شناسد گناہان شمارا و اعمال نیک وبد شمارا و اخلاص و نفاق شمارا۔ لہٰذا شہادت او در دنیا و دین بحکم شرح در حق امت مقبول و واجب العمل است"۔[18]

ترجمہ: تمہارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم قیامت میں تم پر گواہ ہوں گے۔ کیونکہ وہ اپنی نبوت کے نور کے ساتھ اپنے دین پر چلنے والے کے رتبہ سے واقف ہیں، کہ وہ میرے دین میں کس درجہ پر پہنچا اور اس کے ایمان کی کیا حقیقت ہے۔ اور جس حجاب کے سبب وہ ترقی سے رک گیا، وہ کون سا حجاب ہے۔ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہر امتی کے گناہوں کو پہچانتے اور تم سب کے ایمان کے درجوں کو جانتے ہیں۔ اور تمہارے سب نیک وبد اعمال سے واقف ہیں۔ اور تمہارے خلوص و نفاق پر مطلع ہیں۔ لہٰذا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی گواہی دنیا و آخرت میں بحکم شرع امت کے حق میں مقبول ہے۔ یعنی حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اپنے نورِ نبوت کے ذریعہ اپنے ہر امتی کے گناہ، نیک وبد اعمال، قلبی احوال، خطرات، وسواس، نفاق غرض یہ کہ اپنی امت کے حق میں مقبول ہو گی۔ اور یہی حاضر وناظر کے معنی ہیں۔ شاہ صاحب کے لفظ شہید کی تفسیر میں جملہ مفسرین متفق ہیں۔

[18] (تفسیر عزیزی، ص ٦٧٦)

۱۔ تفسیر روح البیان میں ہے:

ومعنی شهادة الرسول عليهم اطلاعه على رتبة كل متدين۔[19]

ترجمہ: اور شہادت کے معنی یہ ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہر مسلمان کے رتبہ ومقام پر مطلع ہیں۔

۲۔ تفسیر خازن ومدارک میں ہے:

ثم يؤتى بمحمد عليه السلام فيسأل عن حال أمته فيزكيهم ويشهد بعدالتهم۔[20]

ترجمہ: قیامت کے دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے امت کے متعلق سوال ہوگا۔ تو آپ اپنی امت کے عدل کی شہادت دیں گے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہر امتی کے عدل کو جانتے ہیں۔

تفسیر نیشاپوری میں آیت نمبر ۳ کے ماتحت ہے:

لأن روح النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم شاهد على جميع الأرواح والقلوب والنفوس لقوله: "أول ما خلق الله روحي"۔[21]

ترجمہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم قیامت کے دن گواہی دیں گے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی روح مبارک تمام ارواح اور قلوب اور نفوس کو دیکھ رہی ہے۔ اسی لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا تھا کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا فرمایا۔

---

[19] (تفسیر روح البیان، ج ۱، ص ۱۹۹، دار النشر/دار إحياء التراث العربی)

[20] (مدارک التنزيل وحقائق التأويل، ج ۱، ص ۱۳۷، الناشر: دار الكلم الطيب، بيروت)

[21] (تفسیر النيسابوری، ج ۴، ص ۳۰۴)

تفسیر مدارک میں آیت نمبر ۳ کے ماتحت ہے:

أي شاهداً على من آمن بالإيمان وعلى من كفر بالكفر وعلى من نافق بالنفاق۔ [22]

ترجمہ: یعنی حضور کافروں کے کفر، منافقوں کے نفاق اور ایمان والوں کے ایمان کی قیامت کے دن گواہی دیں گے۔

برادرانِ اسلام کفر و نفاق کا تعلق دل سے ہوتا ہے۔ حضور اسرار دل سے بھی خبر دار ہیں۔ اور یہ بہت بڑا غیب ہے۔

۵۔ تفسیر ابن کثیر، ج۳ میں ہے، حضرت سعید ابن المسیب فرماتے ہیں:

ليس من يوم إلا تعرض فيه على النبي صلى الله عليه وسلم أمته غدوة وعشية، فيعرفهم بأسمائهم وأعمالهم، فلذلك يشهد عليهم۔ [23]

ترجمہ: کہ ہر دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر صبح و شام امت کے اعمال پیش ہوتے ہیں۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اپنے ہر امتی کے نام اور اس کے اعمال سے واقف ہیں۔ اور اس لئے قیامت کے دن گواہی دیں گے۔

تفسیر روح المعانی میں ہے:

واعلم انہ یعرض علی النبی اعمال امتہ غدوۃً وَعَشِیَّۃً فیعرفھم بسیماھم واعمالھم۔

ترجمہ: آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی امت کے اعمال صبح و شام آپ پر پیش ہوتے ہیں۔ اور آپ امت کو ان کی علامات سے جانتے ہیں، اور ان کے اعمال سے واقف ہیں۔

توضیح: اس مضمون کی حدیث مسلم شریف، ابن ماجہ، ابو داؤد، مسند امام احمد وغیرہ میں بھی ہے۔

ان آیات اور ان کی تفاسیر سے یہ ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی نظروں

---

22 (مدارک التنزیل وحقائق التأویل، ج ۱، ص ۲۲۸)

23 (تفسیر ابن کثیر، ج ۱، ص ۷۱۶، الناشر: دار الفکر)

سے عالم کا کوئی ذرہ پوشیدہ نہیں ہے۔ اور اہل سنت والجماعت بدیں معنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو حاضر وناظر مانتے ہیں۔

احادیث سے ثبوت

مواہب لدنیہ ج ۲ میں طبرانی سے روایت ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما راوی ہیں، حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا:

"إن الله قد رفع لي الدنيا، فأنا أنظر إليها و إلى ما هو كائن فيها إلى يوم القيامة، كأنما أنظر إلى كفي هذه"۔[24]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے میرے لئے دنیا کو ظاہر کیا۔ میں دنیا کی طرف اور جو کچھ دنیا میں قیامت تک ہونے والا ہے، اس کی طرف اس طرح دیکھ رہا ہوں، جیسے اپنی اس ہتھیلی کو۔

اس حدیث شریف کی شرح میں علامہ زرقانی تحریر فرماتے ہیں:

أي أظهر و كشف "لي الدنيا"، بحيث أحطت بجميع ما فيها، فأنا أنظر إليها، الخ إشارة إلى أنه نظر حقيقة، دفع به احتمال أنه أريد النظر العلم۔[25]

ترجمہ: رفع کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے لئے دنیا کو ظاہر فرمایا اور اس کا کشف کیا اور نظر سے مراد نظر حقیقی ہے۔ مجازی معنی صرف علم نہیں ہیں۔ بلکہ نظر سے مراد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا حقیقتًا اپنی آنکھوں سے دنیا ومافیہا میں جو قیامت تک ہو گا دیکھنا مراد ہے۔

---

24 (المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، ج۳، ص ۱۲۹، الناشر: المكتبة التوفيقية، القاهرة-مصر)

25 (شرح الزرقاني على المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، ج۱۰، ۱۲۳، الناشر: دار الكتب العلمية)

۲۔ مشکوٰۃ المصابیح میں حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰہَ زَوٰی لِيَ الْأَرْضَ فَرَأَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا۔[26]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے میرے لئے زمین سمیٹ دی۔ میں نے اس کے مشرق و مغرب کو دیکھ لیا۔

مظاہر حق میں اس حدیث شریف کا ترجمہ یوں ہے:

"بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے لئے زمین سمیٹی، اس کو سمیٹ کر مثل ہتھیلی کے کر دکھایا۔ دیکھا میں نے اس کے مشرقوں اور مغربوں کو یعنی تمام زمین کو"۔[27]

۳۔ بخاری شریف میں حدیث شریف موجود ہے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا:

مَا مِنْ شَيْءٍ لَمْ أَكُنْ أُرِيتُهُ إِلَّا رَأَيْتُهُ فِي مَقَامِي هٰذِہٖ۔[28]

ترجمہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا کوئی چیز ایسی نہیں جو مجھے نہ دکھائی گئی ہو۔ میں اپنے اس مقام سے ہر شے کو دیکھ رہا ہوں۔

۴۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم هَلْ تَرَوْنَ مَا أَرٰی إِنِّي لَأَرٰی مَوَاقِعَ الْفِتَنِ خِلَالَ بُيُوتِكُمْ۔[29]

ترجمہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا کیا تم وہ دیکھتے ہو جو میں دیکھتا ہوں؟ میں تمہارے گھروں میں فتنے اٹھنے کی جگہ بھی دیکھ رہا ہوں۔

---

[26] (مشکوٰۃ المصابیح، ج۳، ص ۱۲۰۲، الناشر: المکتب الإسلامي - بیروت)
[27] (مظاہر حق، ص ۳۰۵)
[28] (صحیح البخاری، ج ۱، ص ۱۸)
[29] (الجامع الصغیر، ج ۱، ص ۱۲۱)

اسی لئے علامہ یوسف ابن اسماعیل النبھانی اپنی کتاب جواہر البحار میں تحریر فرماتے ہیں:

اِنّ جَسَدَہٗ الشَّرِیْفَ لَا یَخْلُوْا مِنْہُ زَمَانٌ وَ لَا مَکَانٌ وَ لَا مَحَلٌ وَ لَا اِمْکَانٌ وَ لَا عَرْشٌ وَ لَا لَوْحٌ وَ لَا کُرْسِیٌّ وَ لَا قَلَمٌ وَ لَا بَرٌ وَ لَا بَحْرٌ وَ لَا سَھْلٌ وَ لَا عَرْضٌ وَ لَا بَرْزَخٌ وَ لَا قَبْرٌ۔ [30]

ترجمہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے جسد شریف کی تجلی سے نہ زمانہ خالی ہے، نہ مکان، نہ محل خالی ہے، نہ امکان، نہ عرش خالی ہے نہ لوح، نہ کرسی خالی ہے نہ قلم، نہ بحر خالی ہے نہ بر، نہ نرم زمین خالی ہے نہ سخت، نہ برزخ خالی ہے نہ قبر۔

تشریح: یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اپنے مقام اعلیٰ و ارفع میں تشریف فرما ہیں۔ زمان، مکان، امکان، عرش و فرش، لوح و قلم و کرسی، برزخ و قبر سب جگہ حاضر و ناظر ہیں۔ کوئی مقام، کوئی جگہ ایسی نہیں ہے جس کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نہ دیکھ رہے ہوں۔ اور نور ریزی نہ فرمارہے ہوں۔ گویا کہ آفتاب نبوت و ماہتاب رسالت اپنی تجلیات و انوار سے تمام عالم کو روشن و منور فرمارہا ہے۔

نیز جامع ترمذی و سنن دارمی وغیرہما کتب معتبرہ میں بروایت صحیحہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ دس صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سرکارِ ابد القرار فرماتے ہیں:

أَتَانِي رَبِّي تَبَارَکَ وَتَعَالَی فِي أَحْسَنِ صُورَةٍ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ فِيمَ يَخْتَصِمُ المَلأُ الأَعْلَى؟ [31]

ترجمہ: میرا پروردگار میرے پاس تشریف لایا، جو عقول سے ورا اور اس کی عزت وجلال کی شایان ہے، اور اس وقت میں سب سے بہتر حال میں تھا۔ اس نے مجھ سے فرمایا: اے محمد (صلی اللہ

---

[30] (جواهر البحار، ج ۱، ص ۴۸۳)

[31] (تحفة الأحوذي شرح جامع الترمذي، ج ۱۷، ص ۹۸)

تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم)! ملاء الاعلیٰ باہم کس بات میں مباہات کرتے ہیں؟ میں نے عرض کی اے پرورد گار تو خوب جانتا ہے۔

فَوَضَعَ یَدَہٗ بَیْنَ کَتَفَیَّ فَوَجَدْتُ بَرْدَھَا بَیْنَ ثَدَیَّ۔

اُس نے اپنا ید قدرت میرے دونوں شانوں کے بیچ رکھا۔ میں نے اپنے سینے میں ٹھنڈک پائی۔

اس ہاتھ کے رکھنے سے مجھے کیا حاصل ہوا، فرماتے ہیں:

فَعَلِمْتُ مَافِی السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ۔

میں نے جان لیا، جو کچھ مشرق سے مغرب تک آسمانوں اور زمینوں میں ہے۔

فَتَجَلّٰی لِیْ کُلَّ شَیْیٍٔ وَعَرَفْتُ۔

ہر چیز مجھ پر روشن ہو گئی، اور میں نے پہچان لی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فقط روشن ہو جانے پر قناعت نہ فرمائی۔ بلکہ وَعَرَفْتُ زیادہ فرمایا۔ یعنی میرا دیکھنا ایسا نہیں کہ اجمالی طور پر اشیاء سامنے حاضر ہیں۔ اور مجمل طور پر دیکھ لیں۔ اور پہچان میں نہ آئیں، نہیں میں نے سب کچھ دیکھا۔ اور ان کی حقیقت، ماہیت، ترکیب، سر، غرض وغایت۔ غرض ہر چیز کا مجھے اکمل علم حاصل ہوا۔ اور اس کی غرض وغایت کو درجہ اتم سے پہچانا۔ میرا دیکھنا حقیقی دیکھنا ہے، میرا علم حقیقی علم ہے، نہ مجازی۔

غرض حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم بلاشبہ حاضر وناظر ہیں۔ اہل سنت کا یہی عقیدہ ہے۔

اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ فرماتا ہے:

تُوبُوا اِلَی اللّٰہِ جَمِیعًا (النور ۳۱)

(اے ایمان والو!) سب اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرو۔

توبہ میں قطعًا یقینًا شرع کو جلدی منظور ہے۔ گھڑی بھر کی تاخیر منظور نہیں۔ اور نہ یہ کہ مہینے دو مہینے کے لئے اٹھار کھی جائے۔

توبہ کا بہترین طریقہ قرآن کریم خود بیان فرماتا ہے:

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا (النساء ۶۴)

ترجمہ: اور اگر وہ جب اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور معافی چاہیں اور تم بھی ان کے لئے معافی چاہو تو ضرور اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہم سے توبہ طلب کرتے ہیں، اور فورًا طلب کرتے ہیں۔ اور طریقہ یہ بتاتے ہیں کہ محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے حضور حاضر ہو کر توبہ کرو۔ اگر وہ دور ہیں تو فوری توبہ کیسے ممکن؟ اور مدینہ طیبہ حاضر ہونا ہر مسلمان کو کیسے آسان؟ اور اگر گیا بھی تو "تاتریاق از عراق آوردہ شود، مار گزیدہ مردہ شود" کا مضمون نہیں نہیں۔ یہی معنی ہیں کہ وہ ہر جگہ حاضر ہیں۔ ہر مسلمان کے دل میں وہ تشریف فرماہیں، ہر مسلمان کے گھر میں وہ تشریف فرماہیں۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شرح شفائے امام قاضی عیاض میں اس مسئلہ کی دلیل میں "کہ جب کسی تنہا مکان میں جاؤ، جہاں کوئی نہ ہو، یوں کہو": اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ فرماتے ہیں:

لِاَنَّ رُوْحَ النَّبِیِّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم حَاضِرَۃٌ فِیْ بُیُوْتِ اَھْلِ الْاِسْلَامِ۔

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی روح مطہر تمام مسلمانوں کے گھروں میں حاضر ہے۔ یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اپنے نور نبوت کے ساتھ ہر مقام، ہر زمان اور ہر مکان میں حاضر وناظر ہیں۔

تحقیق لفظِ "سلام"

وحضر فی قلبک النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم وشخصہ الکریم۔

یعنی جس مقدار پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی روح مطہرہ وصورتِ مقدسہ کو تم جانتے ہو، اسی مقدار پر اپنی وسعت علم کے مطابق تعظیم وتکریم کے ساتھ اپنے دل میں حاضر کرو۔ جب یہ امرِ استحضار تم پر متحقق ہو جائے تو فورًا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر بالمشافہ السلام علیک ایھا النبی کہو۔ اور یہ حضور علماء کرام کے لئے بہ نسبت عوام کے آسان ہوتی ہے، کیونکہ وہ احوال شریفہ کو اچھی طرح جانتے ہیں۔

فیکون استحضارھم لہ اقویٰ واثبت۔

تحقیق الف لام

لفظ السلام علیک میں الف لام یا توعہد تقدیری ہے۔ تو معنی یہ ہوگا:

ای اَلسَّلَامَةُ مِنَ الْمَکَارَةِ۔

اور یا عہدِ خارجی ہے۔ اور اشارہ ہے رب تعالیٰ کے اس قول کی طرف:

وَسَلَامٌ عَلیٰ عِبَادِہِ الَّذِیْنَ الصْطَفیٰ۔

اور یا اس سے لفظ سلام مراد ہے۔ جو کہ رب تعالیٰ نے شبِ اسریٰ آپ پر فرمایا تھا۔ اور یا اس سلام سے وہ سلام مراد ہے جو کہ تمام لوگ بالمشافہ ایک دوسرے کے ساتھ السلام علیکم کہتے ہیں۔ عَمَّنْ یَصْدُرُ وَعَلیٰ مَنْ یَنْزِلُ۔ اسی طرح اہلسنت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو

حاضر و ناظر جانتے ہیں، اور السلام علیک ایھا النبی کہتے ہیں، تو اس صورت میں الف لام جنسی ہو گا۔

تحقیق المقام

لفظِ اَلسَّلَامُ پر رفع لایا گیا ہے۔ نصب نہیں لگایا گیا۔ یعنی السلامَ نہیں کہا۔ کیونکہ رفع ثبوت معنی اور استقرار معنی پر دال ہے، اور نصب میں یہ دلالت نہیں۔ اور لفظ علیک میں ضمیر خطاب لایا گیا۔ ضمیر غائب نہیں۔ کیونکہ جو لطافت اور لذاذت خطاب میں ہے، غیبت میں نہیں۔ اور یہ مطابقت ہے اصحابہ کے ساتھ کہ وہ عیاناً حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو دیکھتے تھے۔ اور سلام کہتے تھے۔ اسی وجہ سے ہمارے لئے بھی ضمیر خطاب لانا ضروری ہوا۔ کیونکہ بندہ کبھی من حیث الاطلاق انتقال کرتا ہے مشاہدۂ حق سے مشاہدۂ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی طرف۔ اور جب بالحضور متقدم ہو جائیں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی طرف۔ سَلَّمَ عَلَیْہِ وَقَالَ اَیُّھَا النَّبِیُّ خَاطَبَہٗ مَوَاجِھَۃً بِالنَّبُوَّۃِ لِاَنَّھَا فِیْ حَقِ ذَاتِ النَّبِیِ اَعَمٌّ وَّ اَشْرَفُ۔ کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اپنے خصائص مبارکہ کے ساتھ مختص ہیں، جو مافوق الاسباب ہیں۔ اور آپ سلام کرنے والے کے سلام کو سنتے ہیں۔ اور جواب بھی دیتے ہیں۔

وَعَرَفَ مَا یَخَاطَبَ بِہٖ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم فِیْ ذٰلِکَ الْحَضُوْرِ رَؤْیَۃً مِنْ غَیْرِ حَرْفِ نِدَاءٍ یُؤْذَنُ بِبَعْدٍ کَمَا ھُوَ مِنْ حَالِ قُوَّتِہٖ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم وَلِھٰذَا جَاءَ بِحَرْفِ الْخِطَابِ۔

الحاصل حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر سلام بھیجنا جیسے ہم کو امر کیا گیا ہے اور ہم ہر نماز میں اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ کہتے ہیں۔ اور یہ حق ترکیب ہے کہ ایسا ہی بالمشافہ حضور صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر صلوٰۃ اور سلام پڑھا جائے۔ جیسے سَمِعَ اللہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ سے صاف ظاہر ہے۔

قلت ھٰکَذَا اَخْتَارَ مَشَائِخُنَا اَھْلِ الْبَاطِنْ۔ کَذَا رواہ القسطلانی۔[32]

مثلاً جیسے نمازی جب نماز سے فارغ ہوتا ہے تو ہر دو جانب ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ'' کرتا ہے۔ یعنی ان لوگوں پر مؤمنین، ملائکہ، کراما کاتبین، مؤمنین الجن میں سے جو اس کے ساتھ نماز میں شریک ہیں۔ حالانکہ نمازی کا یہ سلام درست نہیں ہوسکتا، تاوقتیکہ یہ اکوان اور حاضرین سے غائب نہ ہو۔ اور رب تعالیٰ کے بین یدیہہ حاضر نہ ہو۔ کیونکہ سلام میں سنت ترکیب یہ ہے کہ غائب جب حاضرین کی مجلس میں داخل ہو تو السلام علیکم کہے۔ لیکن اگر وہ اس مجلس میں خود موجود ہے تو کس پر سلام کہے؟ بلکہ کسی حاضر مجلس والے پر سلام کہنے سے اس کو خود شرم آئے گی۔ تو لامحالہ یہ ماننا پڑے گا کہ نمازی حالتِ نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد دوسری حالت کی طرف انتقال کرجاتا ہے۔ اور وہ رب تعالیٰ کے بین یدیہہ معراج میں کھڑا ہوتا ہے۔ اَلصَّلوٰۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ اور اکوان اور حاضرین جماعت سے بالکلیہ غائب ہوجاتا ہے۔

فَاِذَا اَرَادَ الْفَرَاغَ مِنَ الصَّلوٰۃِ وَالْاِنْتِقَالِ مِنْ تِلْکَ الْحَالَۃِ اِلٰی حَالَۃِ الْمُشَاھِدَۃِ الْاَکْوَانِ وَالْجَمَاعَۃِ سَلَّمَ عَلَیْھِمْ سَلَامُ الْقَادِمِ لِغِیْبَۃِ عَنْھُمْ فِیْ صَلَاتِہٖ مھمہ۔

یعنی نمازی تکبیر تحریمہ کے بعد اکوان اور حاضرین سے غائب ہوجاتا ہے۔ اور دوسری حالت کی طرف انتقال کرجاتا ہے۔ اس لئے جو افعال اقوال اس کے لئے قبل از تکبیرِ تحریمہ حلال تھے حرام ہو گئے۔ اور وہ رب تعالیٰ کے بین یدیہہ ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کی ثناء وصفت کرتا ہے، اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے بین یدیہہ ہوتا ہے۔ اور السلام علیک ایھا النبی کہتا ہے، اور عیاناً

---

[32] (انخاف، ج۳، ص ۱۵۹)

بالمشافہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اس کو جواب دیتے ہیں، جب یہ نمازی نماز سے فارغ ہونے کا ارادہ کرتا ہے اور اس حالت سے مشاہدۂ اکوان اور جماعت کی طرف انتقال کرتا ہے تو اہل جماعت پر السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہتا ہے۔ کیونکہ یہ سلام قادم کا ہوا اہل مجلس پر اور یہی ہے ہمارا مدعا۔ اور اگر یہ مدعا تسلیم نہ کیا جائے تو اہل اسلام کا قول حالتِ نماز میں السلام علیکم ورحمۃ اللہ لغو قرار پائے گا۔ اور یہ محال ہے۔

نتیجہ: تو بدیں معنی اہلسنت حضور شافع یوم النشور، واقفِ غیوب، سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو حاضر وناظر جانتے ہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیک یارسول اللہ اور السلام علیک ایھا النبی کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ مومن مسلمان اس وقت قول میں عالمِ کون میں موجود نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ ایک اور حالت کی طرف انتقال کر جاتا ہے۔ اور اسی حالت میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے بین یدیہہ میں موجود ہوتا ہے۔ اور عیاناً السلام علیک ایھا النبی کہتا ہے۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اس کو سلام کا جواب بھی دیتے ہیں۔

شعر:

گرنہ بیند بروز شپرہ چشم   چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

اور نیز حضرت شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ العزیز نے جابجا تصریح فرمائی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہر چیز پر حاضر وناظر ہیں۔

مشاہدۂ خلیل

رب العزت فرماتا ہے:

وَكَذَٰلِكَ نُرِي إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلِيَكُونَ مِنَ الْمُوقِنِينَ (الأنعام۷۵)

ترجمہ: اور ایسے ہی ہم ابراہیم علیہ السلام کو آسمانوں اور زمینوں کی ساری بادشاہی دکھاتے ہیں تاکہ آپ کو عین الیقین حاصل ہو جائے۔

جس چیز کو اللہ تعالیٰ کی سلطنت سے خارج مانیئے، وہی ابراہیم علیہ السلام سے غائب ہے لیکن کوئی چیز اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی سلطنت سے خارج نہیں ہو سکتی تو لا محالہ آسمانوں اور زمینوں میں کوئی چیز ابراہیم علیہ السلام کی نگاہ سے غائب نہیں۔

امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں:

"رب العزت نے اَرَیْنَا نہ فرمایا کہ انقطاع کا وہم پیدا ہو۔ بلکہ نُرِیْ فرمایا کہ تجدّد وبقا پر دال ہو"۔

مفسرین کرام اس آیت شریف کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ عرش معلیٰ سے لے کر تحت الثریٰ تک حضرت ابراہیم کو دکھائے گئے۔ مخلوق کے اعمال کی ان کو خبر دی گئی اور آپ کی نظریں عرش و کرسی اور لوح و قلم تک پہنچ گئیں۔

۱۔ قال مجاهد: فرجت له السموات السبع فنظر إلى ما فيهن حتى انتهى نظره إلى العرش۔[33]

ترجمہ: امام مجاہد نے فرمایا کہ ابراہیم کے لئے ساتوں آسمان کھولے گئے اور آپ نے ساتوں آسمانوں کی اشیاء کا مشاہدہ کیا۔ حتیٰ کہ آپ کی نظر عرش تک پہنچ گئی اور ساتوں زمینیں کھولی گئیں اور آپ نے زمینوں کی تمام اشیاء کو دیکھ لیا۔

۲۔ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى شَقَّ له السموات حَتَّى رَأَى الْعَرْشَ وَالْكُرْسِيَّ وَإِلَى حَيْثُ يَنْتَهِي إِلَيْهِ فَوْقِيَّةُ الْعَالَمِ الْجُسْمَانِيِّ۔[34]

---

33 (تفسیر مدارک، ج ۱، ص ۳۳۵)

34 (مفاتيح الغيب=التفسير الكبير، ج ۱۳، ص ۳۵، الناشر: دار إحياء التراث العربي—بيروت)

ترجمہ: ابراہیم علیہ السلام کے لئے آسمانوں کو کھولا گیا حتیٰ کہ آپ نے عرش و کرسی اور جہاں تک جسمانی عالم کی فوقیت ختم ہوتی ہے دیکھ لیا۔

۳۔ أقيم على صخرة و كشف له عن السموات و كشف له عن الأرض حتى نظر إلى أسفل الأرضين ورأى مافيهامن العجائب۔[35]

ترجمہ: سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو ایک پتھر پر کھڑا کیا گیا اور ان کے لئے آسمان کھول دیئے گئے حتیٰ کہ انہوں نے عرش و کرسی اور جو کچھ اس میں ہے، اس کو دیکھ لیا۔ اور ان کے لئے زمین کو کھولا گیا۔ انہوں نے زمین کی گہرائیوں اور جو کچھ اس میں عجائبات ہیں سب کو ملاحظہ فرمالیا۔ (تفسیر خازن)

۴۔ اِنَّهٗ جَلَّ لَهٗ كُلَّ شَيْءٍ سِرًّا وَعَلَانِيَّةً فَلَمْ يَخْفِ عَلَيْهِ شَيْءٌ مِنْ اَعْمَالِ الْخَلْقِ۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ظاہر و مخفی تمام اشیاء ظاہر کی گئیں، تو آپ سے مخلوق کے اعمال بھی چھپے نہ رہے۔ (تفسیر ابن جریر وابن ابی حاتم)

۵۔ عجائب و بدائع آسمانها وزمینها از روی عرش تا تحت الثریٰ بروئے منکشف گشت۔

یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آسمانوں اور زمینوں کی عجائبات و بدائع منکشف ہو گئے۔ اور عرش سے تحت الثریٰ تک کوئی چیز آپ سے پوشیدہ نہ رہی۔ (تفسیر روح البیان)

اس آیت کی تفسیر میں جو کچھ مفسرین کرام نے فرمایا وہ آپ کے سامنے ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو ملکوت السمٰوٰت والارض کا مشاہدہ کرایا گیا۔ اور عرش و فرش کی تمام اشیاء کو انہوں نے دیکھ لیا۔ (تاویل کی گنجائش بہت ہوتی ہے۔ ظاہرًا لفظ کَذَالِکَ کا مشارٌ الیہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہیں) یعنی ہم ایسے ہی دکھاتے ہیں ابراہیم

---

[35] (تفسیر الخازن، ج۲، ص۱۲۶، الناشر: دارالکتب العلمیة-بیروت)

علیہ السلام کو۔ ایسے کیا معنیٰ؟ وہ دوسرا کون ہے جس کے دکھانے سے تشبیہ دی جارہی ہے، کہ جیسے انہیں دکھائے، اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دکھائے؟ ہاں ہم سے سنو! وہ مشبہ بہ وہ اصل الاصول کمالات، وہ منبع جملہ بحار وانہار، وہ مرجع جملہ اضواء وانوار کون ہیں؟ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہیں جن کے صدقے میں اہل کمال نے کمال پایا۔ تمام فضائل وکمالات انبیاء ان کے فضائل کا پرتو ہیں۔

امام اجل ابو محمد بوصیری قصیدہ بردہ شریف میں فرماتے ہیں:

وَکُلُّ آیٍ اَتَی الرُّسُلُ الْکِرَامُ بِھَا فَاِنَّمَا اتَّصَلَتْ مِنْ نُوْرِہٖ بِھِمٖ فَاِنَّہٗ شَمْسُ فَضْلٍ ھُمْ کَوَاکِبُھَا یُظْھِرْنَ اَنْوَرَھَا لِلنَّاسِ فِی الظُّلَمِ۔

ترجمہ: اور جس قدر معجزے کہ بزرگ رسولوں علیہم السلام نے دکھائے۔ وہ سب ان کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور سے حاصل ہوئے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم فضیلت کے آفتاب ہیں۔ اور دوسرے پیغمبر علیہم السلام اس آفتاب کے ستارے ہیں، جو اُسی آفتاب کے انوار کو لوگوں کے لئے تاریکیوں میں ظاہر کرتے رہے ہیں۔

تشریح: اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی روح انور کو پیدا کیا۔ اور اسے خلعت نبوت سے سرفراز فرمایا۔ پھر اور روحوں کو پیدا کیا، اور انبیائے کرام علیہم السلام کی روحوں کو حکم دیا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر ایمان لائیں اور ان سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی اتباع کا عہد لیا، اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے زمانہ کو پائیں۔ جیسا کہ قرآن مجید کی سورۃ آل عمران میں مذکور ہے: جب پیغمبروں علیہم السلام کی روحوں نے باری تعالیٰ کے ارشاد کی تعمیل کی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نورِ روحانی

ان پر چمکا اور ان میں معجزات کے ظاہر کرنے کی استعداد پیدا ہو گئی۔ اس طرح دنیا میں ہر پیغمبر کے معجزات حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہی کے نور کے فیضان سے ظہور میں آئے۔

کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم علوم وکمالات کے آسمان کے آفتاب ہیں۔ اور دیگر انبیائے کرام علیہم السلام اُس آفتاب کے انوار کو لوگوں کے لئے ظاہر کرتے رہے ہیں۔ جس طرح ستارے بالذات روشن نہیں، بلکہ آفتاب سے نور حاصل کرتے ہیں۔ اور آفتاب کی عدم موجودگی میں آفتاب کے نور کو ظاہر کرتے ہیں۔ اسی طرح دیگر انبیاء کرام علیہم السلام دنیا میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے آپ ہی کے فضل کو جہالتوں، گمراہی کی تاریکیوں میں لوگوں کے لئے ظاہر فرماتے رہے ہیں۔ جو فضائل وکمالات ان کے ہاتھ پر اس دنیا میں ظہور میں آئے وہ سب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور کے فیضان سے تھے۔

نتیجہ: تو یہ نظر محیط کہ تمام ملکوت السمٰوٰت والارض کو عام ہے (ابرہیم علیہ السلام نے کس سے پائی؟) حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے۔ ان کی نظر محیط کی تصویر ہے۔ تصویر ذو الصورۃ کے مشابہ ہوتی ہے۔

اس مشابہت کو تو اللہ عزوجل فرماتے ہیں:

وَكَذٰلِكَ نُرِي إِبْرَاهِيمَ (الأنعام ۷۵)

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام پر عرش معلیٰ سے لے کر تحت الثریٰ تک کوئی چیز مخفی نہ رہی تو عرش میں لوح محفوظ داخل ہے اور لوح محفوظ میں کیا ہے؟

اللہ رب العزت فرماتا ہے:

وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ (الأنعام ۵۹)

ترجمہ: خشک وتر کوئی چیز ایسی نہیں جو لوح محفوظ میں نہ لکھی گئی ہو۔

اور لوح محفوظ میں علم ماکان ومایکون بھی مندرج ہے۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اس کے بھی عالم ہیں۔ اور حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تمام عالم سے افضل ہیں۔ اور تمام انبیائے کرام علیہم السلام سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا علم ومشاہدہ زیادہ ہے۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے علم ورویت کا یہ حال ہے تو اس سے اندازہ لگالیجئے کہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا علم اور رویت اور مشاہدہ کتنا زیادہ ہوگا۔

چونکہ علم آدم وعلمِ ابراہیم علیہم السلام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے علم کا ایک قطرہ ہے۔ تو معلوم ہوا کہ یہ مشاہدہ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کرایا گیا تھا۔ اور وہ قوت بصیرت جو آپ کو دی گئی تھی۔ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی بصیرت اور علم کا ایک قطرہ تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے ملکوت السمٰوٰتِ والارضین ظاہر وروشن ہیں۔ ان کی نظریں عرش وکرسی، لوح وقلم تک پہنچتی ہیں تو حضور اقدس سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے علم، رویت اور مشاہدہ کا اندازہ لگانا یہاں سے بخوبی معلوم ہوتا ہے کیونکہ:

وشق لہ من اسمہ لیجلہ
فذو العرش محمود وھذا محمد

کما قال حافظ شیرازی:

فیض روح القدس ار باز مدد فرماید　　دیگران ہم بکنند آنچہ مسیحا مے کرد

اور نیز حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "دُر الثمین فی مبشرات سید المرسلین" میں تحریر فرماتے ہیں:

"میرے والد فرماتے تھے کہ میں نے اپنے استاد قاری عبد اللہ سے سنا کہ میں اور میرے استاد قاری زاہد ایک روز قرآن عظیم الشان کا دورہ کر رہے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تشریف لے آئے اور ہم سے قرآن عظیم الشان سن کر دعا دی۔ پھر فرماتے تھے کہ میں نے اپنی آنکھوں سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو دیکھا"۔

اور نیز "انوار العارفین" میں شاہ صاحب ممدوح بعض اولیاء کے حالات میں لکھتے ہیں:

وہ فرماتے تھے کہ تمام دنیا اس وقت ہمارے سامنے ایسی موجود ہے جیسے ہاتھ کی ہتھیلی۔

اور نیز "جذب القلوب" میں شیخ عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں:

"وقصۂ سماع سعید ابن مسیب در ایام واقعہ حرہ کہ اذان از حجرۂ شریفہ تاسہ روز کہ مردم مفارقت مسجد نبوی کردہ بودند مشہور است"۔

ترجمہ: یعنی یہ قصہ تو مشہور ہی ہے کہ ایام حرہ میں جب بوجہ ظلمِ یزید لوگ مسجد نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو مشہور تابعی ہیں فرماتے ہیں کہ تین روز تک روضہ منورہ سے برابر پانچوں وقت کی اذان کی آواز آتی تھی۔

اور مدارج النبوت میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

"امام حجۃ الاسلام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ در کتاب خود می گوید کہ اربابِ قلوب مشاہدہ می کنند در بیداری ملائک را و ارواح انبیاء را و می شنوند از یشاں آوازہا و اقتباس می کنند از یشاں انوار و استفادہ میکنند"۔

فائدہ: وبدانکہ صاحب مواہب بعد از نقل اقوال مشائخ در رؤیت شریف آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم در یقظہ بر قاعدہ علم و اقوال علماء رفتہ از شیخ بدر الدین حسن ابن الارھل نقل کردہ کہ وقوع رؤیت شریف در یقظہ مراد را صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم متواتر شدہ بداں اخبار و اصل بآں علم قوی است و منتفی است از اں شک و شبہ۔

ترجمہ: یعنی اہل دل جاگنے کی حالت میں فرشتوں کو اور انبیاء علیہم السلام کی روحوں کو دیکھتے ہیں۔ اور ان کی آوازیں سنتے ہیں، اور ان کے آنے پر فائدے حاصل کرتے ہیں۔

اور صاحب مواہب لدنیہ نے مشائخ کرام کے اقوال آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی زیارت کی نسبت حالتِ بیداری میں نقل کیا ہے۔ اور عالموں کے قولوں اور علمی قاعدہ کے موافق شیخ بدر الدین حسن ابن ارھل سے بھی نقل کیا ہے کہ بیداری میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی زیارت کرنے کی نسبت اس قدر خبریں منقول ہیں کہ مرتبہ تواتر کو پہنچ گئیں۔ اور علم یقینی حاصل ہو گیا۔ اور کسی طرح کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہی کیونکہ:

کما قال شیخ عبد الحق:

ہر مرتبہ کہ بود در امکان بر دست ختم　　　　ہر نعمتی کہ داشت خدا شد بر د تمام

اور نیز روح البیان مصری میں ہے:

وان یصلی ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مشہود لدیہ کما یقتضیہ الخطاب فی قولہ السلام علیک فان لم یکن یراہ حاضرا وسامعا لصلاتہ فاقل الأمر ان یعلم انہ علیہ السلام یری صلاتہ معروضۃ علیہ وإلا فھي مجرد حرکۃ لسان ورفع صوت۔[36]

ترجمہ: یہ کہ درود شریف پڑھتے وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو حاضر وناظر سمجھیں۔ جیسے کہ السلام علیک ایھا النبی سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن اگر وہ شخص کم اعتقاد ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو حاضر وسامع نہیں سمجھتا تو کم درجہ یقین کرے۔ کہ حضور فدا ابی وامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم میرے درود شریف کو جب میں پڑھتا ہوں دیکھتے ہیں اور میرے درود شریف کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر ملائکۃ اللہ پیش کرتے ہیں۔ تو اگر اس درود شریف پڑھنے والے کا یہ اعتقاد بھی کما ینبغی صادق نہ ہو تو پھر اس پڑھنے والے کو سوائے حرکت زبان کے اور رفع صوت کے اور کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔

نیز صاحب تفسیر روح البیان، ج۷، ص۲۳۶ بیروت پر حلوات فتح جو کہ چالیس کلمات ہیں، اور عند العلماء نہایت مشہور ومعروف ہے اور جس حاجت کے لئے چالیس بامداد اخلاص سے پڑھا جائے، تو اللہ تعالیٰ بفضلہ ضرور اس تالی کی مراد کی برآوری فرماتا ہے۔

وشرط خواندن ایں صلوات آنست کہ حضرت پیغمبر را صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم حاضر بیند ومشافہہ با ایشان خطاب کند۔

---

[36] (روح البیان مصری، ج۷، ص۲۳۳)

عارف صمدانی حضرت امیر سید علی ہمدانی نے اپنی کتاب ”اوراد فتحیہ“ میں اس درود شریف مذکورہ مشارٌ الیہ کو بتمامہا درج فرمایاہے۔ اور اس درود شریف کے پڑھنے کا طریقہ یوں تحریر فرمایاہے، کہ اس درود شریف کے پڑھنے کی شرط یہ ہے کہ تالی درود شریف کی تلاوت کے وقت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو حاضر وناظر یقین کرے، اور بالمشافہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے خطاب کرے۔ وَاللّٰہُ الْھَادِیْ!

نیز علامہ شیخ اسماعیل حقی اپنی تفسیر روح البیان میں تحریر فرماتے ہیں:

وتزعم انک جرم صغیر وفیک انطوی العالم الاکبر، الخ۔[37]

یعنی اے انسان تو گمان کرتا ہے کہ تو ایک صغیر اور خورد شئ ہے۔ نہیں، ایسا نہیں۔ بلکہ تجھ میں عالم کبیر بتمامہا موجود ہے۔ جو کچھ مفصلاً عالم کبیر میں تحت الثریٰ سے مافوق العرش تک موجود ہے۔ وہ تمام اشیاء عالم وجود انسان میں موجود ہیں۔

مجملاً اور مرتبہ و قدرت کے لحاظ سے انسان عالم کبیر ہے۔ اور کل کائنات کو اپنے سینہ گنجینۂ کمال میں سمیٹے ہوئے ہے۔

مثلاً چند تمثیلات پیش خدمت ہیں:

۱۔ جسم انسان کالعرش ہے۔

۲۔ نفس انسانی کالکرسی ہے۔

۳۔ قلب انسانی کابیت المعمور ہے۔

۴۔ لطائف قلبیہ کالجنان ہے۔

۵۔ قوائے روحانیہ مثل ملائکہ ہے۔

---

[37] (روح البیان لاسماعیل حقی، ج ۱۳، ص ۳۹)

٦۔ آنکھ، کان، ناک کے سوراخ بسیلان، پستان، دھان، ناف مثل بروج اور سبعہ سیارہ کے ہیں۔

۷۔ ہڈی مثل پہاڑ کے ہے۔

۸۔ بال مثل نبات کے ہے۔

۹۔ کلام مثل رعد کے ہے۔

۱۰۔ آواز مثل صواعق کے ہے۔

۱۱۔ آنسو مثل بارش کے ہے، وغیرہ وغیرہ۔

لاکھوں آیات اللہ فِی اَنْفُسِنَا موجود ہے:

فَتَبَارَکَ اللّٰہُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ (المؤمنون ۱۴)

کما قال صائب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

عجب تراز تو نداند جہاں تماشگاہ
چرا بچشم تعجب بخود نظر نکنی

ای زازِنہ فلک زوجوتت عیاں ہمہ
دردامنِ تو حاصل دریا و کان ہمہ

پیش تو سر بخاک مذلت نہادہ اند
باآں علو و مرتبہ روحانیاں ہمہ

درگوش کرد خلقۂ فرمان پزیر تست
خاک و ہوا و آتش و آب رواں ہمہ

حکمت

برادرانِ اسلام! جب عرش سے لے کر تحت الثریٰ تک تمام اشیاء عالم انسان میں موجود ہیں تو گویا کہ عالم اکبر اس عارف کامل کا وجود ہوا۔ تو جیسا کہ انسان اپنے وجود میں تصرف کرتا ہے اور اپنے وجود کا علم ورؤیت رکھتا ہے۔ اسی طرح تمام کائنات جو کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نورِ مطہر سے پیدا کی گئی ہے۔ تو بدیں معنیٰ کائنات آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا وجود ہوا۔ تو اس لئے آپ اس میں تصرف فرماتے ہیں۔ اور اس کا علم ورؤیت رکھتے ہیں، اور اہل سنت والجماعت آپ کو بدیں معنیٰ حاضر وناظر جانتے ہیں۔

نکتہ

روح البیان میں ہے:

أَلَا إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطٌ۔[38]

تحقیق اللہ تعالیٰ ہر چیز پر محیط ہے۔

فهو سبحانه بأحدية جميع اسمائه سار فی الموجودات كلها، الخ۔[39]

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے جمیع اسماء کے ساتھ (حیاۃً، علماً، قدرۃً وغیرہ) تمام موجودات میں ساری ہے، اور اس احاطہ سے یہی سرایت مراد ہے۔

وَقَالُوْا: کہ اس احاطہ سے مراد احاطہ ظرف کا مظروف پر نہیں۔ اور نہ احاطہ کل کا اجزاء پر اور نہ احاطہ کلی کا جزئیاتوں پر۔ کیونکہ اس میں ترکیب لازم آتا ہے۔ اور ہر مرکب حادث ہوتا ہے، اور جو حادث ہوتا ہے، وہ خدا نہیں بن سکتا۔ تو یہاں احاطہ سے مراد احاطہ ملزوم بلازمہٖ مراد ہے۔ کیونکہ

---

[38] (روح البیان، ج۸، ص۲۱۵، دار النشر: دار إحیاء التراث العربی)

[39] (روح البیان، ج۷، ص۱۶۱)

تعینات لاحقہ ذات مطلقہ کے لئے لوازم ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے جمیع اسماء کے ساتھ تمام موجودات میں ساری ہے۔

کماقال عارف:

ولے آنجا کہ فعل اوصفات از خویش برخیزد
اثر از تو کجا ماندہ کہ در آثار او بینی
تو یار خود شوا ے عارف کہ شرک مطلق است اینجا
کہ ادرا یار خود دانی وخود را یار او بینی

وکماقال المولیٰ الجامی:

جہاں مرآت حسن شاہد ماست
فشاہد وجہہٗ فی کل ذرات

اسی لئے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمَارَمَیْتَ إِذْرَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی (الأنفال ۱۷)

اے محبوب! جس وقت تم نے مٹھی بھر خاک پھینکی تھی، یہ تم نے نہیں پھینکی تھی، بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکی تھی۔

حکمت

جب اللہ تبارک وتعالیٰ بجمیع اسمائہٖ تمام موجودات میں ساری ہے تو انسان کامل اس کی صورت ہوا۔ **جمیعًا**۔

کمافی الحدیث:

اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ آدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا۔

اَمَّا عِنْدَ الْمُحَقِّقِیْنَ فَحَقِیْقَۃٌ لِاَنَّ الْعَالَمَ الْکَبِیْرَ بِاَسْرِہٖ صُوْرَۃُ الْحَضْرَۃِ الْاِلٰھِیَّۃِ۔

لفظ صورت کا اطلاق محققین علماء کرام کے نزدیک اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات اقدس پر حقیقت ہے، نہ مجاز۔ کیونکہ عالم کبیر باسرہٖ صورت ہے۔ ذات احدیت کے لئے اور وَالْاِنْسَانُ الْکَامِلُ صُوْرَتُہٗ جَمِیْعًا۔ یعنی انسان کامل اس کی صورت ہے جمیعًا۔

اور اللہ رب العزت فرماتا ہے:

لَا یَسَعُنِیْ اَرْضِیْ وَلَا سَمَائِیْ بَلْ یَسَعُنِیْ قَلْبَ عَبْدِ مُؤْمِنٍ۔

نہ ہم رہ سکتے ہیں زمین میں اور نہ آسمان میں ہاں مومن بندہ کے دل میں رہ سکتے ہیں۔

اور فرماتا ہے:

وَمَنْ اَتَانِیْ مَشْیًا اَتَیْتُہٗ ھَرْوَلَۃً۔

جو آہستہ آہستہ ہماری طرف آتا ہے، ہم دوڑ کر اس کے پاس جاتے ہیں۔

حَتیٰ لَا فَرْقَ بَیْنِیْ وَبَیْنَ عَبْدِیْ۔

توجب وہ حضور محبوب حقیقی انسان کے قلب میں آباد ہو گیا تو قلب عارف بھی لامکان ہو جائے گا۔

مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

اصل ارض اللہ قلب عارفست   لامکان است و ندارد فوق و پست

توجب اللہ تبارک و تعالیٰ بجمیع اسمائہٖ تمام موجودات میں ساری ہوا۔ اور انسان کامل اس کی صورت ہوا تو حضور اقدس سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم انسان کامل عارفِ اکمل اور باقی باللہ ہیں۔ اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا اپنا وجود نہیں ہے۔ بلکہ آپ نورٌ من نور اللہ ہیں۔

اللہ جل مجدہ فرماتا ہے:

قَدْ جَاءَ كُمْ مِنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَ كِتَابٌ مُبِيْنٌ (المائدة ۱۵)

اسی لئے اس نور کی بصارت، رویت، مشاہدہ اور علم کے لئے کائنات میں کوئی چیز حائل و مانع نہیں۔ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم بدیں معنیٰ حاضر وناظر ہیں۔ اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہر چیز کا علم ورویت رکھتے ہیں۔ اور اہلسنت کا یہ عقیدہ ہے۔

کیونکہ قال شیخ سعدی:

دوست نزدیک تراز من بمنست　　　دیں عجب تر کہ من ازوے دورم

اگرچہ بظاہر اس باب میں ہم نے بہت کچھ لکھا۔ امافی الحقیقت اس کا عشر عشیر بھی نہیں لکھا گیا۔

گرچہ بسیار بگفتیم دریں باب سخن
اندکہ بیش نگفتیم ہنوز از بسیار

(الدولۃ المدینۃ بالمادۃ الغیبیۃ، ص ۴۳تا۴۷)

امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مفردات میں لکھتے ہیں:

الشُّهُودُ و الشَّهَادَةُ: الحضور مع المشاهدة، إمّا بالبصر، أو بالبصيرة۔[40]

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم بصر یا بصیرت کے ساتھ مشاہدہ فرماتے ہوئے حاضر ہیں۔

تفسیر بیضاوی شریف میں ہے:

شاهدا على من بعثت إليهم بتصديقهم و تكذيبهم و نجاتهم و ضلالهم۔[41]

---

[40] (المفردات في غريب القرآن، ج ۱، ص ۴۶۵، الناشر: دار العلم الدار الشامية)
[41] (انوار التنزيل و اسرار التاويل للبيضاوي، ج ۳، ص ۱۴۴)

یعنی آپ ان لوگوں کو مشاہدہ کرنے والے ہیں جن کی طرف آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم رسول بنا کر بھیجے گئے اور ان کی تصدیق و تکذیب و نجات و گمراہی سب کو مشاہدہ کرنے والے ہیں۔

تفسیر ابو سعود میں ہے:

إِنَّا أرسلناک شَاهِداً على مَن بُعثتَ إليهم تُراقبُ أحوالهم وتُشاهدُ أعمالَهم وتتحمّلُ منهم الشَّهادةَ بما صدر عنهُم من التَّصديقِ والتَّكذيبِ وسائرِ ما هُم عليهِ من الهدى والضَّلالِ وتُؤدِّيها يومَ القيامةِ أداءً مقبولاً فيما لهُم وما عليهم۔[42]

بے شک ہم نے آپ کو شاہد بنا کر بھیجا ان سب پر جن کی طرف آپ رسول بنا کر بھیجے گئے آپ ان کے احوال کی نگہبانی فرماتے ہیں اور ان کے اعمال کا مشاہدہ فرماتے ہیں یعنی ان سب کے کاموں کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں اور آپ ان سے تحمل شہادت فرماتے ہیں یعنی ان کے گواہ بنتے ہیں ان تمام چیزوں پر جو ان سے صادر ہوئیں تصدیق و تکذیب سے اور باقی ان تمام چیزوں سے جن پر وہ ہیں ہدایت اور گمراہی سے اور آپ اس شہادت کو ادا فرمائیں گے قیامت کے دن جو ادا کی ہوئی ہو گی ان تمام باتوں میں جو ان کے لئے فائدہ کے لئے ہوں گی اور ان تمام باتوں میں جو ان کے نقصان کے لئے ہوں گی۔

تفسیر جلالین میں ہے:

شَاهِدًا عَلَى مَنْ أَرْسَلْتَ إِلَيْهِمْ۔[43]

یعنی جن کی طرف آپ بھیجے گئے ہیں ان کو مشاہدہ کرنے والے ہیں۔

---

[42] (تفسیر ابو سعود، ج۵، ص ۳۴۱، المکتبة الفاروقیة)

[43] (تفسیر الجلالین، ج۸، ص ۸۹)

تفسیر روح المعانی میں ہے:

یاأیها النبی إِنَّا أرسلناک شَاهِداً علی مَن بُعثتَ إلیهم تُراقبُ أحوالهم وتُشاهدُ أعمالَهم وتتحمّلُ منهم الشّهادةَ بما صدر عنهم من التّصدیقِ والتّکذیبِ وسائرِ ما هُم علیهِ من الهدی والضّلالِ وتُؤدِّیها یومَ القیامةِ أداءً مقبولاً فیما لهُم وما علیهم۔[44]

اے نبی! ہم نے آپ کو مشاہدہ کرنے والا بنا کر بھیجا ان پر جن کی طرف آپ رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں اور ان کے احوال کی نگہبانی کرتے ہیں اور ان کے احوال کا مشاہدہ فرماتے ہیں اور آپ ان سے تحمل شہادت فرماتے ہیں ان تمام چیزوں پر جو ان سے صادر ہوئیں تصدیق سے اور تکذیب سے اور باقی ان تمام چیزوں سے جن پر وہ ہیں ہدایت اور گمراہی سے اور قیامت کے دن شہادت فرمائیں گے جو ادا کی ہوئی ہو گی اور ان تمام باتوں میں جو ان کے فائدے کے لئے ہوں گی اور ان تمام باتوں میں بھی جو ان کے نقصان کے لئے ہوں گی۔

ان تمام مفسرین کے اقوال سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ان سب کو مشاہدہ فرمانے والے ہیں جن کی طرف آپ رسول بن کر تشریف لائے ہیں۔ اب تمام کائنات کے لئے حضور معلم ومقصود کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم رسول بن کر تشریف لائے ہیں۔

خالق کائنات کا ارشاد مبارک ہے:

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللّٰهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا (الأعراف ۱۵۸)

آپ فرمادیجئے اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول ہوں۔

---

[44] (روح المعانی، ج ۱۱، ص ۲۲۲، الناشر: دار الکتب العلمیة۔بیروت)

دوسری آیت شریف میں بھی یہی مضمون ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی رسالت عام ہے۔

وَمَا أَرْسَلْنَاکَ إِلَّا کَافَّةً لِلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا (سبا ۲۸)

اور اے محبوب ہم نے آپ کو نہ بھیجا مگر اسی رسالت سے جو تمام آدمیوں کو گھیرنے والی ہے، خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا۔

تیسری آیت شریف میں ہے:

تَبَارَکَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَى عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا (الفرقان ۱)

بڑی برکت والا ہے وہ کہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندہ پر جو سارے جہان کو ڈر سنانے والا ہو۔

چونکہ حضور معلم و مقصود کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تمام کائنات کے لئے رحمت ہیں، اس رحمت کی طرف خالق کائنات کا یہ ارشاد مبارک ہے:

وَمَا أَرْسَلْنَاکَ إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ (الأنبياء ۱۰۷)

اے محبوب میں نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام عالمین کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

یہ وہی آیات کریمہ ہیں جن میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی رسالت عامہ کے متعلق مکمل وضاحت موجود ہے۔

اب حدیث نبوی علیہ التحیہ میں بھی یہی مضمون ملاحظہ فرمائیں، مسلم شریف میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا ارشاد مبارک موجود ہے۔

معلم و مقصود کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

أُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً۔[45]

[45] (صحیح مسلم، ج۳، ص ۱۰۹، المکتبة الفاروقية)

یعنی میں تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

مذکورہ بالا آیات و تشریحاتِ مفسرین وحدیث مسلم سے معلوم ہوا کہ حضور معلم و مقصود کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ساری مخلوق پر شاہد اور حاضر وناظر ہیں۔ لہٰذا واضح ہو گیا کہ معلم و مقصود کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تمام دنیا نہیں بلکہ تمام مخلوق پر حاضر ہیں اور ان کو اپنی بصر اور بصیرت سے دیکھ رہے ہیں۔ جب حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا شاہد کائنات ہونا قرآن وحدیث سے ثابت ہو گیا تو اب لفظ شاہد کی مزید تحقیق کے لئے اپنے قلب وذہن کو مزید وسعت دیجئے۔

بحث حاضر وناظر

حاضر اسم فاعل کا صیغہ ہے۔ حضر و حضور وحضارۃ وحضرۃ سے مشتق ہے جو کہ غیب کی ضد ہے یعنی غائب نہ ہونا۔ (المنجد)

چنانچہ محاورہ عرب کا مشہور ہے:

حَضَرْتُ مَجْلَسَ الْقَاضِیَ۔

میں قاضی کی مجلس میں حاضر ہوا۔

وَحَضَرَ الْغَائِبُ حضوراً ایْ قَدَمَ۔

یعنی جو غائب تھا اب حاضر ہو گیا ہے۔ (سراج المنیر)

حاضر کے متعدد معنی کتب لغت میں مرحوم ہیں مثلاً حضر کے معنی پہلو، نزدیکی، صحن، حاضر ہونے کی جگہ اور حاضر کے معنی شہروں اور بستیوں میں رہنے والا بڑا قبیلہ وغیرہ آتے ہیں یہ تمام معانی منجد، مختار الصحاح اور مجمع بحار انوار وغیرہ میں ہیں، جو چیز کھلم کھلا بے حجاب آنکھوں کے سامنے ہو اسے حاضر کہتے ہیں۔

صراح میں ہے:

حضور حاضر شدن نقیض الغیبۃ۔[46]

حضور کے معنی حاضر ہونا غیبہ کی نقیض ہے۔

مختار الصحاح میں ہے:

الحضور ضد الغیبۃ۔[47]

حضور غیب کی ضد ہے۔

یُقَالُ حَضَرْتِ الْقَاضِیَ اِمْرَأَۃٌ۔

کہا جاتا ہے قاضی کے سامنے عورت حاضر ہوئی۔

مفردات امام راغب میں ہے:

الغیب مصدر غابت الشمس وغیرھا اذا استرق عن العین یقال غاب عنی کذا قال اللہ تعالیٰ أَمْ کَانَ مِنَ الْغَائِبِینَ (النمل ۲۰) واستعمل فی کل غائبۃ عن الحاسہ۔[48]

والغیب: غابۃ الشمس کا مصدر ہے۔ جب سورج وغیرہ آنکھ سے اوجھل ہو جائے یعنی نگاہوں کے سامنے نہ رہے تو محاورات عرب میں غابت الشمس کہا جاتا ہے۔

ایک محاورہ غاب عنی کا بھی ہے۔ فلاں چیز مجھ سے غائب ہو گئی۔ قرآن کریم میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا مقولہ ہے: ”کہاں ہے؟ میں ہد ہد کو نہیں دیکھتا“۔أَمْ کَانَ مِنَ الْغَائِبِینَ (النمل ۲۰) کیا وہ غائب ہے؟

---

46 (صراح، ص ۱۷۰)

47 (مختار الصحاح، ص ۱۵۹)

48 (مفردات، ص ۳۷۲)

اہل علم غور فرمائیں کہ معانی منقولہ کے اعتبار سے کیا اللہ تعالیٰ پر لفظ حاضر کا اطلاق ممکن ہے؟ نہیں اور ہر گز نہیں۔ تَعَالیٰ اللّٰہُ عَنْ ذٰلِکَ علوا کَبِیْرًا۔

اس بیان سے روشن ہوا کہ لفظ حاضر اپنے حقیقی لغوی معنی کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی شان کے ہر گز لائق نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ شہروں اور بستیوں میں رہنے اور قبیلہ ہونے سے پاک ہے۔ جتنے معانی لفظ حاضر کے منقول ہیں اللہ تعالیٰ ان سب سے منزہ ہے۔ ضابطہ کائنات میں ہے کہ اللہ تعالیٰ حواس اور نگاہوں کے ادراک سے بلند وبالا ہے۔

لَاتُدْرِکُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَيُدْرِکُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ (الأنعام ۱۰۳)

آنکھیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں وہ تمام آنکھوں کا ادراک فرماتا ہے، اور وہ لطیف و خبیر ہے۔

اب ناظر کے متعلق تحقیق یہ ہے کہ ناظر کا مأخذ نظر ہے۔

مختار الصحاح میں ہے:

والناظر في المقلة السواد الاصغر الذي فيه إنسان العين ويقال للعين الناظرة۔[49]

یعنی آنکھ کے ڈیلے کی سیاہی کو جس میں آنکھ کا تل ہوتا ہے ناظر کہتے ہیں اور کبھی آنکھ کو ناظرہ کہا جاتا ہے۔

مفردات راغب میں ہے:

النَّظَرُ: تَقْلِيبُ البَصَرِ والبصيرةِ لإدرَاکِ الشيءِ ورؤيَتِهِ, وقديُرادُبه التَّأَمُّلُ والفَحْصُ, وقديرادبه المعرفةُ الحاصلةُ بعدالفَحْصِ, وهو الرَّوِيَّةُ۔[50]

---

[49] (مختارالصحاح، ص ۴۹۱)

[50] (مفردات، ص ۵۱۷)

کسی امر میں تدبر و تفکر کرنا، کسی چیز کا اندازہ کرنا، آنکھ کے ساتھ کسی چیز میں غور و تامل کرنا اور کسی چیز کا ادراک کرنے یا اسے دیکھنے کی غرض سے بصر و بصیرت کو پھیرنا اس کے علاوہ نظر سے کبھی تامل و تلاش کے معنی بھی مراد لئے جاتے ہیں اور کبھی اس سے وہ معرفت اور رویت مراد ہوتی ہے جو تلاش کے بعد حاصل ہو۔

امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں:

ونَظَرَ اللّٰهُ تعالى إلى عِبَادِهِ: هو إحسانُهُ إليهم و إفاضَةُ نِعَمِهِ عليهم. قال تعالى: وَلا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيامَةِ (آل عمران ۷۷)[51]

اللہ تعالیٰ کے اپنے بندوں کی طرف نظر فرمانے کے معنی دیکھا نہیں بلکہ صرف یہ معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر احسان فرماتا ہے اور انہیں اپنی نعمتیں پہنچاتا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد فرمایا: وَلا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيامَةِ (آل عمران ۷۷)۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کفار سے کلام نہ فرمائے گا اور نہ ان کی طرف دیکھے گا۔

تفسیر روح المعانی میں ہے:

وَلا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيامَةِ أي لا يعطف عليهم و لا يرحمهم۔[52]

و لا ينظر معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ کفار پر مہربانی اور رحم نہیں فرمائے گا۔

اس کے بعد یہی مفسر لکھتے ہیں:

ثم جاء فيمن لا يجوز عليه النظر مجرد المعنى الإحسان۔[53]

---

[51] (مفردات، ص ۵۱۷)

[52] (روح المعانی، ص ۱۸۰، پ ۳)

[53] (روح المعانی، ص ۱۸۰، پ ۳)

جس کے حق میں لفظ "نظر" کا استعمال جائز نہیں اس کے لئے اگر یہ لفظ استعمال ہوا ہے تو وہ اپنے اصلی معنی سے مجرد ہے اور صرف احسان کے معنی میں ہے۔

مجمع بحر الانوار لغت حدیث کی مشہور کتاب میں ہے کہ حدیث پاک: إِنَّ اللّٰہَ لَا یَنْظُرُ إِلَی صُوَرِکُمْ، الیٰ اخر الحدیث۔ میں نظر کے معنی دیکھنا نہیں بلکہ یہاں پسندیدگی رحمت اور مہربانی مراد ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ حاضر و ناظر کے اصل معنی سے اللہ تعالیٰ کا پاک ہونا واجب ہے۔ تو ان الفاظ کا اطلاق بغیر تاویل کے ذات باری تعالیٰ پر کیونکر ہو سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے کسی نام میں حاضر و ناظر مذکور نہیں۔ اور نہ قرآن و حدیث میں حاضر و ناظر کا لفظ ذات باری تعالیٰ کے لئے وارد ہوا ہے۔ متاخرین کے زمانہ میں جب یہ لفظ اللہ تعالیٰ کے لئے بولنا شروع ہوا تو علماء دین نے ان پر کفر کا فتویٰ لگایا۔

اور بعض علماء نے تاویل سے کام لیا تو انہوں نے صاف کہا: یا حاضر و ناظر لیس بکفر۔[54]
یہ صاحب در مختار کا فتویٰ ہے اور علامہ شامی نے نقل کیا پھر اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قولہ لیس بکفر فان الحضور بمعنی العلم شائع مایکون من نجویٰ ثلاثة الا وھو رابعھم والنظر بمعنی الرؤیة المیعلم بان اللّٰہ یریٰ فالمعنیٰ یا عالم یامن رایٰ۔ (بزازیہ)

لیس بکفر کی وجہ یہ ہے کہ یا حاضر و یا ناظر میں تاویل ہو سکتی ہے اور وہ یہ کہ حضور کے معنیٰ میں عام طور پر مستعمل ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مَایَکُونُ مِنْ نَجْوَیٰ ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ (المجادلة۷)

کوئی سرگوشی تین افراد کی نہیں ہوتی مگر اللہ تعالیٰ ان کا چوتھا ہوتا ہے۔

---

[54] (شامی، ج۳، ص۳۳۷)

معلوم ہوا کہ کوئی فرد علم الٰہی سے باہر نہیں ہے اسی طرح یا حاضر یا عالم کے معنی میں ہے اور نظر رویت کے معنی میں مستعمل ہے اور رویت اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہے۔

قرآن کریم میں ہے:

أَلَمْ يَعْلَمْ بِأَنَّ اللَّهَ يَرَى (العلق ۱۴)

لہٰذا یا حاضر و ناظر یا عالم یا من یریٰ کے معنی میں ہوا۔

اب اگر کوئی یہ کہے کہ بعض علماء نے اللہ تعالیٰ کو یا حاضر و ناظر کہنے والے پر کفر کا فتویٰ لگایا تھا یہ کہاں لکھا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ در مختار کے اس قول سے کہ "یا حاضر و یا ناظر لیس بکفر" لکھنا اس امر کی روشن دلیل ہے۔ اور ان کے رد میں یہ فتویٰ صاحب در مختار نے دیا کہ یہ کفر نہیں۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ کفر نہیں یعنی اس میں تاویل ہو سکتی ہے اور وہ تاویل علامہ شامی نے تحریر کی ورنہ یہ الفاظ اللہ تعالیٰ کے لئے زیبا نہیں۔

اب ہمارے زمانے کے ناسمجھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حاضر و ناظر ہیں اور اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو حاضر و ناظر کہا تو یہ شرک صریح ہے حالانکہ تحقیق سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے لئے یہ اسماء حاضر و ناظر کسی حدیث کی کتاب یا قرآن مجید میں مذکور نہیں تو جو لوگ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو حاضر و ناظر کہنے والوں کو مشرک کہتے ہیں تو وہ حاضر و ناظر کے معنی سے واقف نہیں اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کو اپنے جیسا تصور کیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لئے ایسے الفاظ خاص کرتے ہیں جو بندوں کے لائق ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے حق میں اس کا تصور بھی نہیں ہو سکتا۔

اختلاف مسئلہ کی ابتداء

متقدمین سے متاخرین تک اس مسئلہ میں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم حاضر و ناظر ہیں کسی کا اختلاف منقول نہیں۔

جیسا کہ شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حاشیہ اخبار الاخیار میں لکھتے ہیں:

وباچندیں اختلافات وکثرت مذاہب کہ در علماء امت است کہ یک کس رادرین مسئلہ خلافے نیست کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم بحقیقت حیات بے شائبہ مجاز و توہم تاویل دائم باقی است و بر اعمال امت حاضر و ناظر و مر طالبان حقیقت را ومتوجہان آں حضرت را مفیض و مربی است۔[55]

اور باوجود اس قدر اختلاف اور بکثرت مذاہب کے جو علماء امت میں ہیں ایک شخص کو بھی اس مسئلہ میں اختلاف نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم بغیر شائبہ مجاز اور بلا توہم تاویل حقیقت حیات کے ساتھ دائم و باقی ہیں اور اعمال امت پر حاضر و ناظر ہیں اور طالبان حقیقت اور اپنی طرف متوجہ ہونے والوں کو فیض پہنچاتے ہیں اور ان کی تربیت فرماتے ہیں۔

شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اس ارشاد مبارک سے معلوم ہوا کہ شیخ کے زمانہ تک اس مسئلہ میں کسی کو اختلاف نہیں تھا اور یہ اختلاف جو آج کل ہے بعد میں پیدا ہوا۔

---

55 (حاشیہ اخبار الاخیار، ص ۱۵۵)

گواہی کے لوازمات

فقیر نے قرآن مقدس کی جو آیۃ کریمہ پیش کی ہے اس میں لفظ شَاهِدًا ہے اور شاہد کے معنی گواہ بھی ہیں اور حاضر وناظر بھی۔ گواہ کو شاہد اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ موقع پر حاضر ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو شاہد اس لئے فرمایا گیا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم دنیا میں عالم غیب کا مشاہدہ کرکے گواہی دے رہے ہیں۔ ورنہ سارے انبیاء علیہم السلام گواہ تھے، یا اس لئے کہ قیامت میں تمام انبیاء علیہم السلام کی عینی گواہی دیں گے۔ یہ گواہی بغیر دیکھے ہوئے نہیں ہوسکتی۔ گواہ کے حروف چار ہیں اور شاہد کے حروف بھی چار ہیں۔

گواہ کے لئے چار چیزوں کا ہونا ضروری ہے:

اول حیات۔ کیونکہ جو زندہ نہ ہو وہ گواہی کیسے دے گا۔

دوم علم۔ اس لئے ضروری ہے کہ بغیر علم کے وہ کس طرح گواہی دے گا۔

سوم حاضر ہونا۔ یعنی جب گواہی دے تو گواہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ موقع پر حاضر ہو۔ کیونکہ اگر وہ موقع پر حاضر نہ ہو تو وہ کس طرح گواہی دے سکتا ہے؟ اگر اس سے پوچھا جائے کہ تم اس وقت موجود تھے، اگر وہ کہے کہ ہاں تو اس کی گواہی منظور ہے اور اگر کہے کہ نہ تو اس کی وہ گواہی منظور نہیں ہوسکتی۔

چہارم ناظر ہونا۔ گواہ کے لئے ناظر ہونا بھی شرط ہے۔ اگر کوئی اندھا ہو اور گواہی کے وقت پوچھا جائے کہ کیا تم نے دیکھا ہے تو جب اس نے کسی چیز کو دیکھا ہی نہیں اس پر گواہی کس طرح دے گا؟ معلوم ہوا کہ گواہ کے لئے ناظر ہونا بھی شرط ہے۔

دوسری آیت

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَاعَنِتُّمْ (التوبۃ ۱۲۸)

بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے۔

اس آیت کریمہ میں جَاءَكُمْ ذکر ہے اور یہ قیامت تک کے مسلمانوں سے خطاب ہے کہ تم سب کے پاس حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تشریف لائے جس سے معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہر مسلمان کے پاس ہیں اور مسلمان تو عالم میں ہر جگہ ہیں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم بحضور روحانیت یعنی رسالت بھی ہر جگہ موجود ہیں۔ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَاعَنِتُّمْ ان پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ ہماری راحت و تکلیف کی ہر وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو خبر ہے۔ تب ہی تو ہماری تکلیف سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے قلب مبارک کو تکلیف ہوتی ہے ورنہ اگر ہماری خبر نہ ہو تو تکلیف کیسی؟

پھر اس آیت کریمہ کے آخر میں مذکور ہے:

حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ (التوبۃ ۱۲۸)

تمہاری بھلائی کے بہت چاہنے والے ہیں۔ مسلمانوں پر بہت کرم والے مہربان ہیں۔

حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ کے معنی یہ ہیں کہ کوئی اپنی اولاد کے آرام کا حریص ہوتا ہے، کوئی اپنی عزت کا، کوئی پیسے کا، کوئی کسی اور چیز کا مگر محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام تمہارے حریص ہیں اس لئے ولادت پاک کے موقع پر ہم کو یاد کیا، معراج میں ہماری فکر رہی اور وصال شریف کے وقت بھی یاد کیا۔ مومنوں کے لئے بہت زیادہ شفیق و رحیم ہیں۔ اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مسلمانوں کے متعلق

حال معلوم نہ ہو تو وہ کس طرح ان پر شفیق ورحیم ہو سکتے ہیں؟ شفقت ورحمت تب کرسکتے ہیں کہ آپ کو تمام مسلمانوں کے حالات سے ہر لحظہ خبر ہو۔ اس آیت کے تحت حضور غوث پاک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر مومن کے پاؤں میں کانٹا بھی چبھے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو بھی اس سے تکلیف ہوتی ہے۔

روح البیان شریف میں ہے:

بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ (التوبۃ ۱۲۸) میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے وہ اوصاف بتائے جو اس کے اپنے ہیں، چنانچہ اپنے لئے فرمایا: إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَحِيمٌ (البقرۃ ۱۴۳) اس میں ایک لطیف اشارہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم مخلوق ہیں اور ان کی رحمت بھی مخلوق، اس لئے وہ ایک مخصوص گروہ کے لئے رحمت ہوئے اور اللہ تعالیٰ خالق اور اس کی رحمت بھی قدیم۔ اس لئے وہ عام ہر ایک کے لئے ہے کہ قوت خالقیت کا یہی تقاضا ہے۔

چنانچہ باری تعالیٰ نے فرمایا:

وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ (الأعراف ۱۵۶)

یہی وجہ ہے کہ جسے خالق کائنات کی رحمت نصیب ہوتی ہے وہی اس کے محبوب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی رحمت کے لائق بنتا ہے، ورنہ اسے محرومی ہی محرومی، اس لئے کہ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی رحمت خالق کائنات کی رحمت کا عکس اور نتیجہ ہے۔

چنانچہ خود اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے فرمایا:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللَّهِ لِنْتَ لَهُمْ (آل عمران ۱۵۹)

رؤفیت ورحیمیت کے لئے علم، حیات اور قوت لازمی جزو ہیں۔ اگر تینوں میں سے ایک نہ ہو تو وہ نہ رؤف بن سکتا ہے اور نہ رحیم۔ اور یہ صفات حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے لئے یہ صفات ازلی ابدی اور قدیم، ذاتی ہیں۔ اور حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے لئے حادث، عطائی، غیر مستقل ہیں۔ اب اگر کوئی یہ وہم کرے کہ یہ شرک ہے تو اس کے لئے یہ ضروری امر ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفات کے متعلق معلومات سے واقفیت حاصل کرے کیونکہ اگر شراکت آئے تو دونوں اس صفت میں شریک ہوتے ہیں۔ اور کسی مومن مسلمان کا یہ عقیدہ نہیں کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی صفات بھی ازلی، ابدی، ذاتی اور قدیم ہیں۔ تمام مسلمانوں کا تو یہی عقیدہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی صفات حادث، غیر مستقل، عطائی ہیں۔ فقیر کی اس تقریر سے صاف معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم مشاہدہ کرنے والے ہیں اور مشاہدہ اسی چیز کا ہو سکتا ہے جس کی طرف مبعوث ہوا ہو اور حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تمام کائنات کے لئے مبعوث ہوئے ہیں۔ اس لئے وہ تمام کائنات کا مشاہدہ فرمانے والے ہیں بلکہ یوں کہو کہ وہ خالق و مخلوق کا مشاہدہ فرمانے والے ہیں۔ اب اگر کوئی یہ کہے کہ علم ماکان ومایکون یا کائنات کا مشاہدہ فرمانا یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے تو اس شخص نے اللہ تعالیٰ کی صفت کو حادث مان کر اپنے لاعلمی کا مظاہرہ کیا۔

حضرت علامہ پیر کرم شاہ الازہری تفسیر ضیاء القرآن میں اس آیۃ کریمہ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

جب سارے نوع انسانی کے ساتھ اس نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا یہ رشتہ ہے تو اپنے غلاموں پر آپ کا سحاب جود و کرم کس طرح برستا ہو گا؟ اس کا اظہار ان کلمات سے فرمایا۔

رؤف مبالغہ کا صیغہ ہے اس کا معنی ہے: البالغ فی الرافۃ و الشفقۃ و قال الحسین بن فضل لم یجمع اللہ لاحد من الانبیاء اسمین من اسماءہ الا للنبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم قال عبدالعزیز بن یحییٰ عزیز علیہ ما عنتم ای لا یھمہ الا شانکم رؤف کا معنی ہے بے حد مہربانی اور شفقت فرمانے والا حسین بن فضل نے کہا اللہ تعالیٰ نے اپنے دوناموں کو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے سوا کسی نبی میں جمع نہیں فرمایا۔

عبدالعزیز بن یحییٰ فرماتے ہیں:

عَزِیْزًا علیہ الخ کا مفہوم یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نزدیک تمہاری فلاح وبہبود کے سوا کوئی چیز اہمیت نہیں رکھتی۔[56]

النَّبِيُّ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ (الأحزاب ٦)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم مسلمانوں سے ان کی جانوں سے زیادہ قریب ہیں۔

دیوبند مدرسہ کے بانی قاسم نانوتوی نے بھی تحذیر الناس میں لکھا ہے کہ:

”اس آیت میں اولیٰ کے معنی قریب تر ہیں۔ تو آیت کے معنی ہوئے نبی مسلمانوں سے ان کی جان سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ سب سے زیادہ قریب ہم سے ہماری جان اور جان سے بھی زیادہ قریب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہیں۔ اور زیادہ قریب چیز بھی چھپی رہتی ہے اور زیادتی قرب کی وجہ سے آنکھ سے نظر نہیں آتے“۔

صاحب تحذیر الناس کی اس تقریر سے معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم مسلمانوں سے ان کی جانوں سے زیادہ قریب ہیں خواہ وہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہوں،

---

56 (ضیاء القرآن، ج ۲، ص ۲۶۹)

تابعین، تبع تابعین، مجتہدین یا مقلدین۔ حتیٰ کہ قیامت تک تمام مسلمانوں سے ان کی جان سے زیادہ قریب ہیں۔

اولیٰ کے معنی

بعض محققین نے اولیٰ کے چند معنی لکھے ہیں۔ ایک تو بمعنی زیادہ مالک، اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو تم پر اتنا اختیار اور ملکیت ہے کہ اتنی ملکیت تمہاری جان کو تمہارے جسموں اور اعضاء پر نہیں ہے۔ دیکھو جان جسم کے اعضاء کی ایسی مالک ہے کہ عضو کی کوئی بھی حرکت بغیر جان کے ارادے کے نہیں ہوتی۔ ہاتھ، پاؤں، آنکھ، ناک، کان وغیرہ بالکل بے بس ہیں اور جان کے قبضہ میں ہیں۔ مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ملکیت اور قبضہ اس سے بھی زیادہ ہے کہ جو بھی حرکت ہو وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے فرمان کے تحت ہو۔

چنانچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا:

لا یؤمِنُ أحدُکم حتی یکونَ ھَواہ تَبَعًا لما جئتُ بہ۔[57]

حضرت سہل نے فرمایا کہ سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی لذت وہ کبھی نہیں پاسکتا جو اپنی جان، اپنے مال، اپنی اولاد اور ہر چیز کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی بالکل ملکیت نہ سمجھے۔

روح البیان اور مدارج النبوۃ میں اولیٰ کا معنی زیادہ قریب لکھا ہے۔[58]

---

[57] (الأربعین للنوی، ص ۴۱)

[58] (مدارج النبوۃ، ج ۱، باب سوم)

دنیا میں سب سے زیادہ قریب ہماری جان ہے۔ اس لئے اگر جسم کو ذرا بھی تکلیف پہنچ جائے تو روح کو خبر ہو جاتی ہے۔ اور جان سے بھی زیادہ قریب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہیں۔ جان ہر ہر عضو میں حاضر و ناظر ہوتی ہے، تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہر مسلمان کے پاس حاضر ہیں اور ناظر۔ اور مسلمان تو ہر گوشے میں رہتے ہیں، کیونکہ جن و انسان سب ہی میں مسلمان ہیں، تو حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں۔

شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ارشاد مبارک پہلے درج ہو چکا ہے کہ آپ نے لکھا ہے کہ مسلمانوں کے بہت سے فرقے ہوئے اور ان میں بہت سے اختلافات بھی ہیں مگر اس پر سب متفق ہیں کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں۔ قرآن مجید اور احادیث نبویہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم میں کسی جگہ خالق کائنات کے لئے حاضر و ناظر لفظ نہیں بلکہ شاھدًا لفظ شھودًا اور رؤف ورحیم وخبیر و بصیر وغیرہ کے الفاظ موجود ہیں اور یہی الفاظ معلم و مقصود کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے لئے بھی ضابطہ کائنات میں موجود ہیں۔ وہی آیات جن سے معلوم ہوتا ہے کہ صفات باری تعالیٰ کے مظاہر مخلوق میں کون کون اور کس طرح ہیں۔ وہ صفات جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں وہ اپنی مخلوق کو عطا فرما کر اپنے کلام کریم میں بیان فرمائی ہیں۔

خالق کائنات سمیع و بصیر ہے۔

إِنَّنِي مَعَكُمَا أَسْمَعُ وَأَرَىٰ (طٰهٰ ٤٦)

میں تمہارے ساتھ ہو کر سنتا اور دیکھتا ہوں۔

انسان کے لئے بھی خالق کائنات کا ارشاد مبارک ہے:

فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا (الإنسان ٢)

ہم نے انسان کو سمیع وبصیر بنایا۔

اللہ تعالیٰ کی ایک اور صفت مذکور ہے:

وَاصْنَعِ الْفُلْکَ بِأَعْيُنِنَا (ھود۳۷)

ہماری نگرانی میں کشتی تیار کیجیے۔

وہی صفت جو عین لفظ ہے، وہ انسان کے لئے بھی استعمال ہوا ہے:

تَرَى أَعْيُنَهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ (المائدۃ۸۳)

ان کی آنکھوں سے آنسو بہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے ہاتھ بیان فرمائے:

بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ (المائدۃ۶۴)

بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں۔

اور یہ بھی فرمایا:

يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ (الفتح ۱۰)

اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھ پر۔

اور فرمایا:

وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمَى (الأنفال ۱۷)

تو نے کنکریاں نہیں ماریں بلکہ اللہ تعالیٰ نے ماریں۔

اور یہی بات دوسرے انسانوں کے لئے بھی ثابت ہے:

بِمَا قَدَّمَتْ يَدَاکَ (الحج ۱۰)

بسبب اس کے کہ تیرے دونوں ہاتھوں نے عمل کیا۔

اور فرمایا:

مِمَّا عَمِلَتْ أَيْدِينَا أَنْعَامًا (یٰس ۷۱)

اس سے ہمارے ہاتھ نے کیا۔

یہ تمام آیات کریمہ اللہ تعالیٰ اور انسان کے مابین ہاتھ کا اشتراک ثابت کرتی ہیں حالانکہ دونوں کے درمیان عظیم فرق ہے۔

اور معترض کے ابہام و شرک کی جڑیں ان ہی آیات قرآنیہ سے کٹ جاتی ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو اپنے خاص ناموں مثلاً رؤف، رحیم، شہید وغیرہ سے موسوم کیا ہے۔ مگر مزید اطمینان کے لئے گزارش ہے کہ جس امر کو آپ ابہام شرک کی بنیاد قرار دے رہے ہیں بعینہ وہی امر قرآن مجید کی روشنی میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے لئے ثابت ہے، دیکھیے سمیع، بصیر، علیم، خبیر، عالم اور من یریٰ سب کا اعلان حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ذات اقدس پر قرآن مجید میں موجود ہے۔ آیۃ کریمہ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ (الإسراء ۱) میں حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو سمیع و بصیر کہا گیا ہے۔

جیسا کہ صاحب روح البیان نے لکھا ہے:

في "التأويلات" وفي قوله: {إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ} إشارة إلى أن النبي صلى الله عليه وسلّم هو السميع الذي قال الله: "كنت له سمعاً فبي يسمع وبي يبصر" فتحقيقه لنريه من آياتنا المخصوصة بجمالنا وجلالنا إنه هو السميع بسمعنا البصير ببصرنا فإنه لا يسمع كلامنا إلا بسمعنا ولا يبصر جمالنا إلا ببصرنا۔[59]

[59] (تفسیر روح البیان، ج۵، ص ۸۰، دار النشر/دار إحياء التراث العربی)

ترجمہ: تاویلات نجمیہ میں ہے کہ آیۃ کریمہ إِنَّه هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم وہ سمیع و بصیر ہیں۔ جن کے متعلق حدیث قدسی میں وارد ہے کہ میں اس کی سمع وبصر ہو جاتا ہوں تو وہ مجھ سے سنتا دیکھتا ہے۔ لہٰذا آیہ کریمہ کی تحقیق یہ ہوئی کہ ہم نے اپنے عبد مقدس کو اس لئے معراج کرائی کہ ہم اسے اپنی وہ نشانیاں دکھائیں جو ہمارے جلال و جمال کے ساتھ خاص ہیں۔ بے شک وہی عبد مقدس ہماری سمع کے ساتھ سمیع اور ہماری بصر کے ساتھ بصیر ہے، بے شک وہ ہمارا کلام ہماری سمع سے سنتے اور ہمارا جمال ہماری بصر سے دیکھتے ہیں۔

صاحب روح المعانی إِنَّهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْر کے تحت لکھتے ہیں:

وأما على تقدير كون الضمير للنبي صلّى الله عليه وسلّم كما نقله أبو البقاء عن بعضهم وقال: أي السميع لكلامنا البصير لذاتنا، وقال الجلبي: إنه لا يبعد۔[60]

إِنَّهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْر کی ضمیر جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی طرف لوٹائی جائے جیسا کہ ابوالبقاء نے بعض سے نقل کرتے ہوئے کہا ہے کہ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْر کے معنی یہ ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہمارا کلام سننے والے اور ہماری ذات کو دیکھنے والے ہیں۔ علامہ حلبی نے کہا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی طرف اس ضمیر کا راجع کرنا بعید نہیں۔

اس کے بعد صاحب روح المعانی فرماتے ہیں:

ولا يمتنع إطلاق السميع والبصير على غيره تعالى كما توهم لا مطلقا ولا هنا، قال الطيبي: ولعل السر في مجيء الضمير محتملا للأمرين الإشارة إلى أنه صلّى الله عليه وسلّم

---

[60] (روح المعانی، ج۸، ص ۱۵، الناشر: دار الکتب العلمیة-بیروت)

إنما رأى رب العزة وسمع كلامه به سبحانه كما في الحديث المشار إليه آنفا فافهم تسمع وتبصر۔[61]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے غیر پر سمیع اور بصیر کا اطلاق ممنوع نہیں جیسا کہ بعض لوگ وہم کرتے ہیں نہ اس آیت میں ممنوع ہے نہ مطلقاً۔ علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْر میں ایسی ضمیر کا لانا جو دونوں امر کا احتمال رکھتی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف بھی راجع ہو سکتی ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی طرف بھی اس بات کی طرف اشارہ کرنے کے لئے ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے رب العزت کی ذات پاک کو دیکھا اور اس کے کلام کو اسی کے سمع مبارک سے سنا جیسا کہ ابھی ابھی حدیث قدسی كنت له سمعا میں اشارہ گزر چکا ہے لہٰذا اس امر کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے۔

زرقانی شریف میں حضرت امام سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے نقل کر کے لکھتے ہیں:

أي العليم حكى السبكي في تفسير أنه هو السميع البصير. إن الضمير للنبي صلى الله عليه وسلم قال: ومعنى وصفه بهما أنه الكامل في السمع والبصر اللذين ندرك بها الآيات التي يريه إياها۔[62]

یہ ضمیر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے لئے ہے اور ان دونوں صفتوں کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو موصوف کرنے کے یہ معنی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سمع و بصر کی ان دونوں صفتوں میں کامل ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کی ان نشانیوں کا ادراک کیا جا سکتا ہے۔

---

[61] (روح المعانی، ج۸، ص ۱۵، الناشر: دار الکتب العلمیة-بیروت)

[62] (زرقانی شریف، ج۳، ص ۱۲۴)

پھر لکھتے ہیں:

فالأظهر أن المعنى السميع لكلام الله بلا واسطة البصير، أي الناظر إلى نور جماله بعين بصره، وهذا مما اختص به انتهى۔[63]

لہٰذا آیت کریمہ کا یہ روشن معنی ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کے کلام کو بلاواسطہ سننے والے اور اس کے نور جمال کو اپنی عینی بصر سے دیکھنے والے ہیں اور یہ وہ کمال ہے جس کے ساتھ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم مختص ہیں۔

لطائف علمیہ

اب دوسری آیات مبارکہ بھی پیشِ خدمت ہیں۔ جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات کا ذکر فرمایا اور پھر مخلوق کی طرف بھی ان کی نسبت فرمائی ہے۔ مثلاً:

الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى (طٰہٰ ۵)

رحمٰن عرش پر مستوی ہوا۔

اور انسان کے لئے فرمایا:

لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ (الزخرف ۱۳)

تاکہ تم ان کی پیٹھوں پر مستوی ہو۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت عزیز اور جبار بتائی اَلْعَزِیْزُ الْجَبَّار وہ اللہ غلبہ والا اور جبار ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے لئے فرمایا: عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ (التوبۃ ۱۲۸) جس سے تم دیکھتے ہو اسے وہ برداشت نہیں کرتے۔ اور حضرت یوسف علیہ السلام کے لئے حکایتًا فرمایا: أَيُّهَا الْعَزِيْزُ (یوسف ۷۸) اے عزت والے بادشاہ۔ اور عام سرکش انسان کو فرمایا كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ

---

[63] (زرقانی شریف، ج ۳، ص ۱۲۴)

عَلَى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ (غافر ۳۵) اسی طرح اللہ تعالیٰ متکبر اور جبار کے دل پر مہر لگائے گا۔ خالق کائنات کی صفت عظیم ہے۔ مخلوق میں اپنے عرش کو عظیم کہا وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ (التوبة ۱۲۹) وہ بڑے عرش کا رب ہے۔ اور بلقیس کے تخت کو عظیم کہا وَلَهَا عَرْشٌ عَظِيمٌ (النمل ۲۳) اس کا بہت بڑا تخت ہے۔ اسی طرح عذاب کو عظیم کہا وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ (البقرة ۷) ان کے لئے بہت بڑا عذاب ہے۔ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ (البقرة ۲۹)

شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مدارج النبوۃ میں لکھتے ہیں:

وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ووی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم دانا است بر ہمہ چیز از شیونات ذات الٰہی واحکام صفات حق واسماء وافعال و آثار و بجمیع علوم ظاہر و باطن اول آخر احاطہ نمودہ ومصداق فوق کل ذی علم علیم شدہ علیہ من الصلوٰۃ افضلہا من التحیات اتمہا واکملہا۔[64]

وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ یعنی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تمام چیزوں کو جاننے والے ہیں خواہ ذات الٰہی کی شانیں ہوں یا احکام خداوندی ہوں یا اللہ تعالیٰ کی صفات اور افعال و آثار ہوں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے تمام علوم ظاہر و باطن، اول و آخر کا احاطہ فرمایا ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم فوق کل ذی علم علیم کا مصداق ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی افضل ترین رحمتیں اور کامل ترین تحفے ان پر نازل ہوں۔ اب فقیر نے جو چند آیات کریمہ پیش کی ہیں ان میں اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی طرف بھی اپنی بعض صفات کا ذکر فرمایا ہے۔ اب اگر کم فہم یہ سمجھے کہ یہ سب شرکیات ہیں تو معاذ اللہ کیا اللہ تعالیٰ نے شرکیات قرآن مقدس میں فرمائے ہیں۔ تمام مسلمانوں کا یہی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات ازلی ابدی اور قدیم ہیں مخلوق کی طرف اگر نسبت ہو

---

[64] (مدارج النبوۃ، ج ۱، ص ۲)

جائے تو یہ مجازی اور حادث ہو گی۔ خالق اور مخلوق دونوں صفات میں برابر نہیں ہو سکتے لیکن اگر کوئی خالق کی صفات عالیہ کو مخلوق دونوں صفات میں برابر نہیں ہو سکتے لیکن اگر کوئی خالق کی صفات عالیہ کو مخلوق کی صفات میں لا کر شرک ثابت کرے تو اس نے خالق کی صفات کو حادث جانا اور ابدی ازلی نہ جانا۔

اب چند اور آیات کریمہ بھی پیش خدمت ہیں وہ ملاحظہ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ کی صفت حفیظ، علیم و حلیم ہے، یہی صفات بندوں کے لئے بھی بیان فرمائیں:

حضرت یوسف علیہ السلام کے لئے فرمایا:

إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ (یوسف ۵۵)

بے شک میں بہترین نگرانی اور علم والا ہوں۔

اور فرمایا:

سَحَّارٍ عَلِيمٍ (الشعراء ۳۷)

وہ جادوگر و علم والا ہو۔

اسی طرح حضرت اسحاق علیہ السلام کے لئے فرمایا:

وَبَشَّرُوهُ بِغُلَامٍ عَلِيمٍ (الذاریات ۲۸)

اور ہم نے انہیں علم والے بچے کی خوشخبری سنائی۔

حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے متعلق قول خداوندی ہے:

فَاسْأَلْ بِهِ خَبِيرًا (الفرقان ۵۹)

اس کے تحت علامہ صاوی فرماتے ہیں:

و المعنی اسئل بہ خبیرًا ای عالمًا بصفاتہ یطلعک علی ما خفی علیک و الخبیر یختلف باختلاف السائل فان کان السائل النبی علیہ الصلوٰۃ و السلام فالخبیر ھو اللہ و ان کان السائل

اصحابه فالخبیر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه و آلہٖ و اصحابہٖ وسلم و ان کان السائل التابعین فالخبیر الصحابة عن النبی عن اللہ۔[65]

فَاسْأَلْ بِهٖ خَبِیْرًا کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے متعلق کسی ایسی ہستی سے سوال کرو جو اس کی صفات کا عالم ہو وہ تمہیں محض علوم سے خبر دار کرے گا اور اختلاف سائل کے اعتبار سے خبیر مختلف ہو جاتا ہے۔ اگر سائل نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہوں تو خبیر اللہ تعالیٰ ہے اور اگر سائل حضور کے اصحاب کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہوں تو خبیر خود نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہیں اور اگر سائل تابعین ہوں تو خبیر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہوں گے جو نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے علم حاصل کر کے خبر دیں گے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے علم لے کر خبیر ہوں گے۔

اس سے بھی معلوم ہوا کہ خبیر اللہ تعالیٰ بھی ہے اور حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم بعطاء الٰہی ہیں اور پھر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی جو حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے مستفیض ہو گئے ہیں۔ کوئی مسلمان یہ نہیں کہتا کہ صفت خبیر ہونا حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے لئے ذاتی اور قدیم ہے بلکہ مسلمانوں کا یہ عقیدہ راسخ ہے کہ ان کی یہ صفت بھی مخلوق وحادث عطائی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفت سلام بھی ہے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نماز سے فارغ ہو کر یہ پڑھتے تھے: اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ، الخ اور یہی صفت اللہ تعالیٰ نے تحیہ کے لئے بتائی تَحِیَّتُھُمْ یَوْمَ یَلْقَوْنَهٗ سَلَامٌ (الأحزاب ۴۴) اس دن جب ان کی ملاقات ہو گی تو کہیں گے السلام علیکم۔ اللہ تعالیٰ کی صفت مومن بھی ہے اَلسَّلَامُ الْمُؤْمِنُ وہ سلامتی والا اور امن دینے والا ہے اور مسلمانوں کو بھی مومن بتا یا گیا ہے وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا

[65] (صاوی، ج۳، ص ۱۳۶)

(الحجرات ۹) اگر دو گروہ مومنین کے آپس میں لڑیں اللہ تعالیٰ کی صفت علی اور کبیر بھی ہے وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْر وہ اللہ تعالیٰ بلند اور بڑائی والا ہے۔ بندوں کے لئے بھی فرمایا گیا ہے وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا (مریم ۵۷) ہم نے ان کا مرتبہ بلند کیا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسم گرامی بھی علی ہے۔

فقیر نے یہ چند شہادات قارئین کی خدمت میں پیش کی ہیں امید ہے کہ اب قارئین کرام خوب اچھی طرح سمجھ گئے ہوں گے کہ مخلوق، مخلوق ہے اور خالق، خالق۔ اب ان دونوں کو ہمسر جاننا دین و ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھنے کے مترادف ہے۔ کسی مسلمان کو یہ زیبا نہیں کہ وہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ذات مبارکہ کے متعلق ایسی بات لکھے یا کہے کہ وہ توہینِ رسالت پر مبنی ہو یا اس میں توہین کا شائبہ ہو۔

مومن کامل کی صفت شہادت

ایک اور آیت کریمہ لکھی جاتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ اور حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے لئے دیکھنا بیان کیا گیا ہے:

وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ (التوبة ۹۴)

اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تمہارے اعمال دیکھیں گے۔

اب اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ اور حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے لئے دیکھنا فرمایا گیا ہے۔

قصیدۂ غوثیہ میں ہے:

نَظَرْتُ اِلٰی بِلَادِ اللہِ جَمِیْعًا   کَخَرْدِلَۃٍ عَلٰی حُکْمِ اتِّصَالِیْ

یعنی میں اللہ تعالیٰ کے تمام ملکوں کو ایسے دیکھ رہا ہوں جیسے ہاتھ کی ہتھیلی پر رائی کا دانہ۔

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

وَاِذَا سَمِعْتُ مِنْکَ قَوْلًا طَیِّبًا   وَاِذَا نَظَرْتُ فَلَا اَرٰی اِلَّاکَ

یعنی جب میں سنتا ہوں تو آپ ہی کا ذکر پاک سنتا ہوں اور جب دیکھتا ہوں تو آپ کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔

عزرائیل و عزازیل کی قوت

قارئین کرام کو پہلے بتا چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی صفت اسی طرح اور اسی حقیقت سے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے دوسرے میں نہیں ہوتی اور خصوصیت کے معنی یہ ہیں کہ یوجد فیہ ولا یوجد فی غیرہ اور روئے زمین کا کل جگہ موجود ہونا یا دیکھنا خاص مخصوص خدا کے ساتھ نہیں جو کہ ازلی، ابدی اور قدیم ہو۔

تفسیر معالم التنزیل اور رسالہ برزخ جلال الدین سیوطی اور شرح مواھب علامہ زرقانی میں ہے کہ ملک الموت قابض ہے جمیع ارواح جن وانس و بہائم اور جمیع مخلوقات کا۔ اور اللہ تعالیٰ نے کر دیا ہے دنیا کو اس کے آگے مثل چھوٹے خوان کے۔ اور ایک روایت میں آیا ہے مثل طشت کے فیعبض من ھاھنا وھاھنا یعنی ادھر سے لے لیتا ہے جان لو اور ادھر سے غور کرو کہ ایک آن میں مشرق سے مغرب تک کس قدر چیونٹی، مچھر، مکوڑے اور چرند پرند اور یہ آدمی مرتے ہیں ہر جگہ ملک الموت موجود ہوتا ہے۔

مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ ملک الموت وقت موت میت کے سرہانے ہوتا ہے مومن کے بھی اور کافر کے بھی۔ یہ حدیث طویل ہے اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تذکرۃ الموتیٰ میں بھی نقل کی ہے ایک حدیث کو طبرانی اور ابن مندہ سے اس میں یہ بھی ہے کہ ملک الموت نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے بیان کیا کہ ایسا کوئی گھر نہیں نیک یا بد آدمیوں کا جس کی طرف مجھ کو توجہ نہ ہو، رات دن دیکھتا رہتا ہوں اور ہر چھوٹے بڑے کو ایسا پہچانتا ہوں کہ وہ خود بھی اپنے کو اس قدر نہیں پہچانتے۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ملک الموت ہر جگہ حاضر ہے بھلا ملک الموت تو ایک فرشتہ مقرب ہے، دیکھو شیطان بھی ہر جگہ موجود ہے۔

در مختار شریف میں نماز کے مسائل میں لکھا ہے کہ شیطان اولادِ آدم علیہ السلام کے ساتھ دن کو رہتا ہے اور اس کا بیٹا آدمیوں کے ساتھ رات کو رہتا ہے۔

علامہ زین العابدین شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس بات کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ شیطان تمام بنی آدم کے ساتھ رہتا ہے البتہ جس کو اللہ تعالیٰ نے اس کے شر سے بچالیا۔

اس کے بعد لکھا ہے کہ:

واقدرہ علی ذلک کما اقدر ملک الموت علی نظیر ذلک۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے شیطان کو اس بات کی قدرت دی ہے جس طرح ملک الموت کو سب جگہ موجود ہونے پر قادر کیا ہے۔

صاحب براہین قاطعہ و شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

یہ آیات و احادیث جو فقیر نے قارئین کرام کے سامنے پیش کی ہیں ان سے ہر ذی علم مسلمان باخبر ہے۔ مگر افسوس کہ صاحبِ براہین قاطعہ نے لکھا ہے:

"ملک الموت اور شیطان کو جو یہ وسعت علم دی اس کا حال مشاہدہ اور نصوص قطعیہ سے معلوم ہوا۔ اب اس پر کسی افضل کو قیاس کر کے اس میں بھی مثل یا زائد اس مغضول سے ثابت کرنا کسی عاقل ذی علم کا کام نہیں"۔

صاحب براہین مسئلہ کی حقیقت کو سمجھا ہی نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ افضل کو قیاس کرنے والی بات نہیں بات تو اس معاملہ میں ہے کہ یہ ممکنات میں سے ہیں اور اگر ممکنات میں سے نہ ہوتی تو نہ ملک الموت علیہ السلام کے لئے ہو سکتی اور نہ شیطان کے لئے اور خوارج کے نزدیک تو یہ شرک ہے تو پھر افضل اور مفضول کی بات نہ ہوئی جو صفت افضل کے لئے شرک ہے وہ مفضول کے لئے شرک ہی ہو گی۔

پھر صاحب براہین قاطعہ لکھتے ہیں:

"قرآن و حدیث سے اس کے خلاف ثابت ہے پس اس کا خلاف کس طرح قبول ہو سکتا ہے بلکہ یہ سب قول مؤلف کا مردود ہو گا"۔

پھر آگے لکھتے ہیں:

خود فخر عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم فرماتے ہیں:

واللہ لا ادری مایفعل بی ولا بکم۔ (الحدیث)

اور شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔[66]

صاحب براہین نے اول تو یہ مان لیا ہے کہ مشاہدہ ملک الموت نصوص قطعیہ سے ثابت ہے اور بعد میں لکھا کہ قرآن اور حدیث سے اس کے خلاف ثابت ہے۔ ضابطہ کائنات قرآن مقدس سے تو کوئی دلیل نہیں لایا البتہ ایک دو احادیث پیش کیں۔

ایک حدیث یہ ہے:

وَاللّٰہِ لَا أَدْرِي مَا يُفْعَلُ بِي وَلَا بِكُمْ، الخ۔

یہ بخاری شریف کی حدیث ہے اور وہاں وَاللّٰہِ مَا أَدْرِي مَا يُفْعَلُ بِي۔ ہے۔ اس حدیث کے تحت علامہ عینی مصنف عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری نے لکھا ہے کہ وَاللّٰہِ مَا أَدْرِي میں مَا موصولہ ہے یا استفہامیہ، اگر مَا موصولہ ہو تو معنی اَلّذِیْ کا ہو گا۔ اگر استفہامیہ ہو تو پھر معترض کو کچھ فائدہ نہیں دے سکتا اور اگر نافیہ مراد لی جائے تو مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ (الفتح ۲) والی آیت کریمہ سے منسوخ ہے، لہٰذا قابل حجت نہیں۔

دوسری حدیث کے متعلق اتنا عرض ہے کہ شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے علم کے متعلق نصوص قطعیہ لکھ کر بعد میں یہ روایت جو صاحب براہین نے لکھی ہے نقل کرکے واضح کیا کہ اب اشکال اس روایت سے پیدا ہوتا ہے تو اس روایت کے نقل کرنے کے بعد مدارج النبوۃ میں فرمایا کہ یہ روایت بالکل بے اصل ہے۔ اس روایت کی کوئی اصل نہیں بے بنیاد روایت ہے۔

---

[66] (براھین قاطعه، ص ۵۱)

پھر صاحب براہین نے مکاری سے کام لے کر اس سے زیادہ صریح توہین آمیز الفاظ لکھے ہیں:

"الحاصل غور کرنا چاہیئے کہ شیطان وملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو خلاف نصوص قطعیہ بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے؟ شیطان اور ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی۔ فخر عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کرکے ایک شرک ثابت کرتا ہے"۔[67]

دیوبند مدرسہ کے صدر مدرس نے صاحب براہین کے لئے وکالت کرتے ہوئے آخر میں جو حق بات تھی وہی غیر شعوری وغیر ارادی طور پر لکھ دی۔ ہمارے نزدیک جو شخص حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے کسی وقت میں وصف علمیت کی نفی کرے وہ مستوجب تکفیر و تفسیق ہے۔[68]

المہند علی المفند لینی عقائد علماء دیوبند میں اس سوال کا جو جواب دیتے ہیں وہ بھی بغور پڑھنا چاہیئے۔

سوال: کیا تمہاری یہ رائے ہے کہ ملعون شیطان کا علم سید کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم سے زیادہ اور مطلقاً وسیع تر ہے اور کیا یہ مضمون تم نے اپنی کسی تصنیف میں لکھا ہے؟ اور جس کا یہ عقیدہ ہو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: اس مسئلہ کو ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا علم، حکم واسرار وغیرہ کے متعلق مطلقاً تمام مخلوقات سے زیادہ ہے اور ہمارا یقین ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ

---

[67] (براھین قاطعہ، ص ۵۱)

[68] (الشھاب الثاقب، ص ۹۳)

فلاں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے اعلیٰ ہے وہ کافر ہے، اور ہمارے حضرات اس کے کافر ہونے کا فتویٰ دے چکے ہیں، جو یوں کہے کہ شیطان ملعون کا علم نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے زیادہ ہے۔[69]

قاری طیب صاحب (مرحوم) مہتمم دارالعلوم دیوبند نے اپنی تالیف خاتم النبیین میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے علم کے متعلق لکھا ہے:

”اگر اور انبیاء کرام علیہم السلام کو علوم خاصہ عطاء ہوئے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو علم اولین و آخرین دیا گیا۔ **اوتیت علم الاولین والآخرین۔**[70] **ترجمہ:** مجھے علم اولین وآخرین دیا گیا ہے، جو الگ الگ انبیاء کرام علیہم السلام کو دیا گیا تھا“۔[71]

یہی قاری طیب صاحب دوسری تالیف ”شان رسالت“ میں لکھتے ہیں:

”غرض تمام اخلاق و کمالات حد کمال کے ساتھ حد اعتدال پر قائم اور قلب مبارک میں بیک دم پورے غلبہ کے ساتھ جمع ہیں پس قلب مبارک علوم اولین و آخرین کا جامع ہے۔ ایسے ہی اخلاق اولین و آخرین کا جامع بھی ہے، اور اسی لئے جہاں **انما بعثت معلمًا** میں اپنی شان بیان فرمائی وہیں **بعثت لاتمم مکارم الاخلاق** میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی دوسری شان بتائی گئی۔ ایک انتہائے علم پر دلالت کرتی ہے، اور ایک انتہائے اخلاق و عمل پر“۔[72]

---

69 (المهند على المفند، ص ۳۰، مطبوعہ سعید اینڈ سنز، کراچی)

70 (خصائص الکبریٰ، ج ۲، ص ۸۷)

71 (خاتم النبیین، ص ۱۷)

72 (شان رسالت، ص ۳۵)

قاری صاحب کے اس بیان سے معلوم ہوا کہ جس طرح آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا اخلاق و عمل انتہاء تک پہنچا ہے، اسی طرح آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا علم انتہاء تک پہنچ چکا ہے، اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم علوم اولین وآخرین کے عالم تھے۔

پس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو منبع العلوم اور منشاء علوم اولین وآخرین بنا کر مبعوث کیا گیا تاکہ ترقی یافتہ دنیا علوم اعلیٰ سے اپنی پیاس بجھا سکے اور خداشناسی میں اسے کوئی علمی حیلہ مانع نہ ہو۔

اسی مقام کو حدیث نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم میں ارشاد فرمایا گیا:

اُتِیتُ عِلْمَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ۔

مجھے اگلوں اور پچھلوں کے سارے علوم عطاء کر دیئے گئے ہیں۔

پس مختلف علوم میں ذوات انبیاء کرام علیہم السلام مثل حواس خمسہ کے ہیں اور حضور مثل حس مشترک کے ہیں، جو علوم کا مجمع اور منبع ہے، پس اور حضرات جستہ جستہ علوم کے حامل ہیں۔ اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم خزانہ علم و نبوت ہیں۔ پس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہی منتہائے علوم بھی ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہی پر علوم کا کارخانہ ختم ہو جاتا ہے۔[73]

دیوبند کے قاری صاحب کے اقوال سے بھی ثابت ہوا کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم علوم اولین و آخرین کے عالم ہیں۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ علم ظنی نہیں بلکہ قطعی ہے اور قطعیت سے انکار کفر ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ براہین قاطعہ میں جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے علم کی نفی لکھی گئی ہے وہ قرآن واحادیث نبویہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ

---

[73] (شان رسالت از قاری طیب، ص ۳۲)

واصحابہٖ وسلم اور اقوال آئمہ دین رحمہم اللہ تعالیٰ کے خلاف ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا یہ علم مشاہدہ سے ہے اس لئے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو **شاھدًا** فرمایا گیا۔

اور حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا:

اِنِّیْ اَرٰی مَالَا تَرَوْنَ۔

کہ میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے۔

مشکوٰۃ شریف باب تسویۃ الصف میں ہے:

أَقِيمُوا صُفُوفَكُمْ وَتَرَاصُّوا فَإِنِّي أَرَاكُمْ مِنْ وَرَاءِ ظَهْرِي۔[74]

اپنی صفیں سیدھی کرو اور ایک دوسرے کے قریب کرو، کیونکہ میں تمہیں اپنی پیٹھ کے پیچھے دیکھ رہا ہوں۔

چند عقلی دلائل

برادرانِ ملت! عصر حاضر میں مسئلہ حاضر وناظر (ایک فرد بالخصوص انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظام رحمہم اللہ تعالیٰ کا بیک وقت متعدد مقامات پر موجود ہونا) کا سمجھنا کوئی مشکل بات نہیں رہی۔ کیونکہ سائنسی ایجادات ونفسیات ومابعد النفسیات کے علمی میدان میں سائنسی تحقیقات نے نہ صرف مسئلہ ھذا بلکہ دیگر مسائل دینیہ (حیات بعد الممات، عذاب قبر، عالم برزخ کی واردات ومسائل نور وبشر) بھی حل کر دیئے ہیں۔ حق کے متلاشی اہل فکر ونظر ان ایجادات وتحقیقات سے حتی المقدور استفادہ حاصل کرکے اپنے قلوب واذہان کو نور ایقان سے منور کر رہے ہیں۔ تاہم کور باطن افراد وملائے دقیانوس نہ صرف سائنسی ایجادات وتحقیات سے انکار کرکے بلکہ معجزات انبیاء کرام علیہم

---

[74] (مشکوٰۃ المصابیح، ج ۱، ص ۳۴۰، الناشر: المكتب الإسلامي - بيروت)

السلام و کرامات اولیاء اللہ رحمہم اللہ تعالیٰ کو شرک زعم کرکے ہنوز بحرِ ظلمات میں ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔ خالقِ کائنات نے یہ وسیع و عرض زمین و آسمان، پہاڑ و سمند، آفتاب و مہتاب و دیگر اجرام فلکی کو نور محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے بحکم کن پیدا فرما کر ضابطہ کائنات میں ارشاد فرمایا کہ ان کی تخلیق میں اہل دانش کے لئے نشانیاں ہیں اور کہیں دعوتِ فکر دی کہ ان کی تخلیق میں غور و تدبر کرو۔ کیونکہ ہر موجودِ کائناتی اپنے موجد کے وجود کا احساس دلاتا ہے اور ہر صنعت اپنے صانع کے وجود کا پتہ دیتی ہے۔

آفتاب و مہتاب کی تخلیق

آیئے سر دست آفتاب و مہتاب کی تخلیق میں غور کریں اور آنکھیں کھول کر چشم بصیرت سے دیکھیں کہ آفتاب و مہتاب کس طرح اپنے خالق اور باعثِ تخلیقِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے موجود ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔

تخلیق کائنات سے متعلق سائنسدانوں کے تصورات و تحقیقات جدا جدا اور ہنوز نامکمل ہیں۔ بعض سائنس دانوں کے نزدیک یہ تمام کائنات پگھلے ہوئے مواد کا تمام فضاء میں کھولتا ہوا بے انتہاء سمندر تھا جو بالآخر منجمد ہو کر اجرام فلکی کی صورت اختیار کر گیا، جبکہ کچھ دوسرے سائنس دانوں کے نزدیک ابتداءً فضائے عالم میں نور ہی نور تھا جو بعد میں کسی ایسی قوت میں تبدیل ہو گیا جو طویل عرصہ تک فضا میں بے حس و حرکت پڑی رہی۔ مدت مدیلہ کے بعد یہ قوت سیال گیس کی طرح روشن مراد کی شکل اختیار کر گئی۔ اب اس ابتدائی قوت و نور کے متعلق اہل سائنس کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ ابتدائی قوت کہاں سے آئی؟ یہاں پہنچ کر انسانی تصور ایک خاص فضا و وقت کے ماحول میں محدود ہونے کی بنا پر اس سوال کا جواب دینے قاصر و عاجز ہے۔ اسی مقام پر رہنمائی فرمانے کے

لئے خالق کائنات نے اپنے برگزیدہ بندوں یعنی انبیاء کرام علیہم السلام کو وقتاً فوقتاً مبعوث فرمایا جنہوں نے انسانوں کو بتایا کہ قوت کا اصل سرچشمہ ازلی و ابدی ذات و صفات والا خالق کائنات اللہ تعالیٰ ہے اور اس کا نور آسمان و زمین میں ہے۔ باعث تخلیق کائنات آخر المبعوثین معلم کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ایک طویل حدیث مبارک میں تخلیق کائنات کے سربستہ راز سے یوں پردہ اٹھایا کہ ایک روز آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے ایک غلام حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم مجھے خبر دیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں سے پہلے کیا پیدا فرمایا؟ معلم کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا اے جابر! بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں سے پہلے تیرے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا تو وہ نور دورہ فرماتا رہا قدرت کے ساتھ جہاں اللہ تعالیٰ نے چاہا اور اس وقت نہ لوح محفوظ تھی، نہ قلم اور نہ جنت، نہ دوزخ، نہ فرشتے تھے نہ آسمان، نہ زمین، نہ سورج، نہ چاند ستارے، نہ کوئی جن اور نہ کوئی انسان۔ پس جب ارادہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ پیدا فرمائے خلق کو تو تقسیم فرمایا اس نور کو چار اجزاء میں، پہلی جزو سے قلم دوسری سے لوح محفوظ، اور تیسری جزو سے عرش کو پیدا فرمایا۔ پھر چوتھی جزو کو چار اجزاء میں تقسیم کیا، اس کی پہلی جزو سے عرش اٹھانے والے فرشتے، دوسری سے کرسی، تیسری سے باقی فرشتے پیدا فرمائے، چوتھی جزو کو پھر چار اجزاء میں تقسیم فرمایا، اس کی پہلی جزو سے آسمان، اجرام فلکی، دوسری سے زمین اور تیسری سے جنت و دوزخ بنائے، پھر چوتھی جزو کو مزید چار اجزاء میں تقسیم فرما کر اس کی پہلی جزو سے مؤمنوں کی آنکھوں کا نور، دوسری سے ان کے دلوں کا نور بنایا جو اللہ تعالیٰ کی معرفت ہے، اور تیسری سے ان کی انس کا نور بنایا اور وہ توحید کلمہ طیبہ ہے۔

اس حدیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ ہر موجودِ کائناتی وآفتاب ومہتاب کی اصل نورِ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہے اور اس کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ اب آیئے یہ دیکھیں کہ آفتاب و مہتاب اللہ ورسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے حاضر وناظر ہونے پر کس طرح دلالت کرتے ہیں۔

ایک شخص کراچی میں، دوسرا لاہور میں، تیسرا پشاور میں اور چوتھا کوئٹہ میں ہے۔ اب دن کے وقت کسی بھی معینہ وقت پر ان سے پوچھا جائے کہ سورج کہاں ہے تو ہر ایک کا یہی بیان ہو گا کہ سورج میرے قریب ہے، میرے سامنے ہے، میں اس کا مشاہدہ کر رہا ہوں۔ حالانکہ چاروں اشخاص سینکڑوں میل دور ہیں۔ مگر سب سورج کو اپنے قریب حاضر پاتے ہیں اور اس کی دھوپ و تپش سے مستفید ہوتے ہیں۔ یہی حال اللہ تعالیٰ ورسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا ہے کہ اللہ تعالیٰ ورسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے انوار تمام کائنات کو بیک وقت روشن کئے ہوئے موجود ہیں۔ جس طرح اہل زمین ایک ہی سورج کو مختلف مقامات پر بیک وقت موجود پاکر اس سے مستفید ہوتے ہیں۔ اسی طرح اہل دین و ایمان اللہ تعالیٰ ورسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو اپنی جانوں سے بھی قریب پاکر مستفیض ہوتے اور دیدارِ حق سے مسرور رہتے ہیں۔ جس طرح آفتاب و مہتاب کی شعاعیں زمین و اہل زمین کو منور کرتیں اور حیاتِ نو بخشتی ہیں، اسی طرح حقیقتِ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے انوار و تجلیات طالبانِ حق و ہدایت عارفانِ باخدا کے قلوب واذہان کو منور کرکے نور ہدایت و بصیرت عطا فرماتے ہیں۔ جب آفتاب ومہتاب جیسے موجودِ کائناتی بیک وقت اہل زمین کے لئے موجود ہو کر انہیں مستفید کر سکتے ہیں تو خالق کائنات وباعث تخلیق کائنات کیونکر حاضر وناظر ہو کر افراد کائنات کو منور نہیں کر سکتے؟

یاد رکھیئے حضور معلم و مقصودِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہدایت و معرفتِ حق کے چمکتے ہوئے سورج سراجًا منیرًا ہیں۔ جس مومن نے بھی اسم ذات سے اپنے قلب کو منور کر کے ایمان کی نگاہ سے جب اور جہاں دیکھا وہیں معلم و مقصود کائنات روحِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو موجود پایا۔

امام شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے میزان میں لکھا ہے کہ ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وغیرہ اولیاء اللہ فرماتے ہیں کہ اگر ایک پلک جھپکنے کے برابر بھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہم سے چھپ جائیں تو ہم اپنے تئیں مسلمان نہ جانیں۔

ٹی وی سنٹر

ٹی وی نے تو اس مسئلہ کو بالکل واضح کر دیا ہے۔ مثلاً پاکستان کے کسی بھی ٹی وی سنٹر سے کوئی صاحب خبریں نشر کر رہے ہیں تو ملک کے گوشے گوشے میں ہر ٹی وی سیٹ پر ان کی تصویر موجود ہو گی۔ نیز ملک کے ایک شہر بلکہ مواصلاتی سیارہ کے ذریعے دنیا کے کسی ایک شہر سے کوئی میچ ٹی وی پر دکھایا جائے تو تمام ملک بلکہ تمام دنیا میں بیک وقت دیکھا جاتا ہے۔ یہ مادی قوت و بجلی و نور کا کرشمہ اور اہل سائنس کا کمال ہے۔ تو نورِ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے کرشمہ اور خالق کائنات کی طاقت سے آخر کیوں انکار کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے معجزات و کمالات کا انکار دراصل اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت و کمالات کا انکار ہے۔ ہم مادی بجلی کی قوت سے سینکڑوں بلکہ ہزاروں میل دور کے مناظر کا مشاہدہ کر سکتے ہیں تو رسول اللہ معلم کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ قوتوں سے کائنات کا مشاہدہ کیوں نہیں کر سکتے؟

بعض کور باطن لوگ بالخصوص ملاں حضرات یہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم حاضر وناظر ہیں تو ہمیں نظر کیوں نہیں آتے؟ فقیر اس کے جواب میں عرض کرے گا کہ جس طرح آفتاب ومہتاب کو دیکھنے کے لئے ظاہری بصارت کی ضرورت ہے۔ اسی طرح آفتاب ہدایت ومعرفت کے دیدار کے لئے چشمِ بصیرت کی ضرورت ہے۔ اندھا اگر چاند کی چاندنی سے انکار کردے تو اس میں اس کی آنکھوں کا قصور ہے جن میں بصارت نہیں، نہ کہ چاند کا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تم جیسے اندھوں کو اگر نظر نہیں آتے تو اس میں ان کا کیا قصور ہے؟ قصور تو تمہاری اس چشم کور باطن کا ہے جس میں نورِ ایمان وایقان نہیں۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ جس طرح ٹی وی سیٹ میں تصویر کنٹرول کرنے والا پرزہ خراب ہو جائے تو تصویر فضا میں موجود ہونے کے باوجود پردہ پر نہ آئے گی، یا آواز کنٹرول کرنے والا پرزہ خراب ہو جائے تو آواز کی لہریں فضا میں موجود ہونے کے باوجود ٹی وی پر آواز نہیں آئے گی۔ یہی حال ہمارا ہے کہ اگر ہمارے عقائد واعمال دستورِ حق کے مطابق ہوں گے تو دیدارِ حق سے مشرف اور کلام حق کی سماعت سے (بالخصوص نماز میں) مستفید ہوں گے۔ یہی وجہ ہے کہ عارفانِ باخدا درویشانِ حق نماز میں حضور معلم کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر سلام کے وقت سلام کے جواب اور دیدارِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے مشرف ہوتے ہیں، معلم کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہر مومن مسلمان کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔

اس کے برعکس جب بھی کسی کے عقیدہ یا عمل میں فتور پیدا ہو گا وہ دیدارِ حق اور کلامِ حق کی سماعت کی نعمت سے محروم ہو جائے گا۔ اگرچہ فضا میں حقیقت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے انوار ہر وقت موجود رہتے ہیں۔ فقیر کور باطن معترض مدعیان علم حضرات سے پوچھتا ہے

کہ تم کیونکر دیدارِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی تمنا کر سکتے ہو؟ جبکہ تمہارا عقیدہ ہی یہ ہے کہ نماز میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا خیال آنا اپنے بیل و گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے بدرجہا بدتر ہے۔[75]

اپنے بیل و گدھے کے تصورات میں رہتے ہوئے دیدارِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی تمنا کمال حماقت ہے۔

جس طرح الیکٹرانکس کا علم رکھنے والا اور ٹی وی مرمت کرنے کا ماہر ہی ٹی وی کی خرابی کو سمجھ کر اسے دور کر سکتا ہے اسی طرح شریعت مطہرہ کے ظاہری و باطنی علوم کا ماہر ہی کسی روحانی مرض اور اس کے اسباب کی تشخیص کر کے اسے دور کر سکتا ہے۔ شریعت مطہرہ کے ظاہری و باطنی علوم کے ماہر ہی کو مرشدِ کامل کہتے ہیں۔

آیئے اب چاند ستاروں کی طرف دیکھیں۔ چاند ستاروں کو بھی رات کے وقت مختلف مقامات پر دیکھیں گے تو بیک وقت موجود پائیں گے۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ چاند و ستارے بذاتِ خود روشن نہیں بلکہ سورج ہی کی روشنی کو اہلِ زمین کی طرف منعکس کرتے ہیں اور سورج ہی کی روشنی سے خود بھی منور ہوتے ہیں۔ جس طرح چاند اور ستارے سورج سے روشنی پا کر اول خود منور ہوتے ہیں، اور پھر اس روشنی کو اہل زمین کی طرف منعکس کرتے ہیں۔ مختلف مقامات پر بیک وقت اہلِ نظر کو نظر آتے ہیں۔ اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم و افراد اہل بیت اطہار و اولیاء اللہ بھی سراج المنیر معلم کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے نور ہدایت لیتے ہیں اور ان کی صفات کے مظہر بن کر ہر جگہ روحانی و جسمانی طور پر موجود ہونے کی طاقت رکھتے ہیں ایک ہی وقت میں وہ

---

[75] (صراطِ مستقیم از اسماعیل دہلوی)

اپنے متوسلین میں موجود ہوتے اور اسی وقت وہ بارگاہِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اور اپنے مسکن پہ بھی حاضر رہتے ہیں۔ تمام مومنین جو ان سے استفادہ کرتے اور مستفید ہوتے ہیں وہ سیارچوں کی مثل ہیں۔

یاد رکھیئے! اللہ تعالیٰ خالقِ کائنات اپنی شان سے دائمًا شاہد (حاضر وناظر) ہے۔ اور معلم کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اس کے بے نظیر و بے مثال محبوب ہیں جو اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ قوت سے حاضر وناظر ہیں۔ اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم واہلبیت اطہار رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور اولیاء اللہ رحمہم اللہ تعالیٰ معلم ومقصود کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی صفات کے مظہر ہیں۔ جس طرح آفتاب ومہتاب وستاروں کو بیک وقت مختلف مقامات پر حاضر مان کر شرک لازم نہیں آتا اسی طرح انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کو بھی حاضر وناظر مان کر شرک لازم نہیں آتا۔

اب اگر سورج نہ ہو تو چاند میں روشنی کہاں سے آئے گی اگر سورج ہے تو چاند روشن ہوگا۔ اگر سورج نہیں تو چاند میں اندھیرا ہوگا۔ اسی طرح اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی حقیقت محمدیہ کی تجلیات وانوار رسالت موجود نہ ہوں تو ہم کو ایمان کہاں سے ملے گا۔ اور نورانیت و رسالت ان کی ذات مبارکہ سے وابستہ ہیں۔ ہم پندرہویں صدی کے مسلمان قیامت کے روز حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو جب یہ کہیں گے کہ اے ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہم آپ کے امتی ہیں اس لئے ہماری شفاعت فرمائیں تو اس وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو ہم کون کون سے گواہ وہاں پیش کریں گے۔ نیز اگر اس وقت کوئی شخص اسلام قبول کرنا چاہے تو اس کو کیا کرنا چاہیئے، کیا وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ

وسلم کے روضہ مبارک کے سامنے پیش ہو کر عرض کرے کہ میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں، یا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم خود ظاہری جسم اطہر وانور کے ساتھ اسے مسلمان کریں؟ چنانچہ شریعت مطہرہ کا حکم ہے کہ جہاں ہو وہیں کلمہ طیبہ پڑھ کر مسلمان ہو جائے۔اب اصولاً حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو معلوم ہونا چاہیئے کہ میری امت میں ایک یہ امتی زیادہ ہوا ہے۔ جن لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم شاہد نہیں تو پھر وہ کیا کریں گے؟ اگر ہم آج مادی بجلی کی وقت سے سینکڑوں میل دور کے مناظر کا مشاہدہ کر سکتے ہیں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم خداداد روحانی قوت سے کائنات کا مشاہدہ کیوں نہیں کر سکتے؟ اگر وائرلیس کے ذریعہ دو اشخاص آپس میں طویل فاصلہ سے ایک دوسرے کی باتیں سن سکتے ہیں تو روحانی لوگ کیوں روحانی لوگوں کی باتیں نہیں سن سکتے؟

مسئلہ حاضر وناظر اقوال العارفین کی روشنی میں

ا۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کیمیائے سعادت میں لکھا ہے:

"تم یہ گمان نہ کرنا کہ عالم روحانی کی طرف دل کا دروازہ تب ہی کھلتا ہے جب آدمی سو جائے یا مر جائے، بلکہ اگر کوئی (مومن) شخص (درستیٔ عقائد کے ساتھ) محنت و مشقت سے کام لے اور خواہشات وغصہ پر قابو پالے اور برے اخلاق سے اپنے آپ کو پاک کر لے اور خالی جگہ میں بیٹھ کر آنکھیں بند کر کے اور حواس خمسہ کو معطل کر کے دل کی عالم روحانی کے ساتھ اتنی مناسبت پیدا کر دے کہ ہمیشہ دل سے اللہ اللہ کہے زبان سے نہیں۔ حتیٰ کہ اپنے آپ اور تمام جہان سے بے خبر ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی خبر نہ رکھے جب ایسا ہو جائے تو اگرچہ جاگتا ہو پھر بھی دل کا دروازہ کھلا رہے گا اور لوگ جو کچھ خواب میں دیکھتے ہیں وہ جاگتے میں دیکھے گا۔ فرشتوں کی ارواح اچھی

صورتوں میں اس پر ظاہر ہوں گی۔ انبیاء علیہم السلام کو دیکھنے لگے گا، اور ان سے بہت فائدہ اور مدد پائے گا۔ زمین و آسمان کے ملکوت اسے نظر آنے لگیں گے، اور جس کسی پر یہ راہ کھل گئی وہ عجیب عجیب تماشے اور بڑے بڑے کام جن کی تعریف امکان سے باہر ہے دیکھے گا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا یہ ارشاد اسی سے متعلق ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ موت اور نیند کے بغیر بھی بہت کچھ نظر آجاتا ہے"۔[76]

۲۔ امام المتکلمین حافظ محمد ایوب دہلوی کے مقالات میں ہے:

اب رہا سوال ہر جگہ حاضر وناظر ہونے کا کہ اس صورت میں شرک لازم آتا ہے تو میں کہتا ہوں کہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا موجب شرک نہیں۔ کیونکہ شیاطین ہر انسان کے ساتھ ہیں، اور اس کو دیکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

إِنَّهُ يَرَاكُمْ هُوَ وَقَبِيلُهُ (الأعراف ۲۷)

اور نیز ملائکہ ہر انسان کے ساتھ اور اس انسان کے اعمال سے باخبر ہیں۔

كِرَامًا كَاتِبِينَ (۱۱) يَعْلَمُونَ مَا تَفْعَلُونَ (الانفطار ۱۲)

محرم کاتب تمہارے افعال سے باخبر ہیں تو جس طرح شیطان و ملائکہ کا حاضر وناظر ہونا شرک نہیں ہے اسی طرح نبی کا حاضر وناظر ہونا بھی شرک نہیں میں کہتا ہوں کہ محمد رسول اللہ یہ قضیہ ہر وقت ہر جگہ صادق اور جو انکار کرے وہ کافر ہے اور یہ قضیہ موجبہ مشتبہ ہے منفیہ سالبہ نہیں ہے اور قضیہ موجبہ کا صدق موجود موضوع کو چاہتا ہے یعنی اس قضیہ کا مضمون یہ ہے کہ رسالت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے لئے اس وقت ثابت ہے اور رسالت کا حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ

---

[76] (کیمیائے سعادت، ص ۳۱)

وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے لئے ثبوت حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی فرع ہے۔ مطلب یہ ہے کہ قضیہ موجبہ کا صدق یہ چاہتا ہے کہ اس موضوع یعنی مبتداء موجود ہو اور یہاں اس صادق قضیہ کا موضوع محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہیں، لہٰذا اس وقت حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو موجود نہیں ہونا چاہیئے تب یہ قضیہ صادق آئے گا اور یہ قضیہ تمام فرق اسلامیہ کے نزدیک صادق ہے ہر وقت لہٰذا اس وقت بلکہ ہر وقت جب بھی یہ قضیہ صادق ہو گا تو حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم موجود ہوں گے، اور یہ اصل کہ ثبوت شیٔ شیٔ فرع ہے۔ ثبوت مثبت لہٗ کی اصل پر حکماء فلاسفہ اور تمام علماء اسلام متفق ہیں لہٰذا اس اصل کے متفق علیہ ہونے کی بناء پر میں کہتا ہوں کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم جہاں بھی یہ قضیہ اور جس جگہ بھی یہ قضیہ صادق آئے گا۔ اس وقت اور اس جگہ آپ کی ذات مبارکہ موجود ہو گی۔ نیز آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تمام عالموں کے لئے رحمت ہیں۔ اور رحمت اشیاء سے وسیع ہے۔ اس لئے آپ تمام اشیاء اور تمام عالمین میں جلوہ گر ہیں۔ اب اگر تو کہے کہ شیاطین کفار اور فساق نجاسات میں آپ کی ذات پاک کیسے جلوہ گر ہو سکتی ہے تو میں کہوں گا کہ جس طرح آفتاب کا نور آفتاب کی ضو شیاطین کفار فساق نجاسات پر پڑنے کے بعد نجس نہیں ہوتا اور ان سب میں جلوہ گر ہوتا ہے اسی طرح آفتاب رسالت کا نور تمام نجاسات پر پڑنے کے بعد نجس نہیں ہوتا۔ اب اگر تو یہ کہے کہ اس وقت شرک لازم آتا ہے تو میں کہوں گا کہ شرک لازم نہیں آتا جس طرح شیطان و شیاطین کا ہر انسان میں حاضر ہونا موجب شرک نہیں ہے۔

جیسا کہ فرمایا:

إِنَّهُ يَرَاكُمْ هُوَ وَقَبِيلُهُ (الأعراف ۲۷)

شیطان اور شیاطین تم کو دیکھتے ہیں۔

اور جس طرح ملائکہ ہر انسان کے ساتھ ہیں۔

يَعْلَمُونَ مَاتَفْعَلُونَ (الانفطار ۱۲)

تمہارے افعال سے ملائکہ باخبر ہیں۔

تو جس طرح شیاطین و ملائکہ کا حاضر و ناظر ہونا موجب شرک نہیں ہے اسی طرح آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ذات بابرکات کا حاضر و ناظر ہونا موجب شرک نہیں ہے۔ بڑی تعجب کی بات ہے کہ گمراہ کرنے والی جماعت اور رپورٹ کرنے والی جماعت تو حاضر و ناظر ہو، لیکن تمام عالم کو ہدایت کرنے والا غیر حاضر اور غیر ناظر ہو۔ اب اگر تو یہ کہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ذات مبارکہ دکھائی کیوں نہیں دیتی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح ملائکہ اور شیاطین باوجود حاضر ہونے کے دکھائی نہیں دیتے اسی طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نہیں دکھائی دیتے۔ حضرت براء بن عاذب رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ مردے کے پاس دو فرشتے آکر اس کو بٹھاتے ہیں اور دریافت کرتے ہیں تیرا دین کیا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے میرا دین اسلام ہے پھر وہ پوچھتے ہیں یہ ہستی کون ہیں جو تم میں مبعوث کئے گئے؟ وہ کہتا ہے یہ محمود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہیں۔[77]

لوگ ہر آن مر رہے ہیں اور ہر آن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ان کی قبر میں تشریف لا رہے ہیں لہٰذا معلوم ہوا کہ حاضر و ناظر ہونا نہ شرک ہے اور نہ بدعت۔

میں کہتا ہوں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم مومن کے ساتھ ہیں۔

النَّبِيُّ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ (الأحزاب ٦)

---

[77] (مشکوٰۃ شریف، ص ۲۵)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو مومنوں سے اتنی محبت ہے کہ خود مومنوں کو اپنے آپ سے اتنی محبت نہیں۔

اس آیت سے یہ ثابت ہو گیا کہ نبی محب المؤمنین ہیں۔

اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا:

المرء مع من احب۔

آدمی اپنے محبوب کے ساتھ ہے۔

آیت اور حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم محب مومنین ہیں۔ اور محب مع المحبوب ہے۔ نتیجہ نبی مع المؤمنین ہے اور یہ غایت درجہ کی تحقیق ہے کہ ہم نے عقلاً اور شرعاً نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی موجودگی ثابت کر دی ہے۔ غور کرو اب اگر تو یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ (الحدید ۴)

یعنی جہاں تم ہو اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ صفت معیت اللہ تعالیٰ کی ہے اور اسی طرح حاضر وناظر ہونا بھی اللہ تعالیٰ کی ہے اور صفات الٰہیہ کو غیر اللہ کے لئے ثابت کرنا شرک ہے تو میں کہوں گا کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے حیٔ ہے فاعل بالاختیار ہے عالم ہے، قادر ہے، سمیع ہے، بصیر ہے، مالک ہے، رحیم ہے وغیرہ اور یہ تمام صفتیں بندوں میں موجود ہیں تو جس طرح ان تمام صفتوں کی بندوں میں موجودگی موجب شرک نہیں ہے اسی طرح حاضر وناظر ہونا بھی شرک نہیں ہے۔[78]

---

[78] (مقالات ابو ایوب، حصہ سوم، ص ۲۷۸ تا ۲۸۱)

۳۔ عارف ربانی پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے حاضر وناظر کے متعلق فرماتے ہیں:

"میرے خیال میں ظہور وسریان حقیقت احمدیہ ہر عالم وہر مرتبہ اور ہر ذرہ میں عند المحققین من الصوفیۃ ثابت ہے۔ اس کو حقیقت الحقائق کہتے اور لکھتے ہیں فھو نورہٗ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اولاً جو بصورت معنویہ قلب تقی، نقی اور جسد شریف عنصری ظاہر ہوا۔ ظہور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم بصورت مثالیہ شریفہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ہر مکان وہر زمان میں احادیث صحیحہ میں ثابت ہے۔ جس کا اقرار واقعی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا اقرار اور اس کا انکار آپ کا انکار مانا گیا ہے۔ کمافی حدیث البخاری فی کتاب الایمان اہل تجربہ کو ظہور کذائی مثالی کا کرّۃً کرّۃً مرّۃً مرّۃً اتفاق ہوتا رہتا ہے۔ البتہ ظہور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا بجسد العنصری العینی کا پتہ بعض اہل مشاہدہ سے ملتا ہے اور بلحاظ واقعہ معراج شریف وخصائص ولوازم مختصہ جسد شریف علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے مستبعد بھی نہیں"۔[79]

۴۔ فتاویٰ مظہری میں شیخ الاسلام مفتی اعظم محمد مظہر اللہ دہلوی فرماتے ہیں سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی نسبت قرآن کریم میں شاہداً کا اطلاق آیا ہے اور شاہد کہتے ہیں گواہ کو جو اپنی آنکھوں سے دیکھی شے کی گواہی دیتا ہے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم چونکہ روحانی قوت سے مخلوقات پر نظر رکھتے ہیں، اس لئے بعض اہل سنت نے آپ کو حاضر وناظر کہا ہے۔ اسلئے کہ حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم مخلوقات میں ساری ہے۔ اس وجہ سے حکم کرتے ہیں کہ مصلی کو اس معنی سے غافل نہیں ہونا چاہیئے۔ بہرحال حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ

---

[79] (مہر منیر، ص ۴۵۵)

واصحابہ وسلم کو علم کی وجہ سے حاضر کہا گیا ہے یا سریانِ حقیقت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی وجہ سے۔[80]

حضرت علامہ سرور احمد صاحب نے حاضر وناظر کے متعلق فرمایا ہے:

”حضور نبی مکرم شفیع معظم رسول محتشم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم حاضر وناظر ہیں دنیا کی کوئی چیز ان کی نظر انور سے پوشیدہ نہیں ہے، اور نہ ہی دنیا کی کوئی شے ان سے غائب ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إنّ اللهَ قد رَفعَ لِيَ الدُّنيا، فأنا أنظرُ إليها وإلى ما هوَ كائنٌ فيها إلى يومِ القيامةِ، كأنّما أنظرُ إلى كَفِّي هذِه۔[81]

اس حدیث سے دو باتیں ثابت ہوئیں ایک یہ کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ساری دنیا کے ناظر ہیں، دوسری بات یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ سے اپنے حبیب پاک صاحب لولاک علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سب دوریاں اٹھادی ہیں اور ساری دنیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے قریب کر دی ہے۔ آپ کے قریب جیسے فرش ایسے عرش، جیسے عرب ایسے عجم، جیسے مدینہ ایسے مکہ اور دنیا کے دیگر شہر ہم سے بعض چیزیں نزدیک بعض دور ہیں۔ مگر ہمارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے کوئی چیز دور نہیں ان کی شان اعجازی شان ہے، ان کا ناظر ہونا بھی ان کا بڑا معجزہ ہے اور ان کا حاضر ہونا بھی عظیم الشان اعجاز ہے۔[82]

---

80 (فتاویٰ مظھری، ص ۳۷۱)

81 (حلیة الاولیاء، ج ٦، ص ۱۰۷)

82 (جامع الفتاویٰ، ج ٦، ص ۵۵۰)

۵۔ شیخ الحدیث علامہ سردار احمد صاحب ایک اور سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے وصال کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی روح مقدسہ کو آپ کے نورانی جسمِ مقدس ومطہر میں داخل کیا گیا۔ آپ اب بھی حقیقی دنیاوی، جسمانی زندگانی کے ساتھ زندہ ہیں، حجرۂ انور میں جلوہ فرما ہیں، سب حجابات اٹھائے گئے ہیں۔ دنیا کا ذرہ ذرہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے پیش نظر ہے۔ جس جگہ کرم فرمائیں، اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے تشریف لے جائیں۔[83]

٦۔ عارف باللہ حضرت فقیر نور محمد قادری کلاچوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ عرفان میں لکھتے ہیں:

"اس مادی دنیا کے علاوہ ضرور ایک روحانی لطیف دنیا بھی آباد ہے، جو گاہ بگاہ باطنی حواس سے معلوم اور محسوس ہوتی رہتی ہے۔ ورنہ نیک لوگ تو ایسے سچے خواب ہر روز دیکھتے ہیں اور انہیں ہمیشہ سچا پاتے ہیں اور کبھی خطا نہیں کرتے بعض زندہ دل لوگ مستقبل کے آئندہ واقعات مراقبے کے اندر گاہے بیداری میں دیکھا کرتے ہیں اور انبیاء اور اولیاء کا تو کہنا ہی کیا ہے۔ ان کا دل تو جام جمشید اور آئینہ سکندری ہوتا ہے، جس میں تمام دنیا کے حالات اور واقعات رونما ہوتے ہیں۔ انسانی دل اللہ تعالیٰ کی لوح محفوظ کا ایک ماڈل اور نمونہ ہوا کرتا ہے۔ اور ہر شخص بقدر وسعت واستعداد اس میں حال، ماضی اور مستقبل کے حالات اور واقعات کا نظارہ کر سکتا ہے۔ جس طرح انسان کو ظاہری حواس سے متمتع کیا گیا ہے کہ جس وقت چاہے ان سے عالم محسوسات کی اشیاء معلوم اور محسوس کر سکتا ہے۔ اسی طرح جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے باطنی حواس عطا کر دیئے ہیں۔ وہ جس وقت چاہیں ان سے باطنی اور روحانی دنیا کی اشیاء اور عالم امر کے واقعات اور حالات کا مشاہدہ کر سکتے ہیں۔

ذَلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیہِ مَنْ یَشَاءُ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیمِ (الحدید ۲۱)

---

83 (جامع الفتاویٰ، ج ٦، ص ۵۵۰)

اور جس کے دل کی دوربین کا آئینہ جس قدر وسیع ہے، اس میں غیبی حقائق اور روحانی اشیاء وسیع پیمانے پر رونما ہوتی ہیں۔ حال ہی میں ماہیت دانوں اور سائنس دانوں نے ایک ایسی بھاری اور وسیع دوربین ایجاد کی ہے جو کیلی فورنیا کی رسدگاہ اور آبزرویٹری میں نصب کی گئی ہے۔ جس سے کروڑہا ایسے سیارے نظر آگئے ہیں جو پہلی دوربینوں سے نظر نہیں آسکتے تھے اور آئندہ اس سے زیادہ بڑی اور وسیع ترین دوربین عالم وجود میں آنے والی ہیں۔ جس طرح اس مادی وسعت نظری پر کسی قسم کا کوئی کنٹرول نہیں ہے، اسی طرح اگر اللہ تعالیٰ کسی ولی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یا نبی علیہ السلام کے دل کی دوربین کو وسعت بخشے اور اس میں وہ تمام جہان کا نظارہ کرے تو اس میں اے حاسدو! تمہارا کیا بگڑتا ہے؟

يَعْلَمُونَ ظَاهِرًا مِنَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ عَنِ الْآخِرَةِ هُمْ غَافِلُونَ (الروم ۷)

آئینہ سکندر جام جم است بنگر　　　تا بر تو عرضہ دارد احوال ملک دارا

ترجمہ: دل آئینہ سکندر جام جمشید کی طرح ہو۔ اس میں دیکھ، تاکہ یہ تجھے دارا کے ملک کے حالات بتائے۔

ہاں کل عالم غیب اور عالم اور عالم خلق کو ہر وقت اور ہر آن انفرادی اور مجموعی، اجمالی اور تفصیلی، اندرونی اور بیرونی طور پر معلوم اور محسوس کرنا اور تمام کائنات اور اس کے ہر ایک ذرے کا علم ہمیشہ کے واسطے رکھنا اور اس علم میں کسی وقت نقص اور کمی نہ آنا یہ اللہ تعالیٰ واجب الوجود اور عالم الغیب والشہادۃ کو مسلم ہے۔ اور اس کی مخصوص اور ممتاز صفت ہے جس میں اور کوئی ذات اس کی شریک اور ہمتا نہیں ہو سکتی۔

هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ (الحدید ۳)

اول و آخر توئی کیست حدوث و قدیم　　　ظاہر و باطن توئی چیست وجود و عدم

اول بے انتقال آخر بے ارتحال ظاہر بے چند وچوں باطن بے کیف و کم

تمام کائنات اور اس کا علم بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے۔ اگر تمام کائنات کا علم مخلوق کو عطا کر دے اور مخلوق کو مخلوق اور حادث کا علم بخش دے تو اس واجب الوجود، غیر مخلوق ذات کی نامتناہی صفت علم میں ایک ذرہ برابر دخل اور شرک لازم نہیں آتا کیونکہ ہماری تمام کائنات کا ہمہ گیر اور ہمہ دان علم ہر حال میں مخلوق ہے۔ اور اسے خالق غیر مخلوق کے ساتھ کوئی واسطہ نہیں ہے، وہ ذات وراء الوراء اور ثم وراء الوراء مخلوق کے علم اور جہل سے بالاتر ہے۔

اول و ہم در اول آخری　　باطنی و ہم در آں دم ظاہری

تو محیطی بر ہمہ اندر صفات　　وز ہمہ پاکی و مستغنی بذات

ترجمہ: تو اول بھی ہے اور آخر بھی ہے، اور تو باطن بھی ہے اور اسی وقت ظاہر بھی ہے تو اپنی صفات کے لحاظ سے سب مخلوق پر محیط ہے لیکن اپنی ذات کے لحاظ سے سب سے پاک اور مستغنی ہے۔ اے دوست یقین کر لے کہ انسان کامل اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ چشم بصارت ظاہری اور چشم بصیرت باطنی سے کائنات کی ظاہری اور غیبی اشیاء کو دیکھ سکتا ہے۔[84]

۷۔ صاحب روح المعانی نے وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ (الأنبیاء۱۰۷) کے تحت عارفین کا ایک قول نقل کیا ہے اور یہ بتایا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے رحمۃ اللعالمین ہونے کی وجہ کیا ہے۔

فرماتے ہیں کہ وجہ یہ ہے کہ حضور اصل ہیں اور العالمین فرع۔ اصل کہتے ہیں جڑ کو اور فرع کہتے ہیں شاخ کو۔ یہ بتاؤ کہ درخت کی جڑ نہ ہو تو شاخیں باقی رہیں گی؟ اگر درخت کی جڑ سوکھ جائے،

---

84 (عرفان حصہ اول، ص۳۱۵، ۳۱۶)

شاخیں ہری رہیں گی؟ درخت کی جڑ کو جلا دو تو شاخیں موجود رہیں گی؟ نہیں بالکل نہیں، درخت کی جڑ سے تو سارا کام ہوتا ہے۔ جڑ جو ہے تو تنے کو غذا پہنچا رہی ہے اور جڑ کی پہنچائی ہوئی غذا تنے سے موٹی موٹی شاخوں میں پہنچتی ہے اور پھر چھوٹی چھوٹی شاخوں میں پہنچتی ہے اور پھر پتوں میں پہنچتی ہے اور وہ پھلوں میں پہنچتی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ سارا تنا اس جڑ کا محتاج ہے اور ساری شاخیں اس جڑ کی محتاج ہیں اور ہر پتا اس جڑ کا محتاج ہے اور ہر پھول اس جڑ کا محتاج ہے اور ہر پھل اس جڑ کا محتاج ہے۔ جب اس جڑ کا فیض جاری ہے تو شاخیں ہری ہیں اور جڑ کا فیض ختم ہو جائے تو شاخیں سوکھ جائیں گی۔

معلم و مقصود کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تمام کائنات کے ذرے ذرے کے لئے اصل ہیں اور اس کائنات کا ہر ذرہ اوپر ہے، خواہ زمین میں ہے، عرش میں ہے جہاں بھی کوئی ذرہ ہے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی جڑ کے لئے شاخ ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا فیض اس طرح کائنات کے ہر ذرے کو پہنچ رہا ہے جیسے جڑ کا فیض شاخ کے ہر جزو کو پہنچ رہا ہے۔ اگر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نہ ہوں تو کائنات عالم وجود میں نہیں رہ سکتی۔ یہ کیا تصور ہے کہ وہ مر کر مٹی میں مل گئے ہیں اگر وہ مر گئے تو ہم کیسے زندہ رہ گئے؟ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ بجلی گھر میں بجلی ختم ہو گئی مگر میرے گھر کے تمام بلب روشن ہیں تو کوئی بھی اس بات کو نہیں مانے گا اور تعجب کرے گا کہ خدا کے بندے اگر بجلی گھر میں بجلی نہیں تو تیرے گھر کے بلب کیسے روشن ہیں؟ بھئی یہ تو ہو سکتا ہے کہ بجلی گھر میں بجلی ہو اور تیرے گھر میں بجلی نہ ہو۔ اس لئے کہ کنکشن نہ ہو اور کنکشن بھی ہو تو ہو سکتا ہے کہ فیوز ہی اڑ گیا ہو پھر بھی اندھیرا ہو سکتا ہے۔ تو یہ ممکن ہے کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم زندہ ہوں اور ہم مردہ ہو جائیں لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ آپ مردہ ہوں (معاذ اللہ) اور ہم زندہ رہیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ آپ اصل ہیں آپ

مخزن حیات ہیں، منبع حیات ہیں، معدنِ حیات ہیں اور تمام کائنات کے لئے اصل ہیں۔ آپ مخزن حیات ہیں منبع حیات ہیں، معدن حیات ہیں، اور تمام کائنات کے لئے اصل ہیں۔ اب آپ ایمان سے کہنا کہ اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم زندہ نہ ہوں تو وہ ہمارے اعمال کو مشاہدہ کرنے والے نہ ہوئے اور جب وہ مشاہدہ کرنے والے نہ ہوئے تو وہ شاہد کیسے ہو سکتے ہیں؟ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سراج منیر بھی ہیں۔ کوئی کسی چھوٹے کمرے کا چراغ ہو گا، کوئی کسی بڑے ہال کا چراغ ہو گا، کوئی پورے گھر کا، کوئی صحن کا، کوئی شہر کا، کوئی پورے ملک کا چراغ ہو گا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تو تمام کائنات کے چراغ ہیں۔ چراغ کی روشنی چھتوں پر بھی ہو سکتی ہے اور دیواروں پر بھی، زمین پر بھی، اس کی روشنی کمروں کے اندر بھی، اس کی روشنی صحن میں بھی رہے۔ وہ ایک جگہ ہے مگر اس کی روشنی سب جگہ ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تو سراج منیر ہیں۔ میرے آقا اگر فرش پر ہیں تو ان کی روشنی عرش پر جاتی ہے اور اگر مدینے کا چراغ عرش پر ہے تو اس کی روشنی فرش تک جارہی ہے۔ اگر وہ چراغ مکان میں ہے تو اس کی روشنی لامکان تک جارہی ہے۔ اگر وہ چراغ لامکان میں ہے تو مکان تک اس کی روشنی جارہی ہے۔ اور جہاں اس کی روشنی ہے وہاں ہی وہ موجود ہے اور جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم موجود ہیں تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ ان کے بغیر کائنات زندہ رہ سکے۔

مذکورہ بالا تقریر سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی بشریت مطہرہ ہر جگہ ہر ایک کے سامنے موجود ہے بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جس طرح روح اپنے ہر جزو میں موجود ہوتی ہے اس طرح روح کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی حقیقت منورہ ذرات عالم کے ہر ذرہ میں جاری وساری ہے، جس کی بناء پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی روحانیت اور

نورانیت ورسالت کے ساتھ حاضر ہیں۔ فقیر نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حیات النبی ہونے پر ایک کتاب "روح کائنات" لکھی ہے اور اس کے ابتدائیہ میں یہ شعر لکھا گیا ہے:

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا، وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہان کی، جان ہے تو جہان ہے___!

خلق، امر، اجسام وارواح اعیانی ومعانی، ارض وسماء، تحت وفوق سب کا نورِ حیات اسی آفتاب حیات محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی شعاعیں ہیں۔ البتہ ممکنات اس معدن حیات سے قرب وبعد افراد کائنات میں اس استعداد کی قوت وضعف مراتب حیات اس کے حسب حال ہے۔ مومن ہو یا کافر، نیک ہو یا بد ہر ایک کا مبدأ فیض حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہی ہیں۔ آفتاب حیات سے ہر ایک حیات کی روشنی پائی جاتی ہے۔ آفتاب غروب ہو جائے تو تمام آئینے نور سے محروم ہو جائیں۔ آئینوں میں نور کا پایا جانا آفتاب کے چمکنے کی دلیل ہے۔ اسی طرح عالم ممکنات کے کسی ایک ذرہ میں نور حیات کا پایا جانا آفتاب حیات محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے موجود ہونے کی دلیل ہے۔ یوں سمجھیئے ایک بہت بڑا کارخانہ ہے جس میں ہزاروں قسم کے کام ہوتے ہیں، سینکڑوں قسم کی مشینیں لگی ہوتی ہیں ہر ایک مشین اپنی نوعیت کا جداگانہ کام کرتی ہے۔ کہیں کپاس صاف ہو رہی ہے، کہیں روئی کی گانٹھیں تیار ہو رہی ہیں، کوئی مشین سوت کات رہی ہے، کسی میں کپڑا بنا جا رہا ہے، کہیں آٹا پس رہا ہے۔ پھر وہاں بے شمار بلب لگے ہوئے ہیں۔ ہر بلب جداگانہ پاور کا ہے، ان کا رنگ بھی مختلف ہے۔ پھر کسی مشین سے پانی گرم ہو رہا ہے، کسی جگہ برف جمائی جا رہی ہے، کوئی مشین آگ پیدا کر رہی ہے، کوئی پانی کھینچ رہی ہے، کسی کی رفتار ہلکی ہے، کوئی تیز رفتار ہے۔ ان سب کی حرکت اور ہر ایک کا کام ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ لیکن حرکت وعمل کی قوت کا

مرکز ایک پاور ہاؤس ہے، جو ہر ایک کو اس کی استعداد اور اس کے حال کے موافق حرکت و عمل کی قوت تقسیم کر رہا ہے۔ اگر پاور ہاؤس میں پاور ختم ہو جائے تو تمام کارخانہ معطل ہو کر رہ جائے گا۔ اب اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو موجود نہ مانیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو (العیاذ باللہ) مردہ مانیں تو تمام کارخانہ کائنات معطل ہو کر رہ جائے گا یعنی کائنات ختم ہو جائے گی۔

۸۔ فتاویٰ حدیثیہ میں حافظ ابن حجر مکی لکھتے ہیں:

"ملک الموت ہر ذی روح پر حاضر و ناظر ہے اور ملک الموت ہمارے حضور معلم و مقصود کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا ایک غلام ہے جیسا کہ کتب معتبرہ سے ثابت ہے۔ اب سوچ کر بتایئے کہ غلام تو ہر جگہ حاضر و ناظر ہے مگر افسوس کہ ساری کائنات کے آقا و مولیٰ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم حاضر و ناظر نہ ہو سکیں۔ غلام کو حاضر و ناظر ماننا شرک نہیں اور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو حاضر و ناظر ماننے سے کیسے شرک لازم آتا ہے؟

بریں عقل و ہمت بباید گریست

۹۔ مصباح الہدایت ترجمہ عوارف المعارف میں شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

"پس باید کہ بندہ، ہمچناں کہ حق سبحانہٗ را پیوستہ بر جمیع احوال خود ظاہراً و باطناً واقف و مطلع بیند رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم را نیز ظاہر و باطن واند الخ"۔[85]

---

[85] (مصباح الہدایت، ص ۱۶۵)

یعنی چاہیئے کہ جس طرح حق تعالیٰ کو ہر حال میں ظاہر وباطن طور پر واقف جانتا ہے اس طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو بھی ظاہر وباطن حاضر وناظر جانے۔

۱۰۔ سیدی ومرشدی امام اہلسنت محقق کتاب وسنت قطب عالم محدث ہزاروی فرماتے ہیں:

اے عزیزو! خالق ومالک ومعبود کائنات نے اپنے محبوب معلم ومقصود کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو شاہد مطلق بناکر مبعوث فرمایا۔

قرآن حکیم میں ارشاد خداوندی ہے:

إِنَّا أَرْسَلْنَاکَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا (الأحزاب ۴۵)

لفظ شاہداً آپ کی چار خدادادشانوں پر دلالت کرتا ہے۔

اول: آپ حیات النبی ہیں۔

دوم: آپ عالم ماکان ومایکون ہیں۔

سوم: آپ حاضر ہیں۔

چہارم: آپ ناظر ہیں۔

اگر ان چار شانوں کا اقرار کرنا شرک ہوتا تو اللہ تعالیٰ اپنے محبوب معلم کائنات کو کبھی شاہد نہ فرماتا۔ شاہد صرف معلم کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہیں۔ باقی سب پیغمبر شہید ہیں۔، تمام پیغمبروں علیہم السلام کو اپنی اپنی امت پر شہید بنایا گیا ہے کیونکہ وہ صرف اپنی اپنی امت کا مشاہدہ کرتے ہیں اور روزِ قیامت اپنی اپنی امت پر ان کو گواہ بنا کر پیش کیا جائے گا۔ جبکہ معلم ومقصود کائنات نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پوری کائنات اور خدا کی ذات کے عینی شاہد ہیں یعنی آپ خالق ومخلوق کے شاہد ہیں۔ روزِ قیامت تمام امم سابقہ پر بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو بطور گواہ پیش کیا جائے گا۔

تمام عالمین حضور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے پیش نظر ہیں، اور ان کے کرائن پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا علم بعطاء الٰہی محیط ہے۔۔ کلمہ شریف سے بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا علم عطائی محیط کلی ثابت ہے اور حضور معلم کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو عالمین کی تفصیل واجمال و کل وجزو کا علم محیط ہونے پر دین وایمان والے عارفانِ باخدا کا اجماع ہے۔

صحیح بخاری مصری، ص ۴، کتاب الاعتصام باب مایکرہ سن کثرت السوال میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سورج ڈھلنے پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم گھر سے باہر تشریف لائے اور نماز ظہر پڑھ کر منبر پر تشریف فرما ہوئے اور قیامت کے آنے کا احوال بیان فرمایا کہ اس سے قبل بڑے بڑے اہم امور ہونے والے ہیں۔ پھر فرمایا جسے جو کچھ پوچھنا ہو پوچھے۔

فو اللهِ لا تسألو ني عن شيءٍ إلا أخْبَرْتُكم به۔[86]

پس اللہ کی قسم تم نہ پوچھو گے کسی شے کے متعلق کہ میں یہیں اسی مقام پر تم کو اس کی خبر نہ بتا دوں۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ لوگ بہت روئے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے بار بار یہ تکرار و اصرار فرمایا: سلونی۔ یعنی مجھ سے سوال کرو۔ چنانچہ ایک آدمی کھڑا ہوا اور پوچھا کہ میرا ٹھکانہ کہاں ہے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا جہنم۔ پھر حضرت عبد اللہ بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جن کے باپ کو کوئی نہ جانتا تھا) اٹھے پوچھا میرا باپ کون ہے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا حذیفہ تیرا باپ ہے۔ پھر کئی بار فرمایا مجھ سے سوال کرو، مجھ سے سوال کرو۔ تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھٹنوں کے بل ہو کر

---

86 (صحیح الجامع ٥٩٥٩• صحیح • أخرجه البخاري (٥٤٠)، و مسلم (٢٣٥٩))

کمال ادب و عاجزی سے بولے، "ہم اللہ تعالیٰ کے رب ہونے، اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے رسول ہونے اور اسلام کے دین ہونے پر راضی ہیں۔

اسی طرح مشکوٰۃ شریف، کتاب الصلوٰۃ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ معلم کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے نماز ظہر پڑھائی تو ایک شخص نے آخری صف میں نماز حسبِ دستور ادا نہ کی بعد سلام آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا اے فلاں کیا تو اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا؟ کیا نہیں دیکھتا کہ تو کس طرح نماز پڑھتا ہے؟ تحقیق تم لوگ گمان کرتے ہو کہ شاید کوئی حرکت جو تم کرتے ہو مجھ سے پوشیدہ رہتی ہے۔ قسم ہے اللہ تعالیٰ کی بے شک میں ضرور دیکھتا ہوں اپنے پیچھے بھی جیسا کہ دیکھتا ہوں اپنے سامنے۔

اے میرے عزیزو! یہاں بعض اصحاب ظاہر کو آگے پیچھے یکساں ملاحظہ فرمانے کا اعجاز حالتِ نماز سے ہی متعلق ہونے کا دھوکہ لگا۔

مگر علماء حق عارفاں باصفا نے تصریح فرمائی ہے کہ:

العبرۃ لعموم اللفظ لا لخصوص السبب۔

اعتبار تو عموم لفظ کا ہوتا ہے نہ کہ کسی خاص سبب کا۔ کے اصول و کلیہ مسلمہ سے مورد خاص اور حکم عام اعتبار کیا جائے گا۔ اور اس کے خلاف احیانی توفیقی توجیہات و تاویلات رکیکہ باطلہ کا یہ محل ہی نہیں کہ ان کے ادنیٰ ترین خدام و فقراء کا یہ عالم ہے کہ:

مصلحت نیست کہ از پردہ بروں افتد راز

ورنہ در محفلِ رنداں خبرے نیست کہ نیست (حافظ)

پیارو! یاد رکھو حضور معلم کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے مست درویشوں کا علم عطائی تمام اخبار پر حاوی ہے اور لوح محفوظ اولیاء اللہ کے پیش نظر رہتی ہے۔

لوح محفوظ است پیش اولیاء   از چہ محفوظ است محفوظ از خطاء (رومی)

حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

"مرد (باخدا) وہ ہے کہ تمام روئے زمین اس کے سامنے کف دست کی مثل ہو"۔

اور حضرت سیدنا بہاء الحق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"مردِ باخدا وہ ہے کہ تمام روئے زمین اس کے سامنے انگوٹھے کے ناخن کے برابر ہو"۔

میرے غوث صمدانی، شہباز لامکانی جگر گوشہ رسول سید الاولیاء شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

اَلسَّعُدَاءُوَ الْاَشْقِیَاءُیُعْرِضُوْنَ عَلَیَّ وَاَنَّ عَیْنِیْ فِی اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ۔

"بے شک تمام سعید اور تمام شقی مجھ پر پیش کئے جاتے ہیں، اور بے شک میری آنکھ لوحِ محفوظ میں ہے"۔

اور قصیدہ غوثیہ مبارکہ میں فرماتے ہیں:

نظرت الی بلاد اللہ جمعًا   کغر دلۃٍ علی حکم اتصالی

میں نے اللہ تعالیٰ کے تمام ملک کو اس طرح دیکھا گویا وہ سب ملک میرے سامنے ایک رائی کے دانہ کے برابر ہے۔

پیارو! یہ تو حضور سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے غلاموں کی شان ہے۔

معلم کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے متعلق ان کے غلام رئیس المحققین حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جامع البرکات میں فرماتے ہیں کہ:

معلم ومقصود کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو اپنی تمام امت کے احوال وافعال کی اطلاع ہے اور آپ اپنے مقربین وخواص کے مدد گار ہیں اور ان کو فیض پہنچانے والے حاضر وناظر

ہیں۔ لہٰذا بندہ کو چاہیئے کہ جس طرح حق تعالیٰ کو برابر اپنے تمام احوال پر ظاہراً و باطناً خبر دار و واقف جانتا ہے۔ حضور سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو بھی اپنے ظاہر و باطن میں خبر دار اور حاضر جانے۔

پس حضور معلم کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اعمال امت کے عینی شاہد ہیں، اور ہمارے ظاہر وباطن کو ہر لحظہ نئی شان سے مشاہدہ فرما رہے ہیں۔

خالقِ کائنات کا فرمان ہے:

وَسَيَرَى اللّهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ ثُمَّ تُرَدُّونَ إِلَى عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ (التوبة ۹۴)

لہٰذا ہر عمل سے پہلے اپنا احتساب کر لیا کرو کہ آیا میرا یہ عمل دستورِ حق کے مطابق ہے یا خلاف ہے۔ یاد رکھو اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے لئے امتداد زمانہ سمٹ کر حال بن جاتا ہے۔ اس کا ایمان، ایمان بالغیب نہیں بلکہ ایمان بالمشاہدہ ہوتا ہے اور امتیوں کے اعمال ہر لحظہ اس کے مشاہدہ میں ہوتے ہیں۔

حکیم الامت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور شاہد کائنات

حضرت علامہ اقبال مرحوم و مغفور کی زمانہ شناس شخصیت کے علم و عرفان کا کون معترف نہیں؟ ان پر کفر کے فتوے لگانے والے علماء کے جانشین آج علامہ مرحوم کو عاشق رسول اور مبلغ توحید تسلیم کرتے ہوئے ان کے اشعار منبر رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر بیٹھ کر جھوم جھوم کر پڑھتے ہیں۔ اور کیوں نہ پڑھیں، وہ حقیقتاً عاشق رسول تھے اور حقیقت اپنے آپ کو منوایا کرتی ہے۔

حضرت علامہ مرحوم و مغفور بھی ایک مومن مسلمان ہونے کی حیثیت سے اپنے پیارے نبی و رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو اپنے ہر قول و فعل پر حاضر و ناظر مانتے ہیں۔

چنانچہ محترم سید نور محمد قادری صاحب اپنی تصنیف لطیف ”اقبال کے دینی اور سیاسی افکار“ میں رقم طراز ہیں:

حضرت علامہ اقبال کا ایمان و عقیدہ تھا کہ: رسول بر اعمال و افعالِ امت حاضر وناظر است۔ وہ اس عقیدے کے یہاں تک پابند تھے کہ سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو ”چشم او بینندۂ مافی الصدور“ اور ”راز دانِ جزو کل“ تک سمجھتے اور مانتے تھے۔ ان کے نزدیک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم افعال امت کے صرف شاہد ہی نہیں بلکہ شاہدے صادق ترین ہیں۔

شاہد حالش نبی انس وجاں　　　شاہد صادق ترینِ شاہداں

چونکہ حضرت علامہ کے ایمان کے مطابق ان کا کوئی فعل بلکہ خیال تک حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نور نبوت سے پوشیدہ نہیں۔ اس لئے وہ ذات باری تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں:

تو غنی از ہر دو عالم من فقیر　　　روز محشر عذرہائے من پذیر
در اگر بینی حسابم نا گزیر　　　از نگاہ مصطفیٰ پنہاں بگیر

حضرت علامہ کا عقیدہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم زندہ ہیں اور اب بھی ان کی صحبتِ بابرکت سے اسی طرح فیض اٹھایا جاسکتا ہے جس طرح کہ ان کی زندگی میں۔ وہ اپنے ایک عزیز دوست جناب نیاز الدین خان صاحب کو ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:

”نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی زیارت مبارک ہو۔ اس زمانے میں یہ بڑی سعادت کی بات ہے۔ قرآن شریف کثرت سے پڑھنا چاہیئے تاکہ قلب محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ

واصحابہٖ وسلم نسبت پیدا کرے۔ اس نسبتِ محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی تولید کے لئے یہ ضروری نہیں کہ قرآن کے معنی بھی آتے ہوں۔ خلوص ومحبت کے ساتھ قرأت کافی ہے۔ میرا عقیدہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم زندہ ہیں اور اس زمانے کے لوگ بھی ان کی صحبت سے اسی طرح مستفید ہوسکتے ہیں جس طرح صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہوا کرتے تھے۔ لیکن اس زمانے میں تو اس قسم کے عقائد کا اظہار بھی اکثر دماغوں کو ناگوار ہوگا۔ اس واسطے خاموش رہتاہوں"۔[87]

محترم سید نور محمد قادری صاحب اپنی مذکورہ تصنیف کے ص ۱۵ تحریر فرماتے ہیں:

"نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ذات کو چونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک ایسی بصیرت و قوت عطا ہوتی ہے کہ امتداد زمانہ اس کے سامنے سمٹ کر حال کی شکل اختیار کرلیتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے ہاں مستقبل نہیں بلکہ صرف "حال" ہے۔ ماضی اور مستقبل اسی "حال" میں شامل ہیں یا دوسرے لفظوں میں جو بات آج سے ہزاروں سال پہلے ہوچکی ہے یا ہزاروں سال بعد ہونے والی ہے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے سامنے وہ بات اس طرح موجود ہے کہ گویا ابھی ظہور میں آرہی ہے۔ یعنی وہاں صرف شہادت کی اصطلاح ہی استعمال ہوسکتی ہے۔ غیب کا وہاں گذر نہیں"۔

---

[87] (ص، ۲۱، ۲۲)

علاوہ ازیں مذکورہ تصنیف کے ص ۱۸ پر یوں رقم طراز ہیں:

"چونکہ نبی ورسول کے لئے امتدادِ زمانہ سمٹ کر حال بن جاتا ہے۔ اس لئے اس کا ایمان ایمان بالغیب نہیں بلکہ ایمان بالمشاہدہ ہوتا ہے۔ امتیوں کے اعمال و افعال ہر وقت اس کے مشاہدے میں ہوتے ہیں۔ وہ ان کے اعمال وافعال کا صرف شاہد ہی نہیں بلکہ حفیظ بھی ہوتا ہے"۔

مقام ولی اللہ کے متعلق حدیثِ قدسی

بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا:

قَالَ مَنْ عَادَى لِي وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِي بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ وَمَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى أُحِبَّهُ فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا وَإِنْ سَأَلَنِي لَأُعْطِيَنَّهُ وَلَئِنْ اسْتَعَاذَنِي لَأُعِيذَنَّهُ۔[88]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس نے میرے ولی سے عداوت کی میں نے اس کو اعلان جنگ فرما دیا اور جن چیزوں کے ذریعہ بندہ مجھ سے قریب ہوتا ہے ان میں سب سے محبوب چیز میرے نزدیک فرائض ہیں اور میرا بندہ نوافل کے ذریعہ میری طرف ہمیشہ نزدیکی حاصل کرتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں تو جب میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں تو میں اس کے وہ کان ہو جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے اور اس کے وہ ہاتھ ہو جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے اور اس کے وہ پاؤں ہو جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے، اگر وہ مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو میں اسے ضرور دیتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے پناہ مانگ کر کسی بری چیز سے بچنا چاہتا ہے تو میں اسے ضرور بچاتا ہوں۔

---

[88] (صحیح بخاری، ج ۲، ص ۹۶۳، مشکوٰۃ المصابیح، ص ۱۷۸)

فیض الباری علی صحیح البخاری میں اس حدیث کے تحت علامہ انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں:

علماء شریعت نے کہا ہے کہ اس حدیث کے یہ معنی ہیں کہ بندے کے اعضاء جوارح رضائے الٰہی کے تابع ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ رضائے رب کے خلاف بالکل حرکت نہیں کرتے تو جب سمع وبصر اور تمام اعضاء جوارح کی غایت اللہ تعالیٰ ہو جائے تو اس وقت یہ کہنا صحیح ہو گا کہ وہ بندہ اللہ تعالیٰ کے سنتا اور اسی کے لئے بولتا ہے تو گویا اللہ تعالیٰ اس کی سمع وبصر ہو گیا۔

وهذا عدولٌ عن حقّ الألفاظ، لأنَّ قولَه: «كنتُ سمعَه»، بصيغة المتكلّم، يَدُلُّ على أنَّه لم يبق من المتقرِّب بالنوافل إلاَّ جسدُه وشبحُه، وصار المتصرِّفُ فيه الحضرةَ الإِلهيةَ فحسب، وهو الذي عناه الصوفية بالفناء في الله۔[89]

میں کہتا ہوں کہ حدیث کے یہ معنی کرنا حق الفاظ سے تجاوز اور کج روی ہے اس لئے کہ بصیغہ متکلم اللہ تعالیٰ کا کُنْتُ سَمْعَهُ فرمانا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ عبد متقرب بالنوافل میں اس کے جسم اور صورت کے سوا کچھ باقی نہیں رہا اور اس میں صرف اللہ تعالیٰ متصرف ہو گیا ہے اور فناء فی اللہ سے صوفیاء کی مراد بھی یہی ہے۔

امام رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

كُنْتُ لَهُ سَمْعًا وَبَصَرًا فَإِذَا صَارَ نُورُ جَلَالِ اللّٰهِ سَمْعًا لَهُ سَمِعَ الْقَرِيبَ وَالْبَعِيدَ وَإِذَا صَارَ ذَلِكَ النُّورُ بَصَرًا لَهُ رَأَى الْقَرِيبَ وَالْبَعِيدَ وَإِذَا صَارَ ذَلِكَ النُّورُ يَدًا لَهُ قَدَرَ عَلَى التَّصَرُّفِ فِي الصَّعْبِ وَالسَّهْلِ وَالْبَعِيدِ وَالْقَرِيبِ۔[90]

كُنْتُ لَهُ سَمْعًا وَبَصَرًا فرمایا ہے جب اللہ تعالیٰ کے جلال کا نور اس کی سمع ہو جاتا ہے تو وہ دور و نزدیک آوازوں کو سن لیتا ہے۔ اور جب یہی نور اس کی بصر ہو گیا تو وہ دور نزدیک کی چیزوں کو دیکھ لیتا

---

[89] (فیض الباری شرح صحیح البخاری، ج ۴، ص ۴۲۸)

[90] (تفسیر کبیر، ج ۵، ص ۶۸۸، مطبوعہ مصر)

ہے اور جب یہی نور جلال اس کا ہاتھ ہو گیا تو یہ بندہ مشکل اور آسان، دور اور قریب چیزوں میں تصرف کرنے پر قادر ہو جاتا ہے۔

شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مدارج النبوۃ میں لکھتے ہیں:

"ذکر کن اورا درود بفرست بروئے علیہ السلام وباش در حال ذکر گویا حاضر است پیش تو در حالت حیات ومی بینی تو اورا متادب باہ وجلال و تعظیم وہیبت وحیاء بدانکہ وے علیہ السلام می بیند وی شنوند کلام ترا زیرا کہ وے علیہ السلام متصف است بصفات الٰہیہ ویک صفت از صفات الٰہی آں است کہ اَنَا جَلِیْسُ مَنْ ذَکَرَنِیْ"۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو یاد کرو اور درود بھیجو اور حالت ذکر میں ایسے رہو کہ حضور حالت حیات میں تمہارے سامنے ہیں اور تم ان کو دیکھتے ہو۔ ادب وجلال اور تعظیم اور ہیبت وحیاء سے رہو اور جانو کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم دیکھتے اور سنتے ہیں تمہارے کلام کو کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم صفات الٰہیہ سے موصوف ہیں اور اللہ تعالیٰ کی صفت یہ ہے کہ میں اپنے ذاکر کا ہم نشین ہوں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فتاویٰ حدیثیہ میں لکھتے ہیں:

ولا مانع من أن يراه كثيرون في وقت واحد لأنه كالشمس۔[91]

اس بات میں کوئی چیز مانع نہیں کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو بہت سے لوگ ایک وقت میں دیکھ لیں اس لئے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم روحانیت کے آفتاب ہیں۔

---

[91] (فتاویٰ حدیثیہ، ص ۳۰۰، مطبوعہ مصر)

امام یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شواہد الحق میں لکھتے ہیں:

فھی لا یحجبھا شیئ من الاکوان مھما تباعدت الامکنۃ و تقادمت الا زمان و لذلک یسمع الخطاب من جمیع المصلین۔[92]

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی روح مبارک سے کائنات میں کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہو سکتی اور یہ بات نہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی آرام فرما جگہ دور ہو اور یا بہت زمانے گزر چکے ہوں اس لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تمام نمازیوں کے خطابات سنتے ہیں۔

یہی امام نبہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شواہد الحق میں فبی یسمع و بی بصر کے تحت لکھتے ہیں:

فلا یخفی علیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم من امور امتہ شیئ القریب منھم و البعید۔[93]

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر امت کے امور میں سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں خواہ وہ قریب ہو یا بعید۔

سچی حکایات

۱۔ شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ الحاوی للفتاویٰ میں تحریر فرماتے ہیں کہ میرے پاس ایک استفتاء آیا کہ ایک شخص کہتا ہے کہ فلاں شب شیخ عبدالقادر طشطوتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میرے ہاں تھے۔ دوسرے شخص نے بھی بعینہ یہی بات کہی اور دونوں نے قسم اٹھائی کہ اگر ہم دعویٰ میں جھوٹے نکلے تو بیوی طلاق۔ اب سوال یہ ہے کہ ان دونوں میں کسی ایک کی بیوی مطلقہ ہو گی یا نہ؟

---

92 (شواھدالحق، ص ۱۵۱، مطبوعہ مصر)

93 (شواھدالحق، ص ۱۵۰)

جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ میں نے شیخ عبد القادر طشطوتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں قاصد بھیج کر واقعہ پوچھا تو آپ نے فرمایا:

وَلَوْ قَالَ اَرْبَعَۃٌ اِنّٰی بِتُّ عِنْدَھُمْ لَصَدَقُوْا۔

یعنی اگر چار آدمی بھی اس بات کا دعویٰ کریں تو ان کی تصدیق کر لینا کہ میں ان کے پاس ہوں گا۔

میں نے شیخ کی بات سن کر فتویٰ دے دیا کہ ان دونوں میں سے کسی کی بیوی کو طلاق نہیں ہوئی۔ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے غلاموں کا یہ حال ہے تو حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے متعلق کیا خیال ہو گا جبکہ وہ شاہد کائنات ہیں۔

۲۔ الجواہر والدرر میں ہے کہ قطب العارفین امام شعرانی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ سیدنا ابراہیم وسوقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک دن میں پچاس مقامات میں خطبہ پڑھ کر نماز جمعہ پڑھائی۔ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ جب اللہ کا ولی ایک وقت میں پچاس مقامات پر حاضر ہو سکتا ہے تو حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تو بطریق اولیٰ حاضر وناظر ہیں۔

۳۔ شیخ ابو العباس مرسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر ایک شخص نے بعد از نماز جمعہ دعوت کا عرض کیا۔ آپ نے فرمایا انشاء اللہ آجاؤں گا پھر اسی طرح چار آدمی اور آگئے اور ہر ایک نے پہلے کی طرح جمعہ کے بعد دعوت کا عرض کیا۔ آپ نے ہر ایک کو وعدہ دیا۔ آپ جمعہ کی نماز پڑھ کر پھر اسی طرح فقہاء کرام کی مجلس میں بیٹھ گئے۔ کسی ایک کی دعوت پر تشریف نہ لے گئے۔ آپ بیٹھے ہی تھے کہ وہی پانچوں اشخاص حاضر ہوئے اور کہنے لگے حضور ہماری دعوت میں تشریف لانے کا شکریہ۔[94]

---

[94] (الحاوی للفتاویٰ)

۴۔ تفریح الخاطر میں ہے کہ ایک دفعہ ماہِ رمضان شریف میں ستر اشخاص نے حضور غوث پاک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو دعوتِ افطار دی اور ان میں ہر ایک دوسرے سے بے خبر تھا۔ آپ نے ہر ایک کی دعوت افطار قبول کی اور ہر ایک کے گھر میں بیک وقت حاضر ہو کر روزہ افطار کیا۔ نیز اسی دن اور اسی وقت اپنی خانقاہ شریف میں بھی حاضر تھے اور روزہ افطار فرمایا تھا۔

وشاع هذا الخبر فی بغداد فخطر فی قلب خادم من الخادمین ان حضرت الغوث ما خرج من التكية فكيف يتصور رواحه الی بيوتهم واكل طعامهم فی آن واحد منهم وحضرت اكلت طعامهم فی بيوتهم فردا فردا۔[95]

یہ خبر بغداد شریف میں شائع ہوئی تو غوث پاک کے خادمین میں سے ایک خادم کے دل میں یہ خطرہ پیدا ہو کہ غوث پاک تو اپنی خانقاہ شریف سے باہر نہیں گئے تو یہ کیسے تصور میں آسکتا ہے کہ ان لوگوں کے گھر میں بیک وقت آن واحد میں تشریف لے گئے اور روزہ افطار کیا۔ اس پر غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ خادم کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ وہ تمام لوگ اپنے اپنے قول میں سچے ہیں۔ میں نے ہر ایک کی دعوت کو قبول کیا۔ آن واحد میں ان کے گھروں میں حاضر ہوا اور ان کے ہمراہ طعام بھی کھایا۔

قارئین کرام! یہ تو غلامانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے غلاموں اور عاشقوں کی قوتِ خداداد کا حال ہے۔ خود اس آقا و مولیٰ و معشوقِ حقیقی شاہدِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی قوتِ خداداد کا تصور کر لو۔ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے غلام اولیاء اللہ اپنے عقیدت مندوں کے ہاں بیک وقت حاضر و ناظر ہو سکتے ہیں تو سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کیونکر شاہد کائنات نہیں ہو سکتے؟

---

95 (تفریح خاطر، ص ۳۸)

حضرت شیخ عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی مشہور کتاب الابریز شریف میں لکھتے ہیں:

واکبر الارواح قدرا وحجما روحه صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم وانها تملا السماوات والارضین۔[96]

یعنی ارواح میں سب سے بڑی اور سب سے طاقتور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی روح اقدس ہے کہ وہ تمام آسمانوں اور تمام زمینوں پر حاوی ہے۔

وَمَا أَرْسَلْنَاکَ إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ (الأنبياء۱۰۷) کے تحت صاحب روح المعانی وضاحت فرماکر لکھتے ہیں:

وَما أَرْسَلْناکَ في حال من الأحوال إلّا حال کونک راحما للعالمين۔

اے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نہیں بھیجا ہم نے آپ کو کسی حال میں مگر صرف اس حال میں کہ آپ تمام جہانوں کے لئے رحم کرنے والے ہیں۔

لفظ رحمت مفعولہ ہو یا حال بہر صورت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم راحم قرار پاتے ہیں کیونکہ مفعول لہٗ سبب فعل ہوتا ہے اور فاعل بھی سبب فعل ہے۔ اب کسی پر رحم کرنے کے لئے چار باتیں لازم ہیں۔ سب سے پہلے تو یہ امر لازم ہے کہ رحم کرنے والا زندہ ہو مردہ نہ ہو کیونکہ مردہ رحم نہیں کرسکتا۔ دوم راحم کے لئے علم بھی ضروری ہے کہ وہ جانتا ہو کہ وہ اتنے رحم کے قابل ہے اور اس مصیبت سے بچایا جاسکتا ہے۔ تیسری بات قدرت بھی ضروری ہے اگر رحم کرنے کی قدرت نہ ہو تو وہ کس طرح رحم فرمائے گا۔ چوتھا یہ کہ وہ قریب یعنی حاضر وناظر بھی ہو جب کہ وہ حاضر نہ ہو تو اس کو کس طرح پتہ لگے گا کہ یہ مستحق رحم ہے اگر حاضر ہو تو قابل رحم پر رحم فرماسکتا ہے۔

---

[96] (الابریز، ص ۴۶)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے حاضر ہونے کے متعلق علامہ صاوی تفسیر صاوی شریف میں سورۃ القصص کی آیات کے تحت لکھتے ہیں:

وهذا بالنظر للعالم الجسمانی لاقامة الحجة للخصم واما بالنظر للعالم الروحانی فهو حاضر رسالة كل رسول وما وقع له من لدن ادم الی ان ظهر بجسمه الشريف ولكن لا يخاطب به اهل العناد۔[97]

خلاصہ یہ ہے کہ ارسال رسل اور ان کے زمانہ رسالت کے واقعات پر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا حاضر وناظر موجود نہ ہونا عالم جسمانی کے اعتبار سے ہے یعنی ان واقعات پر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا جسمانی حضور نہ تھا اور اگر عالم روحانی کے اعتبار سے نظر کیجئے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم آدم علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر اپنے زمانہ تک ہر رسول کی رسالت اور تمام واقعات پر حاضر ہیں۔ یہاں تک کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے اپنی جسمانیت مطہرہ کے ساتھ ظہور فرمایا لیکن یہ ایسی باتیں ہیں جن کے ساتھ اہل عناد کو خطاب نہیں کیا جاسکتا۔

شاہد و شہید

فقیر نے کتاب کی ابتداء میں **إِنَّا أَرْسَلْنَاکَ شَاهِدًا** کا معنی مشاہدہ کرنے والا لکھا ہے۔ دوسری آیت شریف **وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا (البقرۃ ۱۴۳)** بھی ہے اور آیت میں **وَجِئْنَا بِکَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا (النساء ۴۱)** بھی ہے۔ ان آیات و عبارات سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم حاضر وناظر ہیں لیکن معترض کے ذہن میں سوال آسکتا ہے کہ شاہد و شہید کا معنی گواہ بھی ہے۔ اور یہ لفظ امت کے لئے بھی وارد ہے تو اس کا کیا جواب ہو گا۔ جواباً معترض

[97] (صاوی، ج۳، ص ۱۸۳)

صاحب سے اتنا عرض ہے کہ گواہی دو قسم کی ہے ایک مسموع، دوسری مشہود۔ مسموع وہ ہے جو کسی سے سن کر حاکم کے سامنے گواہی دی جائے جیسے کہ حد الزنا میں آتا ہے کہ اگر چار شخص قاضی کے سامنے حاضر ہوئے اور انہوں نے کہا ہم نے فلاں چار سے سنا ہے لہٰذا ہم لہٰذا ہم گواہی دیتے ہیں اور مشہود وہ ہے کہ وقوع فعل میں حاضر ہو پھر گواہی دے چنانچہ مروج ہے پس ثابت ہوا کہ ہماری گواہی مسموع اور آقائے دو جہاں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی گواہی مشہود۔ چنانچہ روایات میں آیا ہے کہ جب اگلی امتیں انکار کریں گی تو پیغمبروں کو کہا جائے گا گواہ پیش کرو۔ وہ کہیں گے ہماری گواہ امت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہے۔ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی امت سے پوچھا جائے گا۔ تو عرض کریں گے کہ ہمارے آقا و مولا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے خبر دی تھی پس محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم امت کی تصدیق فرمائیں گے۔ پس فیصلہ کیا جائے گا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے سوال نہ ہو گا کہ اے محبوب! آپ کا گواہ کون ہے؟ کیونکہ محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پہلے مشاہدہ فرما چکے ہیں اور معلم و مقصود کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو احوال دکھائے جا چکے ہیں۔

فقیر کی اس تحریر سے ثابت ہو گیا کہ معلم و مقصود کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تمام کائنات کا مشاہدہ فرمانے والے ہیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی صفات میں سے شاہد بھی ایک صفت ہے۔ لہٰذا اس صفت کا انکار کرنے والا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی امت میں کس طرح شمار ہو سکتا ہے۔

(شاہد کائنات، ص۷۱تا ص۷۸)

حاضر و ناظر پر اعتراضات کے جوابات

اعتراض (۱):

ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا خدا کی صفت ہے۔ إِنَّ اللهَ كَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا (النساء ۳۳ و الاحزاب ۵۵) إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُحِيطٌ (فصلت ۵۴) لہذا غیر میں یہ صفت ماننا شرک فی الصفت ہے۔

جواب: ہر جگہ میں حاضر و ناظر ہونا خدا کی صفت ہر گز نہیں۔ خدائے تعالیٰ جگہ اور مکان سے پاک ہے کتب عقائد میں ہے۔ لایجری علیه زمان و لا یشتمل علیه مکان۔ خدا پر نہ زمانہ گزرے کیونکہ زمانہ سفلی اجسام پر زمین میں رہ کر گزرتا ہے انہیں کی عمر ہوتی ہے۔ چاند سورج ستارے حور و غلمان فرشتے بلکہ آسمان پر عیسیٰ علیہ السلام معراج میں حضور علیہ السلام زمانہ سے علیحدہ ہیں اور نہ کوئی جگہ خدا کو گھیرے خدا تعالیٰ حاضر ہے مگر بغیر جگہ کے اسی لئے ثُمَّ اسْتَوَى عَلَى الْعَرْشِ۔ (پارہ ۱۳ سورہ الرعد ۱۳ آیت نمبر ۲) کو متشابهات سے مانا گیا ہے اور وَ كَانَ اللهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُحِيطًا (پارہ ۵ النساء ۱۲۶ آیت نمبر ۱۲۶) وغیرہ آیات میں مفسرین فرماتے ہیں علما و قدرة یعنی اللہ کا علم اور اس کی قدرت عالم کو گھیرے ہوئے ہے۔

وہی لامکاں کے مکیں ہوئے ‏ ‏ ‏ سر عرش تخت نشین ہوئے

وہ نبی ہیں جن کے ہیں یہ مکاں ‏ ‏ ‏ وہ خدا ہے جس کا مکاں نہیں

خدا ہر جگہ ماننا بے دینی ہے۔ ہر جگہ میں ہونا تو رسول خدا ہی کی شان ہو سکتی ہے اور اگر مان بھی لیا جائے تو بفرض محال بھی حضور علیہ السلام کی یہ صفت عطائی۔ حادث مخلوق قبضہ الٰہی میں ہے اور خدا کی یہ صفت ذاتی قدیم غیر مخلوق ہے کسی کے قبضے میں نہیں اتنے فرق ہوتے ہوئے شرک کیسا؟

جیسے حیوۃ سمع بصر وغیرہ فتاوے رشیدیہ جلد اول کتاب البدعات صفحہ ۹۱ میں ہے۔ فخر دوعالم علیہ السلام کو مولود میں حاضر جاننا بھی غیر ثابت ہے اگر باعلام اللہ تعالیٰ جانتا ہے تو شرک نہیں ورنہ شرک ہے۔ یہ ہی مضمون براہین قاطعہ صفحہ ۲۳ میں ہے مولوی رشید احمد صاحب نے رجسٹری فرمادی کہ غیر خدا کو ہر جگہ حاضر وناظر جاننا بہ عطاء الٰہی شرک نہیں اگر کوئی کہے کہ اس سے لازم آتا ہے کہ خالقیت وجوب قدم وغیرہ دیگر صفات الٰہیہ بھی پیغمبروں کو عطائی مان لو اور حضور کو خالق واجب قدیم کہا کرو تو اس کا جواب یہ ہے کہ چار صفات قابل عطا نہیں کہ ان پر الوہیت کا مدار ہے وجوب، قدیم، خلق، نہ مرنا دیگر صفات کی تجلی مخلوقات میں بھی ہو سکتی ہے۔ جیسے سمع بصر حیات وغیرہ مگر ان میں بھی بڑا فرق ہو گا رب کی یہ صفات ذاتی، واجب نہ مٹنے والی اور مخلوق کی عطائی، ممکن، فانی۔

جو ہوتی خدائی بھی دینے کے قابل — خدا ان کے آتا وہ بندہ خدا

اعتراض (۲)

قرآن کریم فرماتا ہے:

وَمَا كُنتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يُلْقُونَ أَقْلَامَهُمْ۔ (آل عمران ۴۴)

ترجمہ: آپ ان کے پاس نہ تھے جبکہ وہ لوگ اپنے اپنے قلم پانی میں ڈال رہے تھے۔ حضرت مریم علیہ السلام کے حاصل کرنے لئے۔

وَمَا كُنتَ لَدَيْهِمْ إِذْ أَجْمَعُوا أَمْرَهُمْ۔ (یوسف ۱۰۲)

ترجمہ: آپ ان کے پاس نہ تھے جب کہ انہوں نے اپنے معاملہ پر اتفاق کیا۔

وَمَا كُنتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ إِذْ قَضَيْنَا إِلَى مُوسَى۔ (القصص ۴۴)

ترجمہ: آپ مغربی کنارہ میں نہ تھے جبکہ ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف حکم بھیجا۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ گزشتہ زمانہ میں جو یہ مذکورہ واقعات ہوئے اس وقت آپ وہاں موجود نہ تھے صاف ظاہر ہوا کہ حضور علیہ السلام ہر جگہ حاضر وناظر نہیں۔

جواب یہ سوال اس وجہ سے ہے کہ معترض کو حاضر وناظر کے معنی کی خبر نہیں ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ حاضر وناظر کی تین صورتیں ہیں ایک جگہ رہ کر سارے عالم کو دیکھنا۔ آن کی آن میں سارے عالم کی سیر کر لینا۔ ایک وقت میں چند جگہ ہونا۔ ان آیات میں فرمایا گیا کہ آپ بایں جسم پاک وہاں موجود نہ تھے ان میں یہ کہاں ہے کہ آپ ان واقعات کو ملاحظہ بھی نہیں فرمارہے تھے اس جسد عنصری سے وہاں نہ ہونا اور ہے اور ان واقعات کو مشاہدہ فرمانا کچھ اور بلکہ آیات مذکورہ کا مطلب ہی یہ ہے کہ اے محبوب علیہ السلام آپ وہاں بہ ایں جسم موجود نہ تھے لیکن پھر بھی آپ کو ان واقعات کا علم اور مشاہدہ ہے جس سے معلوم ہوا کہ آپ سچے نبی ہیں یہ آیات تو حضور کا حاضر وناظر ہونا ثابت کر رہی ہیں۔ تفسیر صاوی میں وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ إِذْ قَضَيْنَا إِلَى مُوسَى (القصص ۴۴) کی تفسیر میں ہے۔

وهذا بالنظر الى العالم الجسمانى لاقامة الحجة على الخصم و اما بالنظر الى العالم الروحانى فهو حاضر رسالة كل رسول وما وقع من لدن ادم الى ان ظهر بجسمه الشريف۔

ترجمہ: یعنی یہ فرمانا کہ موسیٰ علیہ السلام کے اس واقعہ کی جگہ نہ تھے جسمانی لحاظ سے ہے عالم روحانی کی حیثیت سے حضور علیہ السلام ہر رسول کی رسالت اور آدم علیہ السلام سے لے کر آپ کے جسمانی ظہور تک کے تمام واقعات پر حاضر ہیں۔

نیز ہجرت کے دن غار ثور میں صدیق صدق کو لئے ہوئے جلوہ گر ہیں کہ کفار مکہ دروازہ غار پر آپہنچے حضرت صدیق پریشان ہوئے تو حضور صَلَّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم نے فرمایا:

لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (التوبة ۴۰)

ترجمہ: غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ ہمارے ساتھ تو ہے مگر کفار کے ساتھ نہیں لہذا خدا ہر جگہ نہیں کیونکہ کفار بھی تو عالم ہی میں تھے نیز غزوہ احد سے فارغ ہو کر کفار سے خطاب فرمایا۔

اللہُ مَوْلانا، ولا مَوْلی لکُمْ۔

ترجمہ: اللہ ہمارا مولیٰ ہے تمہارا کوئی مولیٰ نہیں۔[98]

جس سے معلوم ہوا کہ اللہ کی سلطنت و حکومت فقط مسلمانوں پر تو ہے کفار پر نہیں۔ مولیٰ بمعنی والی۔ تو جس طرح ان دونوں کلاموں میں توجیہ کرو گے کہ پہلے کلام سے مراد ہے کہ اللہ رحم و کرم سے ہمارے ساتھ ہے اور جبر و قہر سے کفار کے ساتھ اور دوسری کلام میں مراد یہ ہے کہ مددگار والی ہمارا ہے اور تمہارا والی تو ہے مگر ناصر اور مہربان نہیں اسی طرح ان آیات میں بھی کہا جاوے گا کہ بطریق ظاہر بہ ایں جسد عنصری آپ اس وقت ان کے پاس نہ تھے۔

اعتراض (۳)

قرآن کریم فرماتا ہے:

وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرَدُوا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ۔ (التوبۃ ۱۰۱)

ترجمہ: اور کچھ مدینہ والے ان کی خو ہو گئی ہے نفاق ان کو تم نہیں جانتے ہم جانتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام ہر جگہ حاضر نہیں ورنہ آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَآلہ واصحابہ وَسلَّم کو منافقین کے اندرونی رازوں کی بھی خبر ہوتی حالانکہ آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَآلہ واصحابہ وَسلَّم ان سے بے خبر تھے۔

---

98 (صحیح البخاری کتاب المغازی ج ۲ ص ۵۷۹ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

جواب: اس کا تفصیلی جواب ہم بحث علم غیب میں اسی آیت کے ماتحت دے چکے ہیں۔

اعتراض (۴)

بخاری کتاب التفسیر میں ہے کہ زید ابن ارقم نے عبد اللہ ابن ابی کی شکایت کی کہ وہ لوگوں سے کہتا ہے۔ لَا تُنفِقُوا عَلَى مَنْ عِندَ رَسُولِ اللَّهِ۔(پارہ ۲۸ سورہ المنافقون ۶۳ آیت نمبر ۷) مسلمانوں کو کچھ خرچ نہ دو۔ عبد اللہ ابن ابی نے بارگاہ الٰہی میں آکر جھوٹی قسم کھالی کہ میں نے یہ نہ کہا تھا فصدقهم و كذبنی حضور علیہ السلام نے ان کو سچا مان لیا اور مجھ کو جھوٹا۔ اگر حضور علیہ السلام ہر جگہ حاضر وناظر ہیں تو ابن ابی کی غلط تصدیق کیوں کر دی جب آیت کریمہ نے نازل ہو کر زید ابن ارقم کی تصدیق کی تو یہ سچے ہوئے۔[99]

جواب عبد اللہ ابن ابی کی تصدیق فرمادینے سے لازم نہیں کہ آپ کو اصل واقعہ کا علم بھی نہ ہو شرعاً مقدمہ میں ضروری ہے کہ یا تو مدعی گواہ پیش کرے ورنہ مدعی علیہ قسم کھا کر مقدمہ جیت لے گا کیونکہ قاضی کا فیصلہ مدعی کی گواہی یا مدعا علیہ کی قسم پر ہوتا ہے نہ کہ قاضی کے ذاتی علم پر زید ابن ارقم رضی اللہ عنہ مدعی تھے کہ ابن ابی نے توہین کی اور ابن ابی منکر چونکہ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گواہی نہ تھی عبد اللہ کی قسم پر فیصلہ کر دیا گیا۔ پھر جب قرآن مجید نے گواہی دی تب اس گواہی سے ان کی تصدیق ہوئی۔ قیامت میں گزشتہ کفار انبیاء علیہم السلام کی تبلیغ کا انکار کریں گے اور انبیاء علیہم السلام دعوی۔ رب العلمین امت مصطفی علیہ السلام سے انبیاء کرام علیہم السلام کے حق میں گواہی لے کر انبیاء کرام علیہم السلام کی تصدیق فرمائے گا۔ اسی طرح کفار عرض کریں گے۔ وَاللَّهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ۔(پارہ ۷ سورہ الانعام ۶ آیت نمبر ۲۳) خدا کی قسم ہم مشرک نہ

---

99 (صحیح البخاری کتاب التفسیر پارہ ۲۸ سورہ المنافقون ج ۴ ص ۱۸۵۹ رقم الحدیث ۴۶۱۷ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)

تھے تب ان کے نامہ اعمال اور ملائکہ اور ان کے اعضاء سے گواہی لے کر ان کے خلاف فیصلہ ہو گا تو کیارب کو بھی اصل واقعہ کا پتہ نہ تھا۔ ضرور تھا مگر یہ قانون کی پابندی ہے کذبنی کے معنی ہیں کہ میری بات نہ مانی۔ یہ معنی نہیں کہ مجھ کو جھوٹا فرمایا کیونکہ جھوٹا فاسق ہوتا ہے اور تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم عادل ہیں اور کسی مسلمان کو بلا دلیل فاسق نہیں کہا جاسکتا۔ کبھی دیوبندی کہتے ہیں کہ کیا نبی علیہ السلام گندی جگہ اور دوزخ میں بھی حاضر ہیں۔ ان کو وہاں ماننا بے ادبی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کا ہر جگہ حاضر ہونا ایسا ہے جیسے سورج کی شعاع یا نور نظر یا فرشتوں کا ہر جگہ ہونا یہ چیزیں ہر جگہ موجود ہیں مگر گندگی سے گندی نہیں ہوتیں۔ بتاؤ تم رب کو ان سب جگہ حاضر مانتے ہو یا نہیں؟ اگر مانتے ہو تو اس کی بے ادبی ہوئی یا نہیں۔ نورِ آفتاب گندی جگہ پڑنے سے ناپاک نہیں تو حقیقت محمدیہ جسے رب نور فرمائے اس پر ناپاکی کے احکام کیوں جاری ہوں گے۔

اعتراض (۵)

ترمذی میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہے:

لا یبلغنی احد عن احد من اصحابی شئیا فانی احب ان اخرج الیکم و انا سلیم الصدر۔

ترجمہ: کوئی شخص ہم سے کسی صحابی کی باتیں نہ لگائے ہم چاہتے ہیں کہ تمہارے پاس صاف دل آیا کریں۔

اگر حضور علیہ السلام ہر جگہ حاضر ہوتے تو خبر پہنچانے کی کیا ضرورت تھی۔ آپ کو ویسے ہی خبر رہتی۔

جواب: انبیائے کرام علیہم السلام کے علم شہودی میں ہر وقت ہر چیز رہتی ہے مگر ہر چیز پر ہر وقت توجہ رہنا ضروری نہیں۔ اس کے متعلق ہم بحث علم غیب میں حاجی امداد اللہ صاحب کی عبارت

پیش کر چکے ہیں۔ اب حدیث کا مطلب بالکل واضح ہے کہ ہم کو لوگوں کی باتوں کی طرف توجہ دلا کر کسی کی طرف سے ناراض نہ بتاؤ۔ ایک جگہ ارشاد ہوا ہے۔ ذَروني ما ترَ كتُكم۔ جب تک ہم تم کو چھوڑے رہیں تم بھی چھوڑے رہو۔[100]

اعتراض (٦)

بیہقی میں ہے:

من صلی علی عند قبری سمعته و من صلی علی نائیا ابلغته۔

ترجمہ: جو شخص ہم پر ہماری قبر کے پاس درود بھیجتا ہے تو ہم خود سنتے ہیں اور جو دور سے درود بھیجتا ہے تو ہم تک پہنچایا جاتا ہے۔[101]

اس سے معلوم ہوا کہ دور کی آواز آپ تک نہیں پہنچتی ورنہ پہنچائے جانے کی کیا ضرورت ہے۔

جواب: اس حدیث میں یہ کہاں ہے کہ درود ہم نہیں سنتے۔ مطلب بالکل ظاہر ہے کہ قریب والے کا درود تو صرف خود سنتے ہیں اور دور والے کا درود سنتے بھی ہیں اور پہنچایا بھی جاتا ہے ہم حاضر و ناظر کے ثبوت میں دلائل الخیرات کی وہ روایت پیش کر چکے ہیں کہ اہل محبت کا درود تو ہم بنفس نفیس خود سن لیتے ہیں اور غیر محبت والوں کا درود پہنچا دیا جاتا ہے تو دور و قریب سے مراد دلی دوری قریبی ہے نہ کہ مسافت کے لحاظ سے۔

گر بے مني و پيش دريمني — گر با مني دور يمني پيش مني

---

100 (أخرجه البخاري (٧٢٨٨)، ومسلم (١٣٣٧)، والنسائي (٢٦١٩)، وابن ماجه (٢) مطولاً، والترمذي (٢٦٧٩) باختلاف يسير، وأحمد (١٠٧٠٥))

101 (سنن الکبری للبیھقی ج ۱ ص ۴۴ رقم الحدیث ۱۹۹ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکۃ المکرمۃ)، (شعب الایمان ج ۲ ص ۲۱۸ رقم الحدیث ۱۵۸۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (فتح الباری ج ۶ ص ۴۸۸ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

پہنچائے جانے سے لازم نہیں آتا کہ آپ اس کو سنتے ہی نہیں ورنہ ملائکہ بندوں کے اعمال بارگاہ الٰہی میں پیش کرتے ہیں تو کیا رب کو خبر نہیں۔ درود کی پیشی میں بندوں کی عزت ہے کہ درود پاک کی برکت سے ان کا یہ رتبہ ہوا کہ غلاموں کا نام شہنشاہ امام کی بارگاہ میں آگیا۔

فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نبی کی توہین کرنے والے کی توبہ قبول نہیں۔ دیکھو شامی باب المرتدین کیونکہ یہ توہین حق العباد ہے جو توبہ سے معاف نہیں ہوتا اگر توہین کی حضور کو خبر نہیں ہوتی تو یہ حق العبد کیونکر بنی۔ غیبت اسی وقت حق العبد بنتی ہے جب اس کی خبر اس (بندے) کو ہو جاوے جس کی غیبت کی گئی ورنہ حق اللہ رہتی ہے۔ دیکھو شرح فقہ اکبر مصنفہ ملا علی قاری۔

کتاب جلاء الافہام مصنفہ ابن قیم شاگرد ابن تیمیہ صفحہ ۷۳ حدیث ۱۰۸ میں ہے۔

لیس من عبد یصلی علی الا بلغنی صوتہ حیث کان قلنا بعد وفاتک قال و بعد وفاتی۔

ترجمہ: یعنی کوئی کہیں سے درود شریف پڑھے مجھے اس کی آواز پہنچتی ہے۔ یہ دستور بعد وفات بھی رہے گا۔

فائدہ:

میری ساری امت اپنے سب اعمال کے ساتھ میرے حضور پیش کی گئی

امام حارث بن ابی اسامۃ متوفی ۱۸٦ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا الحسن بن قتیبۃ ثنا جسر بن فرقد عن بکر بن عبداللہ المزنی قال قال رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَ اٰلہ و اصحابہ وَسلَّم ثم حیاتی خیر لکم تحدثون ویحدث لکم و وفاتی

خیر لکم تعرض علی اعمالکم فما کان من حسن حمدت اللہ علیہ و ما کان من سیٔ استغفرت اللہ لکم۔[102]

امام ابو داؤد متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

ان من افضل ایامکم یوم الجمعۃ فیہ خلق آدم وفیہ قبض وفیہ النفخۃ وفیہ الصعقۃ فاکثروا علی من الصلاۃ فیہ فان صلاتکم معروضۃ علی۔[103]

ترجمہ: تمہارے دنوں میں سب سے افضل دن جمعہ کا ہے اس دن آدم علیہ السلام کی ولادت ہوئی اس روز ان کی روح قبض کی گئی اور اسی روز صور پھونکا جائے گا پس اس روز کثرت سے مجھ پر درود شریف بھیجا کرو بے شک تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں:

عرضت علی امتی باعمالھا حسنھا وقبیحھا۔[104]

ترجمہ: میری ساری امت اپنے سب اعمال نیک وبد کے ساتھ میرے حضور پیش کی گئی۔

---

102 (مسند الحارث زوائد الھیثمی کتاب علامات النبوۃ باب فی حیاتہ و وفاتہ ج ۲ ص ۸۸۴ رقم الحدیث ۹۵۳ مطبوعہ مرکز خدمۃ السنۃ والسیرۃ النبویۃ المدینۃ المنورۃ)

103 (سنن ابی داؤد باب تفریع ابواب الجمعۃ باب وفضل یوم الجمعۃ ولیلۃ الجمعۃ ج ۱ ص ۲۷۵ رقم الحدیث ۱۰۴۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سنن ابن ماجہ کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیھما باب فی فضل الجمعۃ ج ۱ ص ۳۴۵ رقم الحدیث ۱۰۸۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سنن النسائی کتاب الجمعہ باب اکثار الصلاۃ علی النبی ﷺ یوم الجمعۃ ج ۳ ص ۹۱ رقم الحدیث ۱۳۷۵ مطبوعہ مکتب المطبوعات الاسلامیۃ حلب)، (سنن الکبریٰ للنسائی باب الامر باکثار الصلاۃ علی النبی ﷺ یوم الجمعۃ ج ۱ ص ۵۱۹ رقم الحدیث ۱۶۶۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (سنن دارمی ج ۱ ص ۴۴۵ رقم الحدیث ۱۵۷۲ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۵۳ رقم الحدیث ۸۶۹۷ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)، (طبرانی کبیر ج ۱ ص ۲۱۶ رقم الحدیث ۵۸۹ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۲۴۸ رقم الحدیث ۵۷۸۹ مطبوعہ دار الباز مکۃ المکرمۃ)

104 (صحیح مسلم کتاب المساجد باب النھی عن البصاق فی المسجد ج ۱ ص ۲۰۷ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (مسند احمد ج ۵ ص ۱۸۰ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (دلائل النبوۃ للاصبھانی ص ۲۰۶ رقم الحدیث ۲۸۰ مطبوعہ دار طیبۃ الریاض)، (مسند ابو عوانہ ج ۱ ص ۴۰۶ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (سنن الکبری للبیہقی ج ۲ ص ۲۹۱ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان)

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

عرضت علی امتی البارحۃ لدی ھذہ الحجرۃ حتی لانا اعرف بالرجل منھم من احدکم بصاحبہ۔[105]

ترجمہ: گزشتہ رات مجھ پر میری امت اس حجرے کے پاس میرے سامنے پیش کی گئی بے شک میں ان کے ہر شخص کو اس سے زیادہ پہچانتا ہوں جیسا تم میں کوئی اپنے ساتھی کو پہچانے۔

امام احمد بن عمرو بن عبد الخالق عتیکی بزار متوفی ۲۹۲ھ روایت کرتے ہیں:

حیاتی خیر لکم تحدثون و نحدث لکم و وفاتی خیر لکم تعرض علی اعمالکم فما رأیت من خیر حمدت اللہ علیہ و ما رأیت من شر استغفرت اللہ لکم۔[106]

ترجمہ: میری زندگی تمہارے لئے بہتر ہے مجھ سے باتیں کرتے ہو اور ہم تم سے باتیں کرتے ہیں اور میری وفات بھی تمہارے لئے بہتر، تمہارے اعمال مجھ پر پیش کئے جائیں گے جب بھلائی دیکھوں گا حمد الٰہی بجالاؤں گا اور جب برائی دیکھوں گا تمہاری بخشش چاہوں گا۔

امام ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کے بعد لکھتے ہیں:

رواہ البزار و رجالہ رجال الصحیح۔[107]

---

105 (طبرانی کبیر ج۳ ص ۱۸۱ رقم الحدیث ۳۰۵۴ مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت)، (کنز العمال ج ۱۱ ص ۴۰۸ رقم الحدیث ۳۱۹۱۱ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

106 (البحر الزخار، المعروف بمسند البزار ج ۵ ص ۳۰۸۔۳۰۹ رقم الحدیث ۱۹۲۵ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم المدینۃ المنورۃ)

107 (مجمع الزوائد باب مایحصل لامتہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم استغفار بعد وفاتہ ج ۹ ص ۲۴ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ روایت کرتے ہیں:

حیاتی خیر لکم تحدثون و نحدث لکم فاذا انا مت کانت و فاتی خیراً لکم تعرض علی اعمالکم فان رأیت خیرا احمدت اللہ و ان رأیت شرا ذلک استغفرت اللہ لکم۔[108]

ترجمہ: میرا جینا تمہارے لئے بہتر ہے مجھ سے باتیں کرتے ہو اور ہم تمہارے نفع کی باتیں تم سے فرماتے ہیں اور جب میں انتقال فرماؤں گا تو میری وفات تمہارے لئے خیر ہوگی، تمہارے اعمال مجھ پر پیش کئے جائے اگر نیکی دیکھوں گا حمد الٰہی کروں گا اور دوسری بات پاؤں گا تو تمہاری مغفرت طلب کروں گا۔

امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے راوی کہ حضور صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسَلَّم نے فرمایا:

ان اعمال امتی تعرض علی فی کل یوم جمعۃ اشْتَدَّ غَضَبُ اللہِ علی الزُّناۃِ۔[109]

ترجمہ: بے شک ہر جمعہ کے دن میری امت کے اعمال مجھ پر پیش ہوتے ہیں اور زانیوں پر خدا کا سخت غضب ہے۔

---

108 (طبقات الکبری ابن سعد ذکر ما قرب لرسول اللہ ﷺ من اجلہ ج۲ ص ۱۹۴ مطبوعہ دا رصادر بیروت)، (کنز العمال ج ۱۱ ص ۴۰۷ رقم الحدیث ۳۱۹۰۳ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)، (جامع الصغیر ج ۱ ص ۲۲۹ رقم الحدیث ۳۷۷۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الوفا باحوال المصطفیٰ الباب السابع و الاربعون فی عرض اعمال امتہ علیہ ج ۲ ص ۸۰۹۔۸۱۰ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)، (المطالب العالیہ لابن حجر عسقلانی ج ۴ ص ۲۲۔۲۳ مطبوعہ مکہ مکرمہ)، (السیرۃ النبویۃ لابن کثیر ج ۴ ص ۴۵۸ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (البدایۃ و النہایۃ ج ۴ ص ۲۵۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (الکامل فی ضعفاء الرجال ج ۳ ص ۹۵۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

109 (حلیۃ الاولیاء ترجمۃ عمران القصیر ۳۵۸ ج ۶ ص ۱۷۹ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

امام ترمذی محمد بن علی والد عبد العزیز سے راوی، رسول اللہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم فرماتے ہیں:

تعرض الاعمال یوم الاثنین و یوم الخمیس علی اللہ تعالیٰ و تعرض علی الانبیاء وعلی الاٰباء والامہات یوم الجمعۃ فیفرحون بحسنا تہم وتزداد وجوھھم بیضا ونزھۃ فاتقوا اللہ تعالیٰ ولاتؤذوا امو تاکم۔[110]

ترجمہ: ہر دوشنبہ وپنشنبہ کو اعمال اللہ کے حضور پیش ہوتے ہیں اور ہر جمعہ کو انبیاء اور ماں باپ کے سامنے وہ نیکیوں پر خوش ہوتے ہیں اور ان کے چہروں کی نورانیت اور چمک بڑھ جاتی ہے تو اللہ سے ڈرو اور اپنے مردوں کو اپنی بد اعمالیوں سے ایذا نہ دو۔

جلاء افہام مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ صفحہ ۷۳ انیس الجلیس مصنفہ مولانا الدین سیوطی صفحہ ۲۲۲ میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

اصحابی اخوانی صلوا علی فی کل یوم الاثنین و الجمعۃ بعد وفاتی فانی اسمع صلوتکم بلاواسطۃ۔

ترجمہ: یعنی ہر جمعہ و پیر کو مجھ پر درود زیادہ پڑھو میری وفات کے بعد کیونکہ میں تمہارا درود بلاواسطہ سنتا ہوں۔

---

110 (نوادرالاصول الاصل السابع والستون والمائۃ الخ ص ۲۱۳ مطبوعہ دارصادر بیروت)، (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر ج ۱ ص ۱۹۹ رقم الحدیث ۳۳۱۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (نوادرالاصول فی احادیث الرسول صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم ج ۴ ص ۱۷۶ مطبوعہ دارالجیل بیروت)، (الفردوس بماثور الخطاب ج ۱ ص ۱۸۳۔۱۸۴ رقم الحدیث ۶۸۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت)

فائدہ:

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

لیس من یوم الا تعرض فیه علی النبی صَلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وَ الٰه و اصحابه وَ سلَّم اعمال امته غدوة و عشیة فیعرفهم بسیماهم و اعمالهم۔[111]

ترجمہ: کوئی دن ایسا نہیں جس میں نبی صَلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم پر ان کی امت کے اعمال صبح وشام دو دفعہ پیش نہ ہوتے ہوں تو حضور صَلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم انھیں ان کی نشانی صورت سے بھی پہچانتے ہیں اور ان کے اعمال سے بھی۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں:

حیاتی خیر لکم تحدثون و یحدث لکم فاذا انا مت کانت و فاتی خیراً لکم تعرض علی اعمالکم فان رأیت خیرا احمدت اللّٰہ و ان رأیت شرا ذلک استغفرت اللّٰہ لکم۔[112]

ترجمہ: میرا جینا تمہارے لئے بہتر ہے مجھ سے باتیں کرتے ہو اور ہم تمہارے نفع کی باتیں تم سے فرماتے ہیں اور جب میں انتقال فرماؤں گا تو میری وفات تمہارے لئے خیر ہو گی، تمہارے اعمال مجھ پر پیش کئے جائیں گے اگر نیکی دیکھوں گا حمد الٰہی کروں گا اور دوسری بات پاؤں گا تو تمہاری مغفرت طلب کروں گا۔

---

111 (کتاب الزهد باب فی عرض عمل الاحیاء علی الاموات الجزء الرابع ص ۴۲ رقم الحدیث ۱۲۶ مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت)

112 (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر ج ۱ ص ۲۲۹ رقم الحدیث ۳۷۷۱ مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت)

علامہ عبد الرؤف مناوی تیسیر شرح جامع صغیر امام سیوطی کی شرح میں لکھتے ہیں:

وذلک کل یوم کما ذکرہ المؤلف وعدہ من خصوصیاتہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَ ألہ واصحابہ وَسلّم و تعرض علیہ ایضا مع الانبیاءعلیھم السلام والاباء یوم الاثنین والخمیس [113]

ترجمہ: رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَألہ واصحابہ وَسلَّم کے حضور میں پیشی تو ہر روز ہے جیسا کہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر فرمایا اور اسے حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَألہ واصحابہ وَسلَّم کے خصائص سے گنا اور ہر دوشنبہ وپنشنبہ کو بھی حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَألہ واصحابہ وَسلَّم پر اعمالِ امت انبیاء اور آباء کے ساتھ پیش ہوتے ہیں۔

نسیم الریاض میں ہے:

ذکر العراقی فی شرح المھذب انہ ا عرضت علیہ الخلائق من لدن أدم علیہ الصلوۃ والسلام الی قیام الساعۃ فعرفھم کلھم کما علم ادم الاسماء۔ [114]

ترجمہ: امام عراقی شرح مہذب میں فرماتے ہیں کہ آدم علیہ الصلوۃ والسلام سے لے کر قیامت تک کی تمام مخلوقات الٰہی حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَألہ واصحابہ وَسلَّم پر عرض کی گئیں تو حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَألہ واصحابہ وَسلَّم نے ان سب کو پہچان لیا جس طرح آدم علیہ الصلوۃ والسلام کو تمام نام تعلیم ہوئے تھے۔

---

113 (التیسیر شرح الجامع صغیر تحت الحدیث حیاتی خیر لکم الخ ج ا ص ۵۰۲ مطبوعہ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض)

114 (نسیم الریاض شرح الشفا للقاضی عیاض الباب الثالث فصل فیما ورد من ذکر مکانتہ ج۲ ص ۲۰۸)

اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:

پہلی روایت ابن مبارک نے حضرت سعید بن المسیب سے کی ہے کہ کوئی دن ایسا نہیں کہ نبی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم پر آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم کی امت کے اعمال صبح وشام پیش نہ کیے جاتے ہوں۔[115]

نیز لکھتے ہیں:

مجموعی روایات سے خلاصۃ علاوہ فضیلت حیات واکرام ملائکہ کے برزخ میں آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم کے یہ مشاغل ثابت ہوتے ہیں اعمال امت کا ملاحظہ فرمانا نماز پڑھنا غذا مناسب اُس عالم کے نوش فرمانا سلام کا سننا نزدیک سے خود اور دور سے بذریعہ ملائکہ سلام کا جواب دینا... یہ تو دائماً ثابت ہیں۔[116]

اعتراض (۷)

فتاویٰ بزازیہ میں ہے:

من قال ان ارواح المشائخ حاضرۃ تعلم یکفر۔

ترجمہ: جو کہے کہ مشائخ کی روحیں حاضر ہیں جانتی ہیں وہ کافر ہیں۔

شاہ عبدالعزیز تفسیر فتح العزیز صفحہ ۵۵ میں فرماتے ہیں کہ:

انبیاء ومرسلین والوازم الوہیت از علم غیب و شنیدن فریاد ہر کس در ہر جا وقدرت بر جمیع مقدورات ثابت کنند۔

---

115 (نشر الطیب ص ۱۴۰ مطبوعہ دارالاشاعت اردو بازار کراچی)
116 (نشر الطیب ص ۱۴۰ مطبوعہ دارالاشاعت اردو بازار کراچی)

یعنی نبی اور پیغمبروں کے لئے خدائی صفات جیسے علم غیب اور ہر جگہ سے ہر شخص کی فریاد سننا اور تمام ممکنات پر قدرت ثابت کرتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ علم غیب اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا خدا کی صفت ہے کسی اور میں ماننا صریح کفر ہے۔ بزازیہ فقہ کی معتبر کتاب ہے وہ حکم کفر دے رہی ہے۔

جواب: فتاویٰ بزازیہ کی ظاہر عبارت کے زد میں تو مخالفین بھی آتے ہیں۔ اولاً تو اس لئے کہ ہم امداد السلوک مصنفہ مولوی رشید احمد صاحب کی عبارت پیش کر چکے ہیں۔ جس میں انہوں نے نہایت صفائی سے شیخ کی روح کو مریدین کے پاس حاضر جاننے کی تعلیم دی ہے۔ دوسرے اس لئے کہ بزازیہ کی عبارت میں یہ تصریح نہیں ہے کہ کس جگہ روح مشائخ کو حاضر جانے ہر جگہ یا بعض جگہ اس اطلاق سے تو معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی مشائخ کی روح کو ایک جگہ بھی حاضر جانے یا ایک بات کا بھی علم مانے تو کافر ہے اب مخالفین بھی ارواحِ مشائخ کو ان کی قبر یا مقامِ علیین برزخ وغیرہ جہاں وہ رہتی ہیں۔ وہاں تو حاضر مانیں گے ہی۔ بس کہیں بھی مانا کفر ہوا۔ تیسرے اس لئے کہ ہم اس بحثِ حاضر و ناظر میں شامی کی عبارت پیش کر چکے ہیں کہ یہ حاضر و ناظر کہنا کفر نہیں ہے۔ چوتھے یہ کہ ہم اشعۃ اللمعات اور احیاء العلوم بلکہ نواب صدیق حسن خاں بھوپالی وہابی کی عبارت بیان کر چکے ہیں۔ جس میں وہ فرماتے ہیں کہ نمازی اپنے قلب میں حضور علیہ السلام کو حاضر جان کر السلام علیک ایھا النبی کہے۔ اب ان اکابر فقہاء پر بزازیہ کا فتویٰ جاری ہوگا یا نہیں لہٰذا ماننا ہوگا کہ بزازیہ میں جس حاضر و ناظر ماننے کو کفر فرمایا جا رہا ہے وہ حاضر و ناظر ہونا ہے جو صفت الٰہیہ ہے یعنی ذاتی قدیم واجب بغیر کسی جگہ میں ہوئے کہ ایسا حاضر ہونا رب کی صفت ہے وہ ہر جگہ ہے مگر کسی جگہ میں نہیں پہلے سوال کے جواب میں ہم فتاویٰ رشیدیہ جلد اول کتاب البدعات صفحہ ۹۱ کی عبارت اور براہین قاطعہ صفحہ ۲۳ کی

عبارت نقل کر چکے ہیں جس سے ثابت ہوا کہ مولوی رشید احمد و خلیل احمد صاحبان بھی اس فتوے میں ہم سے متفق ہیں۔ شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت بالکل واضح ہے کہ مشائخ وانبیاء کی قدرت تمام مقدورات الٰہیہ پر اللہ کی طرف ماننا کفر ہے ورنہ خود شاہ عبدالعزیز صاحب وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا۔ (پارہ ۲ سورہ البقرۃ ۲ آیت نمبر ۱۴۳) کے ماتحت حضور علیہ السلام کو حاضر وناظر مانتے ہیں۔ ان کی بحث علم غیب میں اسی آیت مذکورہ کے ماتحت لکھ چکے ہیں۔

اعتراض (۸)

اگر حضور حاضر بھی ہیں اور نور بھی تو چاہیئے کہ رات میں کبھی اندھیرا نہ ہو مگر ہر جگہ اندھیرا ہوتا ہے لہذا یاتو حضور نور نہیں یا نور ہیں مگر ہر جگہ حاضر نہیں۔

جواب: اس کے دو جواب ہیں ایک الزامی دوسرا تحقیقی۔ جواب الزامی تو یہ ہے کہ قرآن مجید نور ہے اور ہر گھر میں بھی ہے نیز فرشتے نور بھی ہیں اور ہر انسان کے ساتھ بھی نیز رب تعالیٰ نور بھی ہے اور ہر ایک کے ساتھ بھی مگر پھر بھی رات کو اندھیرا ہوتا ہے لہذا یاتو فرشتے۔ قرآن، خداتعالیٰ نور نہیں یا حاضر نہیں۔ تحقیقی جواب یہ ہے کہ حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم ۔ قرآن۔ فرشتوں کی نورانیت ایمانی ہے اور نور کو دیکھنے کے لئے دیکھنے والے میں بصیرت کا نور چاہیئے بعض مقبول لوگ وہ نور اب بھی مشاہدہ کرتے ہیں۔

اعتراض (۹)

بعض مخالفین جب کوئی راستہ نہیں پاتے تو کہدیتے ہیں کہ ہم ابلیس میں ہر جگہ پہنچ جانے کی طاقت مانتے ہیں۔ اسی طرح آصف ابن برخیا اور ملک الموت اور ملائکہ میں یہ طاقت تسلیم کرتے ہیں مگر یہ نہیں مانتے کہ دیگر مخلوق کے کمالات پیغمبروں میں یا حضور علیہ السلام میں جمع ہیں۔ مولوی قاسم

صاحب تحذیر الناس میں لکھتے ہیں کہ "رہا عمل اس میں بسا اوقات غیر نبی نبی سے بڑھ جاتے ہیں" رجوم المذنبین میں مولوی حسین احمد صاحب نے لکھا کہ دیکھو تخت بلقیس لانے کی طاقت حضرت سلیمان میں نہ تھی اور آصف میں تھی ورنہ آپ خود ہی کیوں نہ لے آتے اسی طرح ہدہد نے کہا کہ أَحَطْتُ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ۔ (پارہ ۱۹ سورہ نمل ۲۷ آیت نمبر ۲۲) اے سلیمان میں وہ بات معلوم کرکے آیا ہوں جس کی خبر آپ کو نہیں نیز ہدہد کی آنکھ زمین کے اندر کا پانی دیکھ لیتی ہے اسی لئے وہ حضرت سلیمان کی خدمت میں رہتا تھا کہ جنگل میں زمین کے اندر کا پانی بتائے اور حضرت سلیمان کو اس کی خبر نہ تھی معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کے علم وطاقت سے غیر نبی بلکہ جانوروں کا علم وطاقت زیادہ ہو سکتا ہے۔

جواب: غیر نبی میں نبی سے زیادہ یا کسی اور نبی میں حضور علیہ السلام سے زیادہ کمال ماننا صریح آیاتِ قرآنی اور احادیثِ صحیحہ اور اجماعِ امت کے خلاف ہے خود مخالفین بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں جن کی عبارات ہم پیش کر چکے ہیں۔ یہ آٹھواں اعتراض خود اپنے مذہب کو چھوڑنا ہے۔ شفا شریف میں ہے کہ اگر کوئی کہے کہ فلاں کا علم حضور علیہ السلام سے زیادہ ہے۔ وہ کافر ہے۔ کسی بھی کمال میں کسی کو حضور علیہ السلام سے زیادہ ماننا کفر ہے کوئی غیر نبی نبی سے نہ تو علم میں بڑھ سکتا ہے نہ عمل میں۔ اگر کسی کی عمر ۸ سو سال ہو اور وہ اس تمام مدت میں عبادت ہی کرے اور کہے کہ میری عبادت تو ۸ سو سال کی ہے اور حضور علیہ السلام کی عبادت کل پچیس برس کی لہٰذا عبادت میں حضور صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وَاٰلہٖ واصحابہٖ وَسَلَّم سے بڑھ گیا وہ بے دین ہے۔ ان کے ایک سجدے کا جو ثواب ہے وہ ہماری لاکھوں برس کی عبادات سے کہیں بڑھ کر ہے صرف یہ ہوا کہ اس کی محنت زیادہ ہوئی مگر قربِ الٰہی درجہ اور ثواب میں نبی سے اس کو کوئی نسبت ہی نہیں۔ شانِ نبی تو بہت بلند وبالا ہے۔ مشکوۃ

باب فضائل الصحابہ میں ہے کہ میرے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا تھوڑے جَو خیرات کرنا تمہارے پہاڑ بھر سونا خیرات کرنے سے افضل ہے۔ شمسون بن اسرائیل نے ایک ہزار ماہ یعنی ۸۳ سال چار ماہ مسلسل عبادت کی۔ مسلمانوں کو اس پر رشک ہوا کہ ہم اس کا درجہ ثواب کیسے پائیں تو آیت کریمہ اتری لَيۡلَةُ الۡقَدۡرِ خَيۡرٌ مِّنۡ أَلۡفِ شَهۡرٍ۔ (پارہ ۳۰ سورہ ۹۷ آیت نمبر ۳) شب قدر تو ہزار ماہ سے بھی زیادہ بہتر ہے۔ یعنی اے مسلمانو! تم کو ہم ایک شب قدر دیتے ہیں کہ اس شب میں عبادت بنی اسرائیل کی ہزار ماہ کی عبادت سے بہتر ہے تو حضور علیہ السلام کی ایک ایک ساعت لاکھوں شب قدر سے افضل ہے۔ جس مسجد پاک کے ایک گوشہ میں سید الانبیاء صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم آرام فرماہیں یعنی مسجد نبوی وہاں کی ایک رکعت پچاس ہزار کے برابر ثواب رکھتی ہے۔ جن کے قریب میں ہماری عبادت ایسی پھولتی پھلتی ہے تو ان کی عبادت کا کیا پوچھنا ہے۔

اسی طرح یہ کہنا کہ آصف ابن برخیا میں تخت لانے کی طاقت تھی نہ کہ حضرت سلیمان علیہ السلام میں محض بیہودہ بکواس ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے۔

قَالَ الَّذِي عِنۡدَهُ عِلۡمٌ مِنَ الۡكِتَابِ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبۡلَ أَنۡ يَرۡتَدَّ إِلَيۡكَ طَرۡفُكَ (نمل ۴۰)

ترجمہ: اس نے کہا جس کو کتاب کا علم تھا کہ میں اس تخت بلقیس کو آپ کے جھپکنے سے پہلے حاضر خدمت کر دونگا۔

معلوم ہوا کہ آصف کی یہ قدرت علمِ کتاب کی وجہ سے تھی۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ ان کو اسم اعظم یاد تھا جس سے وہ یہ تخت لائے۔ ان کو یہ علم حضرت سلیمان کی برکت سے ملا۔ پھر یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ان میں یہ قدرت ہو اور ان کے استاذ سیدنا سلیمان علیہ السلام میں نہ ہو رہا یہ کہ پھر آپ خود نہ لائے وجہ بالکل ظاہر ہے کہ کام کرنا خدام کا کام ہے نہ کہ سلاطین کا دبدبہ سلطنت چاہتا ہے کہ خدام سے کام لیا جاوے۔ بادشاہ اپنے نوکروں سے پانی منگوا کر پیتا ہے تو کیا خود اس میں پانی

لینے کی طاقت نہیں۔ رب العلمین دنیا کے سارے کام فرشتوں سے کراتا ہے کہ بارش برسانا جان نکالنا پیٹ میں بچہ بنانا سب ملائکہ کے سپرد ہیں تو کیا خدا میں یہ طاقت نہیں ہے۔ کیا فرشتے خدا سے زیادہ طاقت رکھتے ہیں۔

تفسیر روح البیان نے زیر آیت فَصِیَامُ شَهْرَیْنِ مُتَتَابِعَیْنِ۔ (پارہ ۵ سورہ النساء ۴ آیت نمبر ۹۲) پارہ پنجم سورہ نساء میں بیان فرمایا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا آصف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلقیسی تخت لانے کا حکم دینا اس لئے تھا کہ آپ علیہ السلام نے اپنے درجہ سے اترنا نہ چاہا یعنی یہ کام خدام کا ہے۔ اسی طرح ہدہد کا قول قرآن نے نقل کیا کہ اس نے کہا کہ میں وہ چیز دیکھ کر آیا ہوں جس کی آپ کو خبر نہیں۔ قرآن نے کہاں فرمایا کہ واقعی آپ علیہ السلام کو خبر نہ تھی۔ ہدہد سمجھا کہ شاید اس کی خبر حضرت کو نہ ہو گی یہ کہدیا لہذا اس سے سند نہیں پکڑی جا سکتی۔

نیز ہدہد نے عرض کیا کہ أَحَطْتُ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهِ۔ (پارہ ۱۹ سورہ نمل ۲۷ آیت نمبر ۲۲) میں وہ بات دیکھ کر آیا جو آپ نے نہ دیکھی یعنی اس ملک میں آپ بہ ایں جسم شریف مشاہدہ فرمانے نہ گئے خبر کی نفی نہیں حضرت سلیمان علیہ السلام کو سب کچھ خبر تھی مگر منشاء الٰہی یہ تھا کہ اتنا بڑا کام ایک ہدہد چڑیا کے ذریعہ ہو تا کہ معلوم ہو جائے کہ پیغمبر کے پاس بیٹھنے والے جانور وہ کام کر دکھاتے ہیں جو دوسرے انسانوں سے نہیں ہو سکتے اگر حضرت سلیمان علیہ السلام کو خبر نہ تھی تو آصف ابن برخیا بغیر کسی سے پتہ پوچھے یمن کے شہر سبا میں بلقیس کے گھر کیسے پہنچے اور آن کی آن میں تخت کیسے لے آئے؟ معلوم ہوا کہ سارا یمن حضرت آصف کے سامنے تھا تو پھر حضرت سلیمان علیہ السلام سے کیسے مخفی رہ سکتا ہے۔ یوسف علیہ السلام کو باپ کا پتہ معلوم تھا مگر وقت سے پہلے اپنی خبر نہ دی تا کہ قحط سالی پڑے اور آپ علیہ السلام کی شان دنیا کو معلوم ہو۔ پھر باپ سے ملاقات ہو۔ نیز

زمین کے نیچے کا پانی معلوم ہونا ہدہد کی یہ خدمت تھی سلاطین ان کاموں کو آپ نہیں کرتے۔ مثنوی شریف میں ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک بار حضور علیہ السلام وضو فرمارہے تھے موزے اتار کر رکھ دیئے کہ ایک چیل نے جھپٹ کر ایک موزہ اٹھالیا اور اوپر لے جاکر الٹا کرکے پھینک دیا۔ جس میں سے سانپ نکلا۔ حضور علیہ السلام نے چیل سے دریافت فرمایا کہ تو نے میرا موزہ کیوں اٹھایا؟ عرض کیا کہ جب میں اڑتی ہوئی آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسَلَّم کے سر مبارک کے مقابل آئی تو آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسَلَّم کے سر سے آسمان تک وہ نور تھا کہ اس میں آکر مجھ پر زمین کے ساتوں طبق روشن ہوگئے۔ اس سے میں نے آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسَلَّم کے موزے کے اندر کا سانپ دیکھ لیا تو اس خیال سے اٹھالیا کہ شاید آپ بے توجہی میں اس کو پہن لیں اور آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسَلَّم کو تکلیف پہنچ جاوے۔

مولانا فرماتے ہیں:

مار در موزہ ببینم از ہوا　　　　نیست از من عکس تست اے مصطفی

پھر حضور صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسَلَّم نے فرمایا:

گرچہ ہر غیب خدا مارا نمود　　　　دل دراں لحظہ بخود مشغول بود[117]

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ایک بار عرض کیا کہ **یا حبیب اللہ** صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسَلَّم آج بہت تیز بارش آئی اور آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسَلَّم قبرستان میں تھے آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسَلَّم کے کپڑے کیوں تر نہ ہوئے؟ فرمایا کہ عائشہ تم نے کیا اوڑھا ہوا ہے؟

---

117 (مثنوی معنوی ربودن عقاب موزۂ رسول خدا صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسَلَّم دفتر سوم ص ۸۱ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور)

عرض کیا کہ آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم کا تہبند شریف فرمایا۔

گفت بہر آں نمود اے پاک حبیب چشم پاکت راخدا باران غیب!

نیست ایں باراں ازیں ابر شما ہست باراں دیگر و دیگر سما!

اے محبوبہ! اس تہبند شریف کی برکت سے تمہاری آنکھوں سے غیب کے پردے کھل گئے۔ یہ بارش نور کی تھی نہ کہ پانی کی بارش۔ اس کا بادل اور آسمان ہی دوسرا ہے۔ اے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ کسی کو نظر نہیں آیا کرتی۔ تم نے ہمارے تہبند کی برکت سے اس کو دیکھ لیا۔ ہدہد کی آنکھ کو یہ طاقت ابراہیم علیہ السلام کی آگ پر پانی ڈالنے کی برکت سے ملی اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی صحبت سے۔

فائدہ:

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۹۹ھ لکھتے ہیں:

فالجمهور ومنهم ابن عباس ويزيد بن رومان والحسن على انه آصف بن برخيا بن شمعيا بن منكيل، واسم امه باطورا من بنى اسرائيل كان وزير سليمان على المشهور وفى مجمع البيان انه وزيره وابن اخته وكان صديقاً يعلم الاسم الاعظم۔[118]

ترجمہ: حضرت ابن عباس، یزید بن رومان، امام حسن بصری اور جمہور رحمہم اللہ کا اس پر اتفاق ہے کہ وہ شخص آصف بن برخیا بن شمعیا بن منکیل تھا وہ بنی اسرائیل میں سے تھا مشہور قول کے مطابق وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا وزیر تھا۔ مجمع البیان میں ہے کہ وہ ان کا وزیر تھا وہ ان کا بھانجا تھا اور ان کا سچا خیر خواہ تھا اس کو اسم اعظم کا علم تھا۔

---

118 (تفسیر روح المعانی تحت آیت سورہ النمل آیت نمبر ۴۰ ج ۱۹ ص ۲۶۵ مطبوعہ المکتبۃ الحقانیۃ پشاور)، (الجامع لاحکام القرآن ج ۱۳ ص ۱۹۰ مطبوعہ دارالفکر بیروت)، (تفسیر طبری ج ۱۹ ص ۱۵۹ مطبوعہ دارالفکر بیروت)، (تفسیر ابن کثیر ج۳ ص ۳۶۵ مطبوعہ دارالفکر بیروت)

علامہ ابو الحسن ابراہیم بن عمر البقاعی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں۔

جس طرح ہماری شریعت میں اللہ تعالیٰ اپنے ولی کی آنکھ ہو جاتا ہے اور اس کے ہاتھ اور پیر ہو جاتا ہے اور وہ اللہ کی صفات کا مظہر ہو کر تصرف کرتا ہے اس طرح آصف بن برخیار ضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اس تخت پر تصرف کیا۔[119]

امام کبیر محدث شہیر حافظ حدیث ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفھانی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم قضائے حاجت کے لئے دور تشریف لے جایا کرتے تھے۔ ایک بار اسی طرح آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم تشریف لے گئے۔ پھر وضو کیا اور موزے پہنے لگے ابھی ایک موزہ پہنا تھا کہ ایک سبز پرندہ آیا اور دوسرا موزہ لے اڑا اور اوپر لے جا کر اسے پھینک دیا تو اس موزے سے ایک نہایت سیاہ سانپ نکل کر گر پڑا۔ نبی کریم صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم نے فرمایا یہ اللہ کی طرف سے میری تکریم و تعظیم ہے۔ پھر آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم نے یہ دعا فرمائی۔

اللَّهمَّ إنّي أعوذُ بکَ مِن شرِّ مَن يمشي على بطنِه و مِن شرِّ مَن يمشي على رِجلَيْنِ و مِن شرِّ مَن يمشي على أربعٍ۔[120]

ترجمہ: اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں ہر اس مخلوق کے شر سے جو (سانپ کی طرح) اپنے پیٹ پر چلتی ہے یا (انسانوں کی طرح) دو قدموں پر یا (درندوں کی طرح) چار قدموں پر چلتی ہے۔

---

119 (نظم الدرر ج ۵ ص ۴۲۶۔۴۲۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

120 (دلائل النبوۃ لابی نعیم اصفہانی اردو ۱۷۳۔۱۷۴ ص مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین الباب السادس فی معجزاتہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ و اصحابہ وَسلَّم المتعلقۃ بتکلیم البھائم لہ و شھادتھا برسالۃ الخ ص ۳۳۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال کان رسول اللہ اذا اراد الحاجۃ ابعد قال فذھب یوماً فقعد تحت سمرۃ ونزع خفیہ قال ولبس احدھما فجاء طائر فاخذ الخف الآخر فحلق بہ فی السماء فانسلت منہ اسود سالح فقال رسول اللہ ھذہ کرامۃ اکرمنی اللہ بھا۔[121]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم جب رفع حاجت کا ارادہ فرماتے تو وہ دور نکل جاتے ایک دن آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم تشریف لے گئے اور موزے اتار کر ایک درخت کے نیچے بیٹھے پھر جب آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم نے ایک موزہ پہنا تو دوسرا موزہ ایک پرندہ لے اڑا جس نے فضا میں جاکر اس کو الٹا تو اس میں سے کینچلی اترا ہوا کالا سانپ بر آمد ہوا۔ حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم نے فرمایا یہ ہے وہ عزت وکرامت جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمائی ہے۔

اعتراض (۱۰)

اگر حضور علیہ السلام ہر جگہ حاضر وناظر ہیں تو مدینہ پاک حاضر ہونے کی کیا ضرورت ہے؟

جواب: جب خدا ہر جگہ ہے تو کعبہ جانے کی کیا ضرورت ہے؟ اور پھر معراج میں حضور علیہ السلام کے عرش پر جانے کا کیا فائدہ تھا؟ جناب مدینہ منورہ دار السلطنت ہے اور خاص تجلی گاہ جیسے کہ برقی طاقت کے لئے پاور ہاؤس بلکہ اولیاء اللہ رحمہم اللہ تعالیٰ کی قبور مختلف پاوروں کے قمقمے ہیں۔ ان کی بھی زیارت ضروری ہے۔

---

121 (البدایۃ والنھایۃ حدیث آخر فی ذلک فیہ غرابۃ ج ٦ ص ١٩٥ مطبوعہ مکتبۃ المعارف بیروت)

اعتراض(۱۱)

اگر حضور علیہ السلام حاضر و ناظر ہیں تو تم لوگ نماز کی امامت کیوں کرتے ہو ہر جگہ حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم ہی امام ہونے چاہئیں؟

جواب: کسی آیۃ یا حدیث میں یہ نہیں کہ حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم کی موجودگی میں کوئی امامت نہیں کرسکتا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم کی حیات شریف میں ۱۷ نمازیں پڑھائیں حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم کی موجودگی میں نماز فجر پڑھائی خود حضور انور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم نے ان کے پیچھے ایک رکعت پڑھی۔ جناب امامت کے لئے ضروری ہے کہ امام حاضر بھی ہو نظر بھی آئے نماز بھی پڑھائے حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم حاضر ہیں اور تمام جہان کو ملاحظہ فرمارہے ہیں مگر وہ تو نظر نہیں آتے ناظر ہیں مگر منظور نہیں نیز اب آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم یہ نماز کسی کو نہیں پڑھاتے کہ یہ نماز اسی عالم کی چیز ہے حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم دوسرے عالم سے تعلق رکھتے ہیں اور حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم پر اب نماز فرض نہیں ہم پر فرض ہے فرض والا نفل والے کے پیچھے نہیں پڑھ سکتا۔ وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد و الہ و صحبہ اجمعین

برحمتک یا ارحم الراحمین

فقیہ العصر مفتی محمد امین صاحب نے مسئلہ حاضر و ناظر پر ایک نہایت جامع اور مدلل رسالہ تحریر فرمایا ہے، جو کہ ذیل میں پیش کیا جارہا ہے۔

حاضرو ناظرِ مصطفیٰ
صَلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم

مقدمہ بطورِ تمہید چند باتیں

اللہ تعالیٰ جل جلالہ وحدہٗ لا شریک لہ ہے ذات میں، صفات میں، افعال میں اس کا کوئی شریک نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالیٰ کی ہر صفت ذاتی ہے، قدیم ہے، مستقل ہے، غیر محدود ہے اور مخلوق کی ہر صفت عطائی ہے، حادث ہے اور محدود ہے۔

اللہ تعالیٰ کی کوئی صفت عطائی نہیں ہوسکتی اور مخلوق کی کوئی صفت ذاتی نہیں ہوسکتی اور یہ وہ بنیاد ہے جس پر توحید کا مضبوط محل قائم ہے اور یہ وہ حد فاصل ہے جس سے انسان کفر و شرک سے بچ جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ غیب دان ہے تو بالذات اور مصطفیٰ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم یا ولی غیب دان ہیں تو اللہ تعالیٰ کی عطا سے۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہ سمیع و بصیر ہے تو بالذات۔ إِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ۔ (الاسراء ۱، غافر ۵۶) اور بندہ سمیع و بصیر ہے تو اللہ تعالیٰ کی عطا سے۔ فَجَعَلْنَـٰهُ سَمِيعًاۢ بَصِيرًا۔ (الانسان ۲) یعنی بندے کو ہم نے سمیع و بصیر بنایا ہے۔

اللہ تعالیٰ تصرف کرتا ہے تو بالذات جبکہ ولی اور نبی تصرف کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی عطا سے۔ اللہ تعالیٰ اندھوں اور کوڑھوں کو تندرست کرتا ہے تو بالذات اور اللہ تعالیٰ کا نبی اندھوں اور کوڑھ والوں کو تندرست کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی عطا سے۔ اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کرتا ہے تو بالذات اور اللہ تعالیٰ کا نبی علیہ السلام مردوں کو زندہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی عطا سے۔ وَأُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ وَأُحْيِ الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِ اللّٰهِ۔ (آل عمران ۴۹)

اللہ تعالیٰ حاضر وناظر ہے تو بالذات اور اللہ تعالیٰ کے نبی حاضر وناظر ہیں تو اللہ تعالیٰ کی عطا سے۔

إِنَّا أَرْسَلْنَاکَ شَاھِدًا۔ (الفتح ۸) اسمِ مشارکت سے شرک لازم نہیں آتا۔ قرآن عظیم الشان میں ہے۔ إِنَّ اللَّہَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَحِیمٌ۔ (الحج ۶۵) یعنی اللہ تعالیٰ رؤف بھی ہے رحیم بھی ہے اور اپنے حبیب صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم کے متعلق فرمایا: بِالْمُؤْمِنِینَ رَءُوفٌ رَحِیمٌ (التوبۃ ۱۲۸) یعنی میرا حبیب صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم رؤف بھی ہے اور رحیم بھی۔

اللہ تعالیٰ بھی سمیع وبصیر ہے۔ إِنَّہُ ھُوَ السَّمِیعُ الْبَصِیرُ۔ (الاسراء ۱، غافر ۵۶) اور بندہ بھی سمیع وبصیر ہے۔ فَجَعَلْنٰہُ سَمِیعًا بَصِیرًا۔ (الانسان ۲) کیونکہ اللہ تعالی رؤف ورحیم ہے تو بالذات اور نبی اکرم حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رؤف ورحیم ہیں تو اللہ تعالی کی عطا سے۔

مسلمان بھائیوں سے اپیل ہے کہ ہمیشہ اس فرق کا لحاظ رکھیں ورنہ شرک کے مرتکب ہوں گے یا پھر کفر میں مبتلا ہو جائیں گے کیونکہ مخلوق میں سے کسی کے لیے بھی کوئی صفت مستقل اور ذاتی مان لی جائے تو یہ سراسر شرک ہے اور ناقابل معافی جرم ہے قرآن پاک میں ہے۔ إِنَّ اللہَ لَا یَغْفِرُ أَنْ یُشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُونَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَشَاءُ۔ (النساء 48) اللہ تعالی رؤف ورحیم ہے تو بالذات اور نبی اکرم حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رؤف ورحیم ہیں تو اللہ تعالی کی عطا سے۔

مسلمان بھائیوں سے اپیل ہے کہ ہمیشہ اس فرق کا لحاظ رکھیں ورنہ شرک کے مرتکب ہوں گے یا پھر کفر میں مبتلا ہو جائیں گے کیونکہ مخلوق میں سے کسی کے لیے بھی کوئی صفت مستقل اور ذاتی مان لی جائے تو یہ سراسر شرک ہے اور ناقابل معافی جرم ہے قرآن پاک میں ہے۔ إِنَّ اللہَ لَا یَغْفِرُ أَنْ یُشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُونَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَشَاءُ۔ (النساء 48)

اور اگر حبیبِ خدا سید الانبیاء صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کی کسی بھی اللہ تعالی کی عطا کردہ صفت کا انکار کیا جائے تو یہ بوجہ گستاخی کفر ہے۔

گر فرقِ مراتب نہ کنی زندیقی

اللہ تعالی توحید و رسالت کو صحیح سمجھنے کی توفیق عطا کرے اور اللہ تعالی ان حضرات کو بھی سمجھ عطا کرے جو توحید کی آڑ میں شانِ نبوت و رسالت میں بے ادبی کے مرتکب ہو کر ایمان ضائع کر بیٹھتے ہیں۔

والله تعالى الهادي الى الصراط المستقيم وصلى الله تعالى على حبيبه سيد الانبياء والمرسلين وعلى اله واصحابه اجمعين۔

فصل اول: حاضر ناظر کا مفہوم

حاضر و ناظر کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبِ مکرم، نبی محترم صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم سے بُعد اور دُوریاں اٹھا دی ہیں لہٰذا سارا جہاں زمین و آسمان و کرسی و قلم، ملک وملکوت سب کاسب جانِ جہاں صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم کے سامنے پیش نظر ہے کوئی چیز آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم سے دور و محجوب نہیں۔ رسول کریم رحمۃ اللعالمین صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم مثلِ کف دست سب کچھ دیکھ رہے ہیں جیسے کہ آئندہ صفحات میں آپ پڑھ لیں گے۔

وصلى الله تعالى على حبيبه سيد العالمين وعلى اله واصحابه اجمعين۔

فصل دوم: حاضر و ناظر کا ثبوت قرآن و حدیث سے

آیت نمبر ا:

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

إِنَّا أَرْسَلْنَاکَ شَاهِدًا۔ (الفتح ۸)

اے پیارے نبی! صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم ہم نے آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم کو شاہد بنا کر بھیجا ہے۔

قابلِ غور بات ہے کہ لفظِ شاہد یا تو شھود سے مشتق ہے یا مشاہدہ سے اگر شھود سے مشتق مانا جائے تو اس کا معنیٰ ہو گا حاضر اور اگر مشاہدہ سے مشتق مانا جائے تو معنیٰ ہو گا ناظر۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم کو حاضر و ناظر نہیں مانیں گے۔ ہم شاہد کا معنیٰ کرتے ہیں گواہ لہٰذا معنی یہ ہو گا:

اے نبی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم! ہم نے آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم کو گواہ بنا کر بھیجا ہے نہ کہ حاضر و ناظر۔

تنبیہہ:

ایسے بعض حضرات کی قسمت ہی ایسی ہوتی ہے کہ شب و روز رحمت کائنات صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم کی شان گھٹانے میں اور عیب جوئی میں لگے رہتے ہیں۔ مندرجہ ذیل واقعہ پڑھیں اور اپنی عاقبت خراب نہ کریں۔

واقعہ

مولانا سید غلام جیلانی شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ میرے استاد گرامی قدر مولانا سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے سید عالم صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم کی زیارت کرائی تھی

وہ یوں کہ میں راولپنڈی کے ایک دینی مدرسہ میں پڑھتا تھا وہاں اُستاد گستاخ تھا وہ اللہ تعالیٰ کے حبیب صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسَلَّم کی شان میں ایسی باتیں کہہ جاتا تھا جن باتوں کو لکھتے ہوئے قلم لرز جاتا ہے۔ مولانا سید غلام جیلانی شاہ صاحب نے فرمایا میں نے یہ سارا واقعہ گولڑہ شریف میں حاضر ہو کر حضرت بابو جی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں عرض کیا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پوچھا کہ پھر میں کدھر جاؤں تو بابو جی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ملتان شریف میں علامہ سعید احمد کاظمی شاہ صاحب کے مدرسہ میں چلے جائیں اور وہیں جا کر پڑھیں چنانچہ جب میں ملتان شریف حاضر ہوا تو حضرت علامہ کاظمی شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے حالات پوچھ کر فرمایا کہ اچھا ہوا کہ ایمان بچا کر نکل آئے۔ مولانا غلام جیلانی شاہ صاحب فرماتے ہیں میں نے پوچھا وہاں کون سی بات تھی کہ میرا ایمان ضائع ہو جاتا حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم لوگ حضور صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسَلَّم کے کمالات بیان کرتے ہیں اور وہ بے ادب لوگ کوشش کرتے ہیں کہ سرکار نبی کریم صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسَلَّم میں نقص اور عیب ڈھونڈ نکالیں (العیاذ باللہ) تو بتاؤ تمہیں نبی کریم صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسَلَّم کے کمالات پسند ہیں یا آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسَلَّم پر عیب اور افتراء پسند ہے۔ میں نے کہا مجھے تو کمالات پسند ہیں اس پر غزالی زماں رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا آج رات تم سو گے تو ان شاء اللہ تعالیٰ تمہیں سید الانبیاء صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسَلَّم کی زیارت نصیب ہو گی سرکار صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسَلَّم خود کرم فرمائیں گے تو خود حضور صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسَلَّم سے پوچھ لینا کہ کہاں پڑھنا بہتر ہے۔ سید غلام جیلانی شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں جب سویا تو اسی رات حضور صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسَلَّم کی زیارت سے مشرف ہوا سرکار صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسَلَّم نے جو پہلی بات فرمائی تھی

وہ یہ تھی کہ اچھا ہوا تم اس مدرسہ میں آگئے تمہارا ایمان بچ گیا۔ یہ سن کر میں نے خواب ہی میں عرض کیا کہ حضور!(صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم)وہاں پہلے مدرسہ میں کون سی خرابی تھی جس سے میرا ایمان ضائع ہو جاتا اس پر سرکار صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم نے فرمایا کہ وہ لوگ مجھ میں عیب ڈھونڈنے اور نقص تلاشکرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں اور حضرت غزالی زماں رحمہ اللہ تعالی کی طرف اشارہ کرکے فرمایا جب کہ یہ لوگ میرے کمالات تلاش کرتے اور بیان کرتے رہتے ہیں بتاؤ تمہیں میرے کمالات پسند ہیں یا عیب سننا؟ میں نے عرض کیا حضور(صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم)مجھے آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم کے کمالات پسند ہیں۔سید غلام جیلانی شاہ صاحب نے فرمایا جب میں سبق پڑھنے سید احمد سعید کاظمی رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس حاضر ہوا تو آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ رات والے خواب کا حال سناؤ میں نے سارا خواب بیان کیا تو بہت خوش ہوئے اور مجھے سرکار صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم کی زیارت پر مبارک باد دی اور فرمایا میں نے بھی تو یہی بتایا تھا۔[122]

واقعہ مذکورہ کو بار بار پڑھیں اور غور کریں کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے پیارے حبیب ، رحمتِ کائنات سید العالمین صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم جن کو اللہ تعالیٰ نے پیدا ہی محمد یعنی بے عیب پیدا کیا ہے، اس ذاتِ بابرکات میں زندگی بھر نقص اور عیب تلاش کرتے رہتے ہیں وہ کب شاہد کا معنیٰ حاضر وناظر مانیں گے۔ پھر ان سے سوال ہے کہ تم شاہد کا معنیٰ گواہ کرکے بھی کہیں نہیں جاسکتے کیونکہ گواہ وہ ہوتا ہے جو دیکھی ہوئی چیز کی گواہی دے،بن دیکھی بات کی گواہی تو دنیا کی عدالتیں بھی نہیں مانتیں تو اللہ تعالیٰ کے دربار میں بن دیکھی گواہی کیسے چل سکتی ہے؟

---

122 ماھنامہ السعید ملتان ماہ شوال 14 فروری 1998۔

لہذا وَیَکُونَ الرَّسُولُ عَلَیْکُمْ شَہِیدًا۔(البقرۃ143)

کے مطابق ماننا پڑے گا کہ حبیبِ خدا سید الانبیاء صَلّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم ہر ہر امتی کو دیکھ رہے ہیں جب بھی تو قیامت کے دن ہر ایک کی گواہی دیں گے۔

گواہی کے متعلق اقوالِ اکابر رحمہم اللہ تعالی

بحر الرائق میں ہے:

أَنَّ الشَّهَادَةَ اسْمٌ من الْمُشَاهَدَةِ وَهِيَ الِاطِّلَاعُ على الشَّيْءِ عِيَانًا فَاشْتُرِطَ في الْأَدَاءِ ما ينبىء عن الْمُشَاهَدَةِ۔[123]

یعنی شہادت اسم ہے جو کہ مشاہدہ سے بنا ہے اور مشاہدہ کسی چیز کو آنکھوں سے دیکھ کر مطلع ہونے کا نام ہے اسی لئے شہادت کی ادائیگی میں مشاہدہ سے خبر دینے کی شرط لگائی گئی ہے۔

نہایہ میں ہے:

وأصل الشهادة الإخبارُ بما شاهَدَه وشَهِده۔[124]

گواہی میں اصل یہ ہے کہ جس چیز کا مشاہدہ کیا ہو اور اس پر حاضر ہوا ہو اس کی خبر دینا۔

مولوی اشرف علی تھانوی کا قول

مشاہدہ کے بغیر شرعی شہادت جائز نہیں۔[125]

123 بحر الرائق ص55 ج7 مطبوعۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی۔
124 النہایۃ ابن اثیر ص514 ج2۔
125 افادات یومیہ صفحہ 288 جلد 2

مولوی محمد حنیف گنگوہی دیوبندی کا قول

شہادت گواہی دینا شریعت میں کسی حال کی خبر دینے کو کہتے ہیں جو اٹکل اور گمان سے نہ ہو بلکہ چشمِ دید ہو۔[126]

درسِ قرآن کا حوالہ

گواہ کو شاہد اور شہید اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ خاص امر واقعہ میں موجود ہوتا ہے اور اس سے پوری طرح باخبر ہوتا ہے۔[127]

اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو اپنے حبیب رحمت العالمین صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم کی سچی محبت عطا کرے تو سارے جھگڑے ہی ختم ہو جائیں۔

وھو الموفق و نعم الوکیل۔

مسلکِ دیوبند کے شیخ الہند مولانا محمود الحسن کا قول

رسول اللہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم جو اپنے امتیوں کے حالات سے پوری طرح واقف ہیں ان کی صداقت وعدالت کے گواہ ہوں گے۔[128]

اللہ تعالیٰ ہمیں مان لینے والوں میں سے کرے۔

اپیل

اے مسلمان بھائی! وہ تو نہیں مانیں گے لیکن تو تو مان جاتا کہ تو دوزخ کی آگ سے بچ جائے جیسے کہ عاشقِ رسول (صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم) محمد پناہ ٹوٹانی آگ سے بچ گیا۔

---

126 صبح نوری صفحہ 286 جلد 2

127 درس قرآن ص 544 ج 1۔

128 تفسیر عثمانی صفحہ 27

اللھم اھدنا و اجعلنا من المھتدین۔

اور اگر تجھے ہمارے ترجمہ پر اعتبار نہیں تو ہم اکابر کے اقوال مبارکہ پیش کیے دیتے ہیں تا کہ دل مطمئن ہو جائے۔

1۔یَاأَیُّھَا النَّبِیُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاکَ شَاھِدًا۔(الاحزاب 45)

یعنی اے غیب کی خبریں دینے والے نبی ہم نے آپ کو بھیجا حاضر وناظر (صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم)۔(کنز الایمان)

2۔حضرت شیخ المحدثین شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ نے فرمایا

إِنَّا أَرْسَلْنَاکَ شَاھِدًا۔(الاحزاب 45)

معنی عالم وحاضر بحالِ امت وتصدیق وتکذیب ونجات وہلاک ایشاں۔[129]

یعنی إِنَّا أَرْسَلْنَاکَ شَاھِدًا۔(الاحزاب 45) میں شاہد کا معنی ہے امت کے احوال کو جاننے والے اور حاضر اور امت کی تصدیق و تکذیب اور نجات وہلاکت کا مشاہدہ فرمانے والے۔

3۔عارف رومی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

در نظر بودش مقامات العباد　　　　لاجرم نامش خدا شاہد نہاد[130]

یعنی نبی اکرم صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم کی نظر میں سب بندوں کے مقامات ہیں۔اسی لئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم کا نام مبارک شاہد رکھا ہے۔

---

129 مدارج النبوۃ ص 260۔
130 مثنوی شریف دفتر ششم ص 68۔

4۔ مفسرِ قرآن سیدی سید محمود آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

يا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاکَ شاهِداً على من بعثت إليهم تراقب أحوالهم وتشاهد أعمالهم وتتحمل عنهم الشهادة بما صدر عنهم من التصديق والتكذيب وسائر ما هم عليه من الهدى والضلال۔[131]

اے پیارے نبی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم !ہم نے آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم کو امت پر شاہد بنا کر بھیجا ہے کہ آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم امت کے احوال کی نگرانی فرماتے ہیں اور ان کے اعمال کو دیکھتے ہیں اور امت کے احوال مثلاً تصدیق و تکذیب، ہدایت و گمراہی وغیرہ اعمال کی گواہی دیں گے۔

باقی لفظ شاہد کے معنی کے متعلق آپ تیسری فصل میں مزید حوالہ جات پڑھ لیں گے۔اللہ تعالیٰ ماں لینے کی توفیق عطا کرے۔

وهو حسبنا ونعم الوكيل وصلى الله تعالىٰ على حبيبه سيد المرسلين وَعلىٰ اٰله واصحابه اجمعين۔

آیت نمبر ۲

النَّبِيُّ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ (الاحزاب 6)

یعنی رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم ایمان والوں کے ساتھ ان کی جانوں سے بھی قریب تر ہیں۔

اور ظاہر بات ہے کہ جو قریب ہوتا ہے وہ حاضر بھی ہوتا ہے اور ناظر بھی اور یہی بات بانی مدرسہ دیوبند مولانا قاسم نانوتوی صاحب نے بھی کہی ہے۔

---

131 تفسیر روح المعانی ص 45 ج 22۔

چنانچہ تحذیر الناس میں ہے:

النَّبِيُّ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ (الاحزاب 6) صلہ مِنْ أَنْفُسِهِمْ۔ کو دیکھئے تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ رسول اللہ صَلَّى اللہ تعالیٰ علیہ وَآلہ واصحابہ وَسَلَّم کو اپنی امت کے ساتھ وہ قرب حاصل ہے کہ ان کی جانوں کو بھی ان کے ساتھ حاصل نہیں کیونکہ **أَوْلَى** بمعنی **أَقرب** ہوا اور اگر بمعنی **أَحب** یا **أَوْلَى** بالتصرف ہو۔ جب بھی یہی بات لازم آئے گی کہ اجیت اور الولیت بالتصرف کے لئے **أَقرب** تو وجہ ہو سکتی ہے پر بالعکس نہیں ہو سکتا۔[132]

حدیث پاک: اخرج الطبرانی عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَآلہ واصحابہ وَسلَّم إنّ اللہ قد رَفعَ لِيَ الدُّنيا، فأنا أنظرُ إليها وإلى ما هوَ كائنٌ فيها إلى يومِ القيامةِ، كأنّما أنظرُ إلى كَفِّي هذِه۔[133]

یعنی رسول اللہ صَلَّى اللہ تعالیٰ علیہ وَآلہ واصحابہ وَسَلَّم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا میرے سامنے کر دی ہے لہذا میں ساری دنیا کو اور جو کچھ دنیا میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کا سب یوں دیکھ رہا ہوں جیسے اس ہاتھ کی ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں۔

اس حدیث پاک سے دو باتیں ثابت ہوئیں ایک یہ کہ سید دو عالم حبیب مکرم صَلَّى اللہ تعالیٰ علیہ وَآلہ واصحابہ وَسَلَّم ساری دنیا کے ناظر ہیں۔

دوم یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے اپنے حبیب جانِ دو عالم صَلَّى اللہ تعالیٰ علیہ وَآلہ واصحابہ وَسَلَّم سے دوریاں اٹھا دی ہیں اور ساری دنیا آپ صَلَّى اللہ تعالیٰ علیہ وَآلہ واصحابہ وَسَلَّم کے قریب کر دی ہے لہذا رحمة للعلمین صَلَّى اللہ تعالیٰ علیہ وَآلہ واصحابہ وَسَلَّم ساری دنیا کے لئے حاضر ہیں

---

132 تحذیر الناس ص 10۔

133 أبو نعيم (ت ٤٣٠)، حلية الأولياء ٦/١٠٧• الهيثمي (ت ٨٠٧)، مجمع الزوائد ٨/٢٩٠• المواهب اللدنية مع شرح زرقانی ص 204 ج 7۔

آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ واصحابہٖ وَسلَّم کے قریب جیسے عرب ویسے ہی عجم، جیسے زمین ویسے ہی آسمان، جیسے فرش ویسے ہی عرش، جیسے ملک ویسے ہی ملکوت ہے۔

اللھم صل وسلم وبارک علی النبی المختار، سید الابرار، زین المرسلین الاخیار، و علی آلہ واصحابہ اولی الایدی والابصار الی یوم القرار۔

نیز اس حدیثِ پاک میں فانا انظر سے خفیف سا احتمال ہو سکتا تھا کہ نظر سے مراد علم ہے۔

اس احتمال کو سیدی علامہ عبد الباقی زرقانی قدس سرہ نے بند کر دیا اور فرمایا:

اشارۃ الی انہ نظر حقیقۃ دفع بہ احتمال انہ ارید بالنظر العلم۔[134]

یعنی اس حدیثِ پاک میں نظر سے مراد نظر حقیقی یعنی آنکھ کے ساتھ دیکھنا ہے۔ یہ فرما کر مصنف نے اس احتمال کو بند کر دیا کہ نظر سے مراد علم ہے۔

اللہ تعالیٰ ایسے محقق علماء کو ہماری طرف سے جزاءِ خیر عطا کرے کہ انہوں نے اگر مگر کا راستہ بند کر دیا ورنہ آج کے علماء کچھ کا کچھ کر دیتے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ ورسولہ ونبیہ سید العلمین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

تیسری فصل: حاضر وناظر کے متعلق اکابر کے اقوال مبارکہ

1۔ شیر ربانی حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: نبی کریم صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ واصحابہٖ وَسلَّم (بے مثل) بشر بھی ہیں لیکن حاضر وناظر بھی ہیں۔[135]

---

134 زرقانی علی المواھب ص 205 ج 7۔

135 انقلابِ حقیقت ص 47

فائدہ:

صرف شیر ربانی ہی نہیں بلکہ تمام ولیوں، غوثوں، قطبوں کا علماء محققین کا یہی عقیدہ ہے کہ نبی اکرم شفیع اعظم صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم باذن اللہ حاضر وناظر ہیں۔

2۔ چنانچہ شیخ المحدثین شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ نے فرمایا: وباچندیں اختلافات وکثرت مذاہب کہ در علماء امت است یک کس رادریں مسئلہ خلافے نیست کہ آنحضرت صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم بحقیقت حیات بے شائبہ مجاز توہم تاویل دائم وباقیست وبراعمالِ امت حاضر وناظر ومر طالبانِ حقیقت راو متوجہان آنحضرت رامفیض ومربی است۔[136]

یعنی باوجود اس بات کے کہ امت کے علماء میں اختلاف ہوتے ہیں اورامت کے بہت سارے مذہب ہیں لیکن اس مسئلہ میں کسی ایک کا بھی اختلاف نہیں ہے کہ رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم اپنی حقیقی زندگی مبارکہ کے ساتھ دائم اور باقی ہیں اورامت کے احوال پر حاضر وناظر ہیں اور حقیقت کے طالبان کو اوران حضرات کو جو آپ کی طرف متوجہ ہیں ان کو فیض بھی پہنچاتے ہیں اوران کی تربیت بھی فرماتے ہیں اوراس میں نہ تو مجاز کا شائبہ ہے اورنہ ہی تاویل بلکہ تاویل کا وہم بھی نہیں۔

اللھم صل وسلم وبارک علی النبی المختارسیدالابرار وعلی آلہ واصحابہ الاخیارالی یوم القرار۔

اورسیدی شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ وہ ہستی ہیں جن کی شخصیت مسلم ہے اوران کو اپنوں اوربیگانوں سب نے خراجِ تحسین پیش کیاہے۔

---

136 اقرب السبل براخبار الاخیار ص 161۔

چنانچہ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی اشرف الجواب میں لکھتے ہیں:

چونکہ شیخ عبد الحق رحمہ اللہ تعالیٰ بڑے محدث ہیں اس لئے انہوں نے جو یہ دس قسمیں شفاعت کی لکھی ہیں کسی حدیث سے معلوم کر کے لکھی ہوں گی گو ہم کو وہ حدیث نہیں ملی مگر چونکہ شیخ کی نظر حدیث میں بہت وسیع ہے اس لئے ان کا یہ قول قابلِ قبول ہے۔[137]

نیز حضرت شیخ المحدثین کے متعلق مولانا اشرف علی صاحب نے لکھا ہے: بعض اولیاء اللہ ایسے بھی گزرے ہیں کہ خواب میں یا حالتِ غیبت میں روزمرہ ان کو دربارِ نبوی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وَسلَّم میں حاضری کی دولت نصیب ہوتی تھی ایسے حضرات حضوری کہلاتے ہیں انہیں میں سے ایک حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں کہ یہ بھی اسی دولت سے مشرف تھے اور صاحبِ حضوری تھے۔[138]

نیز مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی نے لکھا ہے:

اول ماخلق اللہ نوری اور لولاک لماخلقت الافلاک۔ یہ حدیثیں کتب صحاح میں موجود نہیں ہیں مگر شیخ عبد الحق رحمہ اللہ تعالیٰ نے اول ماخلق اللہ نوری نقل کیا ہے اور بتایا ہے کہ اس کی کچھ اصل ہے۔[139]

لہٰذا اگر شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول معتبر مانا جاتا ہے اگرچہ حدیث نہ ملے جیسے کہ مندرجہ بالا دونوں دیوبند کے اکابر نے اقرار کیا ہے تو حضرت شیخ قدس سرہ کا یہ قول مبارک

---

137 اشرف الجواب ص 551 ج3۔
138 افاضاتِ یومیہ ص 100 ج9۔
139 فتاویٰ رشیدیہ مبوب ص 98۔

کہ نبی اکرم صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم کے حاضر وناظر ہونے میں کسی ایک کا بھی اختلاف نہیں کیوں نہ مانا جائے گا مگر تعصب کا کیا علاج؟ اللہ تعالیٰ ماننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

اللھم صل وسلم وبارک علی حبیبک النبی الکریم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

اسی سلسلہ میں کہ سارے ولی، غوث، قطب، ابدال، محققینِ کرام سیدِ دوعالم نور مجسم صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم کو حاضر وناظر مانتے ہیں۔ مزید اقوالِ مبارکہ پیشِ خدمت ہیں پڑھیں اور ایمان مضبوط کریں۔

3۔ حضرت خواجہ ضیاء اللہ نقشبندی مجددی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: درودِ پاک کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ درودِ پاک پڑھنے والا درودِ پاک پڑھتے وقت یہ خیال رکھے کہ آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم حاضر ہیں اور سن رہے ہیں اور منتظر اور امیدوار رہے تاکہ درودِ پاک کے ذریعہ سے آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم کی جناب سے فیض پہنچے۔[140]

4۔ شیخ الشیوخ خواجہ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ کا ارشادِ مبارک

پس باید کہ بندہ ہم چنانکہ حق سبحانہ وتعالیٰ را پیوستہ بر جمیع احوالِ خود ظاہراً و باطناً واقف مطلع بیند رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلم ہم را نیز ظاہر و باطن مطلع وحاضر داند۔[141]

140 مقاصد السالکین ص 56۔

141 عوارف المعارف منقول از محقق العقائد۔

یعنی جیسے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کو ہر وقت اپنے ظاہری و باطنی احوال پر واقف اور مطلع جانتا ہے ایسے ہی رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم کو اپنے ظاہری و باطنی احوال پر مطلع اور حاضر جانے۔

5۔سیدنا امامِ ربانی مجدد الفِ ثانی قدس سرہ نے فرمایا

وبعد از تحریر آں چناں معلوم شد کہ حضرت رسالت خاتمیت صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلمہٖ والتحیۃ باجمع کثیر از مشائخِ امت خود حاضر اندو ہمیں رسالہ را در دستِ مبارک خود دارند۔[142]

یعنی رسالہ لکھ لینے کے بعد یوں معلوم ہوا کہ سید دو عالم نورِ مجسم صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم اپنی امت کے مشائخ کرام سمیت حاضر ہیں اور وہی رسالہ سید الکونین صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم کے دستِ مبارکہ میں ہے۔

اللھم صل وسلم وبارک علی النبی الکریم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

6۔مولانا عبد الحیی لکھنوی کا قول

السر فی خطاب التشھد ان الحقیقۃ المحمدیۃ کانھا ساریۃ کل وجود وحاضرۃ فی باطن کل عبد۔[143]

یعنی نماز کے قعدہ میں تشہد پڑھتے وقت رسول اکرم صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم کو بصیغہ خطاب سلام عرض کرنے میں یہ حکمت ہے کہ حقیقتِ محمدیہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم ہر وجود میں جاری و ساری ہے اور ہر بندے کے باطن میں حاضر ہے۔

---

142 مکتوباتِ مجددیہ ص 22 ج 1۔
143 السعایۃ۔

وصلی اللہ علی حبیبہ سیدنامحمدو آلہ وسلم۔

وصلی اللہ علی نور کزوشد نور پیدا
زمین از حبِ او ساکن فلک در عشقِ شیدا

7۔حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک

فیہ تنبیہ نبیہ انہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَ اٰلہ و اصحابہ وَ سلَّم حاضر و ناظر فی ذلک العرض الا کبر۔[144]

یعنی اس میں خبر دار کرنے والی تنبیہہ ہے کہ رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَ سلَّم میدانِ حشر میں حاضر وناظر ہیں۔

اللھم صل وسلم وبارک علی النبی الحبیب وعلی آلہ واصحابہ وسلم۔

8۔حجۃ الاسلام سیدنا امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ کا فرمان

واحضر فی قلبک النبی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَ اٰلہ واصحابہ وَ سلَّم وشخصہ الکریم وقل السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبر کاتہ۔[145]

اے نمازی جب تو قعدہ میں بیٹھے تو تُو اپنے دل میں نبی اکرم رحمتِ دوعالم صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَ سلَّم کو حاضر جان کر کہہ السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبر کاتہ۔

صلی اللہ تعالیٰ علی النبی المختار وعلی آلہ واصحابہ الاخیار الیٰ یوم القرار۔

---

144 مرقاۃ شرح مشکوۃ ص 264 ج 2۔
145 احیاء العلوم ص 175۔

9۔ حضرت علامہ نورالدین حلبی رحمہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ذیشان

ان شهادته صلی اللہ تعالیٰ علیه و آله و سلم مستمرة بموجب حضوره فی جمیع العوالم امتلاء الکون و المکان و الزمان۔[146]

یعنی رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم کی گواہی اس لئے جاری ہے کہ رسول اکرم صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم سب جہانوں میں حاضر وموجود ہیں اور سید العالمین صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم سے کون ومکان اور زمان پُر ہیں۔

اللھم صل و سلم و بارک علی حبیبک سید الغلمین و علی آله و اصحابه و سلم۔

10۔ حضرت علامہ عبد الباقی زر قانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول مبارک

و اما الشاهد العالم او المطلع الحاضر۔[147]

قرآن مجید میں جو نبی اکرم رسول معظم صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم کو شاہد فرمایا گیا ہے اس کا معنی ہے جاننے والا یا مطلع اور حاضر۔

اللھم صل و سلم و بارک علی من اتخذته حبیبنا فی الدنیا و الاخرة۔

11۔ حضرت خواجہ ابو العباس مرسی قدس سرہ کا ارشاد مبارک

لو حجب عنی رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیه وَ اٰله و اصحابه وَسلَّم طرفة عین ماعددت نفسی من المسلمین۔[148]

اگر رسول اکرم صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم مجھ سے پلک جھپکنے کی مقدار غائب ہو جائیں تو میں اپنے کو مسلمان ہی نہ سمجھوں۔

---

146 جواھر البحار ص 122 ج 2۔
147 زرقانی علی المواھب ص 173 ج 7۔
148 الحاوی للفتاویٰ ص 444 ج 2۔

نتیجہ:

میں کہیں بھی جاؤں رحمۃ للعلمین صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم ہر وقت میرے پاس ہوتے ہیں۔

اللھم صل وسلم وبارک علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم۔

12۔ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی قدس سرہ کا فرمان مبارک

آپ نے **ویکون الرسول علیکم شھیدا** کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا:

وباشد رسولِ شما بر شما گواہ زیرِ آنچہ او مطلع است بنورِ نبوت بر رتبہ ہر متدین کہ در کدام درجہ از دین من رسیدہ و حقیقتِ ایمان او چیست و حجابیکہ بداں از ترقی محجوب ماندہ است کدام است پس او شناسد گناہاں شمارا و درجاتِ ایمانِ شما را و اعمالِ نیک وبدِ شمارا واخلاص ونفاقِ شمارا۔[149]

یعنی اے لوگو! تم پر تمہارے رسول صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم قیامت کے دن اس لئے گواہی دیں گے کہ وہ نورِ نبوت سے ہر پرہیزگار کے مقام ومرتبے کو جانتے ہیں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ فلاں میرا امتی کس درجہ پر پہنچا ہوا ہے اور یہ کہ اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے اور یہ بھی جانتے ہیں کہ میرے فلاں امتی کی ترقی میں فلاں چیز رکاوٹ بنی ہوئی ہے لہذا رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم جانتے ہیں تمہارے گناہوں کو اور تمہارے اچھے اور برے عملوں کو بھی جانتے ہیں نیز وہ تمہارے اخلاص اور تمہارے نفاق کو بھی جانتے ہیں۔

---

149 تفسیرِ عزیزی سورۃ بقرۃ۔

تنبیہ:

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کوئی معمولی ہستی نہیں بلکہ یہ ایسی مسلم شخصیت ہیں کہ سب نے آپ کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔

چنانچہ مولوی اسماعیل صاحب دہلوی نے آپ کو مندرجہ ذیل القاب سے یاد کیا ہے: جناب ہدایت مآب قدوہ ارباب صدق وصفا زبدۃ اصحاب فنا وبقا سید العلماء سند الاصفیاء رحمۃ اللہ علی العلمین وارث الانبیاء والمرسلین مرجع ہر ذلیل وعزیز مولانا ومرشدنا الشیخ عبدالعزیز متع اللہ المسلمین بطول بقاء واعزنا وسائر المسلمین بمجدہ وعلائہ۔[150]

13۔ شیخ المحدثین شاہ عبدالحق محدث دہلوی کا دوسرا ارشادِ مبارک

چونکہ آنحضرت صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم کی ذات مبارکہ اپنی حقیقت کے اعتبار سے سارے موجودات اور کائنات میں حاضر وشاہد اور موجود حاضر ہے اس لئے نماز پڑھنے والے نمازی کی ذات کے پاس بھی حاضر وشاہد ہے اور سلام کو بصیغہ خطاب لانا حقیقت میں حضور پر نور صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم کے شاہد ومشہود اور حاضر وموجود ہونے کے اعتبار سے ہے۔[151]

14۔ علامہ قسطلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی

لافرق بین موتہ وحیاتہ فی مشاھدتہ لامتہ ومعرفۃ احوالھم ونیاتھم وعزائمھم وخواطرھم وذلک عندہ جلی لاخفابہ۔[152]

---

150 صراط مستقیم ص 314۔

151 تکمیل الحسنات مترجم ص 7۔

152 مواھب لدنیہ مع شرحہ للزرقانی ص 305 ج8۔

یعنی رحمتِ کائنات صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم جیسے اپنی ظاہری زندگی مبارکہ میں امت کو دیکھ رہے تھے اسی طرح بعدِ وصال بھی امت کو دیکھ رہے ہیں اورامت کے احوال کو، نیز امت کی نیتوں اورارادوں اورامت کے خیالات کو بھی پہچانتے ہیں اور یہ امر سیدا لعلمین صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم کے سامنے ایسا روشن ہے کہ اس میں کسی قسم کی پوشیدگی نہیں۔

اللھم صل وسلم وبارک علی حبیبک سیدالعلمین وعلی آلہ واصحابہ وسلم۔

15۔ علامہ عبد الباقی زرقانی قدس سرہ کا فرمان

قرآن پاک میں ہے:

وَجِئۡنَا بِکَ عَلَی ھٰٓؤُلَآءِ شَھِیدًا (النساء41)، میں ھٰٓؤُلَآءِ اور شَھِیدًا کا معنی علامہ زرقانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کیاہے۔ الذی لا یغیب عنہ شئی۔[153]

یعنی شہید وہ ہوتا ہے جس سے کوئی چیز پوشیدہ نہ ہو۔

صلی اللہ علی النبی الکریم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

16۔ نیز علامہ عبد الباقی زرقانی قدس سرہ کا فرمان

لانہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَآلہ واصحابہ وَسلَّم شھید علی امتہ وناظر لما عملوا۔[154]

نبی اکرم صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم اپنی امت پر حاضر ہیں اورامت کے عملوں کو دیکھ رہے ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی النبی الکریم وخاتم النبیین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

---

153 زرقانی ص173 ج3۔

154 زرقانی علی المواھب ص173 ج3۔

17۔عارف باللہ علامہ نورالدین حلبی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایمان افروز قول مبارک

وان الذی اراہ ان جسدہ الشریف لایخلو منہ زمان ولامکان ولامحل ولاامکان ولاعرش ولالوح ولاکرسی ولاقلم ولابرولابحرولاسھل ولاوعرولابرزخ ولاقبر کما اشرنا الیہ ایضا وانہ امتلاالکون الاعلی کامتلاء الکون الاسفل بہ وکامتلاء قبرہ بہ۔[155]

یعنی ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم کے جسدِ اطہر سے نہ کوئی مکان خالی ہے نہ زمان، نہ کوئی محل خالی ہے نہ امکان نہ عرش نہ لوح نہ کرسی نہ قلم نہ خشکی خالی ہے نہ دریا نہ نرم زمین خالی ہے نہ سخت نہ برزخ خالی ہے نہ کوئی قبر اور بے شک نبی اکرم صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم کے جسدِ اطہر سے روضہ مقدسہ پُر ہے یوں ہی ملک وملکوت بھی پُر ہیں۔

اللھم صل وسلم وبارک علی النبی المختار سیدالابرار وعلی آلہ الاطھار وصحبہ الاخیار الی یوم القرار۔

تنبیہہ:

یہاں جسدِ مبارک سے جسدِ عنصری مراد نہیں، بلکہ جسدِ حقیقی مراد ہے جس کو حقیقتِ محمدیہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

18۔عارف باللہ محمد بن عثمان میر غنی قدس سرہ کا فرمان ذیشان

انہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم یسمعک ویراک ولوکنت بعیدا فانہ یسمع باللہ ویری بہ فلایخفی علیہ قریب ولابعید۔[156]

اے امتی! تجھے تیرے آقا صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم دیکھ بھی رہے ہیں اور سن بھی رہے ہیں اگرچہ تو مدینہ منورہ سے دور ہے کیونکہ رحمتِ کائنات صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم

---

155 جواھر البحار ص5 ج2۔
156 سعادۃ الدارین ص508۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت سے سنتے اور دیکھتے ہیں لہٰذا حبیبِ خدا صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم پر کوئی قریب یا دور چیز پوشیدہ نہیں ہے۔

19۔ جب بندہ قبر میں جاتا ہے تو منکر نکیر سوال کرتے ہیں۔ ماکنت تقول فی ھذاالرجل۔ یہ کون ہیں اس پر بعض کہتے ہیں اس سے حاضر فی الذہن کی طرف اشارہ ہے لیکن ہم کہتے ہیں یہاں حاضر فی الذہن کا کوئی رستہ نہیں کیونکہ

نقول مالذی دعاالی التجوزو العدول عن الحقیقة الی ذلک فوجب ان یکون حاضرا بجسدہ الشریف بلا کلام کیونکہ و الاسم الاشارة لایشار بہ الا الحاضر ھذاھو الاصل فی حقیقة مناہ۔[157]

یعنی اسم اشارہ سے حاضر چیز کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے اور یہ اسم اشارہ کا حقیقی معنی ہے تو حقیقی معنی کو چھوڑ کر مجازی معنی کی طرف جانا اس کا کون داعیہ ہے لہٰذا ضروری ہوا کہ سید دوعالم صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم ہر قبر میں اپنے جسم مبارکِ حقیقی کے ساتھ جلوہ افروز ہوتے ہیں۔

اللھم صل و سلم و بارک علی النبی الکریم و علی آلہ و اصحابہ اجمعین۔

تنبیہ:

بعض کم ظرف حضرات نے یہ گمان کیا کہ نبی تو ایک ہے اور مرنے والے ہزاروں کی تعداد میں ہوتے ہیں۔ مثلاً دن کے 8 بجے دنیا میں 10 ہزار فوت ہوئے اور ان کو ان کی قبروں میں دفن کیا گیا تو ایک نبی ایک ہی وقت میں دس ہزار قبروں میں کیسے پہنچ سکتے ہیں؟ لہٰذا ایسے حضرات نے ھذا کے حقیقی معنی سے عدول کر کے کہہ دیا کہ مافی الذھن کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ بعض نے کہا کہ نبی کا عکس پیش کیا جاتا ہے یہ سب باتیں اختراعی ہیں۔ میں پوچھتا ہوں کہ جان قبض کرنے

---

157 جواھر البحار ص 116 ج2۔

والا فرشتہ ملک الموت علیہ الصلوۃ والسلام تو ایک ہیں اوراس پر سب کا اتفاق ہے بلکہ قرآن مجید میں بھی ہے۔قُل یَتَوَفّٰکُم مَّلَکُ المَوتِ الَّذِی وُکِّلَ بِکُم-(السجدة 11) یعنی تمہاری جانیں ملک الموت ایک فرشتہ نکالتاہے اور پھر بے شمار احادیث مبارکہ گواہی کہ ملک الموت علیہ السلام ہر مرنے والے کے پاس فرشتوں کی دو جماعتوں میں (1) رحمت والے (2) عذاب والے کے سمیت پہنچ جاتے ہیں تو یہاں پر یہ سوال ہے کہ مثلاً دن کے آٹھ بجے پوری دنیا میں افریقہ، امریکہ، جاپان، ہالینڈ، پولینڈ، صومالیہ، شام، مصر، کوریا، انڈونیشیا اور افغانستان وغیرہ میں دس ہزار انسان فوت ہوئے تو ایک فرشتہ بیک وقت سب کے پاس پہنچ کر سب کی جانیں کیسے قبض کرلیتاہے لہذا اگر ایک فرشتہ پوری دنیا میں بیک وقت دس ہزار کے پاس پہنچ کر دس ہزار کی جان نکال سکتاہے تو اس کے پیارے حبیب صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم جن کا مرتبہ ومقام ساری خدائی سے اونچاہے وہ بیک وقت دس ہزار کی قبروں میں کیوں نہیں پہنچ سکتے؟

الحاصل حقیقی معنی چھوڑ کر مجازی معنی لینا اس کی کوئی وجہ نہیں۔اس پر امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا قول مبارک جو کہ صفحہ 64 پر درج ہے پڑھ کر اپنا نظریہ درست کرلیں۔اللہ تعالی مان لینے کی توفیق عطا کرے۔

20۔حضرت خواجہ شیخ محمد نبرہ خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا فرمان

بلکہ دروقتِ تلاوت ودرہمہ خیر بمراقبہ پیر، یا مرشد مشغول شود یعنی ویرا حاضر وناظر داند۔[158]

158 آداب الطالبین ص 7۔

یعنی مرید کو چاہیئے کہ تلاوت کرتے وقت اور ہر نیک کام کرتے وقت مراقبہ پیر یا مرشد میں مشغول رہے یعنی پیر و مرشد کو حاضر وناظر جانے۔

21۔علامہ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول مبارکہ

قال ثم رایت ابن العربی صرح بماذکرتہ من انہ لایمتنع رویۃ ذات النبی صَلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم بروحہ وجسدہ لانہ سائر الانبیاء (علیھم السلام) احیاء ردت الیھم ارواحھم بعدماقبضوا واذن لھم فی الخروج من قبورھم والتصرف فی الملکوت العلوی والسفلی ولامانع من ان یراہ کثیرون فی وقت واحد کالشمس۔[159]

یعنی پھر اس کے بعد میں نے ابن عربی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصریح دیکھی ہے کہ رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم کی روح اور جسم مبارک کے ساتھ زیارت کرنا ممتنع (ممنوع) نہیں ہے، کیونکہ رسول اکرم صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم بلکہ سارے انبیاء کرام علیہم السلام زندہ ہیں ان کی روحیں قبض کیے جانے کے بعد ان کو واپس کر دی گئی ہیں اور ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت دی گئی ہے کہ وہ اپنے مزارات مبارکہ سے نکل کر ملک وملکوت میں تصرف کریں اور یہ بھی محال نہیں کہ ان کی بیک وقت بہت سارے لوگ زیارت کر سکیں جیسے سورج کو بیک وقت بہت سارے لوگ دیکھ سکتے ہیں۔

22۔عارف باللہ شیخ احمد قدس سرہ کا ارشاد مبارک

واذاادعی جماعۃ من الناس فی امکنۃ متباعدۃ رویۃ صَلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم یقضۃ فی آن واحدوھم من اھل الخیر والصلاح فانھم یصدقون فی ذلک لانہ صَلی اللّٰہ

159 سعادۃ الدارین ص 422۔

تعالیٰ علیہ وَ اٰلہ و اصحابہ وَ سلَّم کالشمس فی الوجود فکما ان الشمس یراھا الذی بالمشرق والمغرب وغیرھما فی آن واحد فکذلک ھو صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَ اٰلہ و اصحابہ وَ سلَّم۔[160]

یعنی جب کہ متقی اور پرہیز گار لوگوں کی ایک جماعت دور جگہوں سے یہ دعویٰ کرتی ہے کہ ہم نے بیداری کی حالت میں ایک ہی وقت میں رسول اکرم صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَ سلَّم کو دیکھا ہے تو ان کی یہ بات قابل تسلیم ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اس کون و مکان میں سورج کی طرح ہیں تو جیسے کہ سورج کو ایک شخص مشرق میں دیکھتا ہے اور بعینہٖ اسی گھڑی دوسرا شخص مغرب میں دیکھتا ہے اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو بیک وقت مشرق و مغرب میں دیکھا جاسکتا ہے۔

تنبیہ:

یہ بھی یاد رہے کہ سورج کرہ ارض سے بدرجہا بڑا ہے اسی لئے ہر جگہ سے مشرق و مغرب سے شمال و جنوب سے ایک ہی جیسا دیکھا جا سکتا ہے یوں ہی سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا جسدِ حقیقی کون و مکان سے فرش و عرش سے لوح و قلم سے بدرجہا بڑا ہے اسی لئے مشرق و مغرب سے شمال و جنوب سے بیک وقت زیارت کی جاسکتی ہے لیکن فرق ہے کہ سورج بعید ہے اور حبیب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم قریب ہیں۔

النبی اولیٰ بالمومنین من انفسھم۔

یہ بھی فرق ہے کہ آفتاب فلک پر سراپا جلال ہے اس میں حدت ہے، گرمی ہے، یہ قریب آجائے تو جلادے لیکن آفتابِ رسالت سراپا رحمت ہیں ان کے قریب ہونے کی وجہ سے راحت مل رہی ہے نیز یہ بھی فرق ہے کہ آفتاب فلک کے سامنے اگر پردہ آجائے تو محجوب و محصور ہو جاتا ہے

---

160 سعادۃ الدارین ص 422۔

نظر نہیں آسکتا لیکن آفتابِ نبوت ورسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے سامنے ہزاروں پردے آجائیں وہ محجوب نہیں ہوسکتا۔

23۔ قال الاجھوری وقد یقال ان مراد الصوفیة انه صلی اللہ تعالیٰ علیه وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کالشمس من حیث انه یراہ کل واحد وان کان لیس کالشمس ممن حیث انھا اذا کانت بمکان محصور تحجب رویتھا عمن بمکان اخر بخلافه صلی اللہ تعالیٰ علیه وآلہٖ واصحابہٖ وسلم فانه لا یحجب رویة المکان الذی ھو فیه ولا غیرہ من احد خرقًا للعادة وکرامةً له صلی اللہ تعالیٰ علیه وآلہٖ واصحابہٖ وسلم فلیس کالشمس فی ھذا۔

یعنی علامہ اجھوری نے فرمایا: کہا جاتا ہے کہ صوفیا کرام کی مراد یہ ہے کہ سید دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سورج کی طرح ہیں صرف اس حیثیت سے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ہر شخص زیارت کر سکتا ہے (خواہ مشارق و مغارب میں ہو) لیکن اس حیثیت سے سورج کی طرح نہیں ہیں کہ سورج اگر پس پردہ ہو تو اس کو نہیں دیکھا جا سکتا۔ لیکن رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو پردوں اور حجابات کے پیچھے سے بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ بطور معجزہ اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی کرامت وبزرگی کی وجہ سے لہٰذا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اس معاملہ میں سورج کی طرح نہیں ہیں۔[161]

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم

ہاں دیکھنے والے کی آنکھ میں استعداد ہونی چاہیئے پھر کوئی پردہ وحجاب نہیں ہو سکتی جیسا کہ سیدنا ابو العباس مرسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ میں ایک لمحے کے لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہ دیکھوں تو اپنے آپ کو مسلمان نہ سمجھوں۔

---

[161] (سعادت الدارین، ص442)

24۔ حضرت علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ارشاد گرامی

و اذا کان القطب یملا الکون کما قال التاج ابن عطا اللہ فما بالک بالنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم۔[162]

یعنی جب قطب سے کون و مکان پر ہیں جیسے کہ ابن عطا اللہ نے فرمایا تو اے مخاطب تیرا سرورِ کون و مکان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے متعلق کیا خیال ہے؟

25۔ سیدی تاج الدین ابن عطا اللہ سکندری قدس سرہٗ کا ارشاد مبارک

یا فلان الرجل الکبیر یملاء الکون و لو دعی القطب من جحر لا حجاب، اھ۔ فاذا کان ھذا حال الرجل الکبیر فسید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم اولیٰ۔

یعنی اے مخاطب رجل کبیر (قطب) سے جہان بھرا ہوا ہے۔ اگر قطب کو کسی سوراخ سے بلایا جائے تو وہ جواب دے گا۔ لہٰذا جب یہ حال قطب کا ہے تو سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے بطریق اولیٰ جہان پُر ہے۔

اپیل

اے مسلمان بھائی! اس فصل سوم اور فصل دوم میں مندرج آیات اور احادیث مبارکہ اور بزرگانِ دین کے اقوال کو ایمان کی نظروں سے پڑھ اور سید دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی محبت وعظمت کے پیش نظر خود فیصلہ کر۔

کفیٰ بنفسک الیوم علیک حسیبا۔

و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہٖ سید المرسلین و علیٰ آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین۔

---

162 (سعادۃ الدارین، ص442)

فصل چہارم: سید دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے حاضر وناظر ہونے پر عقلی دلائل

رسول محترم حبیبِ مکرم شفیع اعظم فخر آدم و بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی تین حالتیں ہیں:

1۔حالت بشری 2۔حالتِ ملکی 3۔حالتِ حقی یا حقیقتِ محمدیہ

تفسیر روح البیان میں ہے:

حضرت رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہ وسلم راسہ صورت است یکے بشری کقولہ تعالیٰ انما انا بشر مثلکم، دوم ملکی چنانچہ فرمودہ است لست کاحدابیت عندربی، سوم حقی کما قال: لي مع الله وقت لا یسعني فیه ملک مقرب ولا نبي مرسل۔[163]

یعنی رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی تین حالتیں ہیں، پہلی بشری جیسا کہ فرمان خدا ہے: قل انما انا بشر مثلکم۔ دوسری حالت ملکی ہے کہ سید دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا ارشاد پاک: میں تم میں سے کسی جیسا نہیں ہوں۔ میں اپنے رب تعالیٰ کے دربار میں ہوتا ہوں۔

تیسری حالت حقی ہے جیسا کہ فرمایا میرے لئے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک ایسا وقت ہوتا ہے کہ اس میں کسی نبی رسول اور مقرب فرشتے کی گنجائش نہیں ہے۔

علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام۔

---

163 (روح البیان، ص 312، سورہ مریم)

نیز ارشاد گرامی ہے:

یا ابابکر لم یعرفنی حقیقۃ غیر ربی۔[164]

یعنی اے میرے یار غار میری حقیقت کو میرے رب تعالیٰ کے سوا کسی نے پہچانا ہی نہیں۔

اسی حالتِ حقیقت پر دال ہے۔

صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم

اور سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی معراج شریف کے بھی تین حصے ہیں:

1۔ مسجدِ حرام سے بیت المقدس تک

2۔ بیت المقدس سے سدرۃ المنتہیٰ تک

3۔ سدرۃ المنتہیٰ سے لا مکاں تک۔

اور سید دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے سفر معراج کے ہر حصہ میں ایک ایک حالت کا ظہور ہوا۔ جب سرورِ کون ومکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا سفر مبارک مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک تھا اس وقت حالتِ بشری ظاہر تھی، اور دوسری دونوں حالتیں باطن تھیں۔ اور جب اس سید الخلق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا سفر مسجد اقصیٰ سے شروع ہوا تو اس وقت حالتِ ملکی ظاہر ہوئی پھر جب سدرۃ المنتہیٰ سے سفر مبارک شروع ہوا تو حالتِ حقی ظاہر ہوئی، اور یہ وہ سفر تھا:

جبریل علیہ السلام رکے، براق تھکے، رف رف بھی آگے جا نہ سکے

رب ادن منی حبیبی کہے، تیرے قربِ خدا کا کیا کہنا۔۔۔۔!

---

[164] (مطالع المسرات، تجلی الیقین، ص 97)

اس مختصر سی تمہید کے بعد اب اصل مسئلہ کی طرف آیئے۔ سید العالمین شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم دنیا میں لباس بشریت میں تشریف لائے یعنی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی حالت بشری ظاہر تھی لہٰذا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بلکہ سب دیکھنے والے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو انسانی صورت میں دیکھتے لیکن سرورِ دوعالم کا حقیقی وجود مبارک اتنا عظیم ہے کہ سارا جہان، کون و مکان، عرش و کرسی، لوح و قلم ان کے سامنے ہیچ ہے (بہت چھوٹا ہے)۔ بلکہ رحمت اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا وجود حقیقی اس جہان میں یوں جاری و ساری ہے کہ زمین و آسمان، عرش و کرسی سے کوئی چیز حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے دور اور حجاب میں نہیں۔

جانِ دوعالم، نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سارے جہان اور کون و مکان کو مثل کفِ دست دیکھ رہے ہیں۔ اسی لئے قرآن پاک اعلان فرمارہا ہے: إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا۔ (الفتح ۸) اور یہی مفاد ہے ارشادِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم: إن الله تعالى قد رفع إلي الدنيا فأنا أنظر إليها وإلى ما هو كائن فيها إلى يوم القيامة كما أنظر إلى كفي هذه۔ اور یہی مفاد ہے صاحبِ روح البیان کے اس تفسیری قول کا ابتدائے آفرینش سے لے کر جو کچھ ہوا سب حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے سامنے ہوا۔ آدم علیہ السلام پیدا ہوئے تو حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے سامنے، اور جو انعامات آدم علیہ السلام پر ہوئے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ان کو بھی دیکھا اور پھر جب جنت سے نکلے اس کو بھی دیکھا پھر جب توبہ قبول ہوئی اس کو بھی دیکھا ازاں بعد جو واردات آدم علیہ السلام پر وارد ہوئے انہیں بھی دیکھا نیز جب ابلیس (شیطان) پیدا ہوا اس کو بھی دیکھا پھر اس کی لمبی عبادتوں اور وفور علم کو بھی دیکھا پھر جب

شیطان نے سجدہ تعظیمی سے انکار کیا اور اس کے گلے میں لعنت کا طوق پڑا اس کو بھی دیکھا اور پھر جو انعامات نبیوں اور رسولوں پر ہوئے ان کو بھی دیکھا۔ علی نبینا و علیهم الصلاة و السلام۔

اب اس دعویٰ پر کہ سید اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے حقیقی وجود مبارک کی عظمت کے سامنے کون ومکاں ہیچ ہیں بزرگانِ دین اولیاءِ کاملین کے چند ارشادات مبارکہ بطور شواہد پیش کیے جاتے ہیں۔ و باللہ التوفیق۔

1۔ حضرت شیخ ابو العباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد مبارک:

فرماتے ہیں کہ میں حضرت رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تیرا شیخ (پیر) میں نہیں ہوں بلکہ تیرے شیخ عبد الرحیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور جب میں حضرت خواجہ عبد الرحیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اے ابو العباس! تو نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو پہچانا ہے میں نے عرض کیا نہیں تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم دیا کہ بیت المقدس جاؤ تاکہ تو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو پہچان لے جب میں نے وہاں سے روانہ ہو کر بیت المقدس میں قدم رکھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ و إذا بالسماء و الأرض و العرش و الكرسي مملوءة من رسول الله صلى الله عليه وسلّم۔[165]

یعنی دیکھا کہ زمین وآسمان عرش وکرسی سید دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے پُر ہیں جب یہ دیکھ کر میں واپس خواجہ عبد الرحیم قدس سرہ کی خدمت میں آیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

---

165 الحاوی للفتاویٰ ص 445 ج 2۔

نے پوچھا اے ابو العباس! کیا تو نے حضور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو دیکھ لیا؟
میں نے عرض کیا ہاں دیکھ لیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اب تیری طریقت پوری ہو گئی۔
پھر فرمایا:
لم تکن الأقطاب أقطاباً و الأوتاد أوتاداً و الأولیاء أولیاء إلا بمعرفته صلی اللہ علیه وسلّم۔[166]
یعنی ولی، ولی نہیں بن سکتے اوتاد، اوتاد نہیں بن سکتے اور قطب، قطب نہیں بن سکتے جب تک وہ سید دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو نہ پہچان لیں۔

2۔عارف باللہ حضرت علامہ حلبی اور علامہ نبہانی رحمہا اللہ تعالیٰ کے ارشاداتِ عالیہ:

وان الذی اراہ ان جسدہ الشریف لا یخلو اعنہ زمان و لا مکان....الخ۔
یعنی ہمارا عقیدہ ہے کہ سید دوعالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے جسدِ شریف سے نہ کوئی زمانہ خالی ہے نہ کوئی مکان نہ زمین نہ آسمان نہ عرش نہ کرسی نہ لوح و قلم بلکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے جسدِ شریف سے ملک وملکوت پُر ہیں۔
صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ وسلم۔

3۔خاتمۃ المحدثین علامہ سیوطی قدس سرہ کا فرمان مبارک:

فإذا أراد اللہ رفع الحجاب عمن أراد إکرامه برؤیته رآہ علی هیئته التي هو علیها لا مانع من ذلک و لا داعي إلی التخصیص برؤیة المثال۔[167]

---

166 الحاوی للفتاویٰ ص 445 ج 2۔
167 الحاوی للفتاویٰ ص 543 ج 2۔

یعنی جب اللہ تعالیٰ کسی بندے پر زیارتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا انعام کرنا چاہے تو پردہ اٹھا دیتا ہے اور بندہ وہیں سے حضور پُر نور سید الکونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو دیکھ لیتا ہے۔

اس امر پر نہ کوئی استحالہ ہے اور نہ ہی اس تخصیص کی ضرورت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی صورتِ مثالیہ نظر آتی ہے۔

صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہ و سلم۔

4۔ شیخ المحدثین شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک اور ارشاد مبارک:

بعضے از عرفاء گفتہ اند کہ ایں خطاب بجہت سریان حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہ وسلم است در ذرائر موجودات و افراد ممکنات پس آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہ وسلم در ذواتِ مصلیاں موجود و حاضر است پس مصلی را باید کہ ازیں معنی آگاہ باشد وازیں شہود غافل نبود تا بانوار قرب واسرار معرفت مستنور وفائز گردد۔[168]

یعنی بعض عارفین نے فرمایا ہے کہ تشہد میں السلام علیک ایھا النبی بطور خطاب اس وجہ سے ہے کہ حقیقت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم موجودات کے ہر ذرہ میں اور ممکنات کے ہر فرد میں جاری وساری ہے۔

لہٰذا سید دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نمازیوں کی ذات میں موجود اور حاضر ہیں۔ نمازی کو چاہیئے کہ اس امر سے آگاہ ہو اور اس شہود (رسول اکرم شفیع معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ

---

168 (اشعۃ اللمعات، ج ۱، ص ۴۰۱)

واصحابہ وسلم کے حاضر و موجود ہونے) سے غافل نہ ہو، تا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قرب سے اور معرفت کے اسرار سے منور و فائض ہو۔

صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم

اب ذرا ایمان کی نظروں سے آگے بھی دیکھیئے، حضرت جبریل اور حضرت عزرائیل (ملک الموت) کا معاملہ مسئلہ کی وضاحت کے لئے کافی ہے۔

حضرت جبریل علیہ السلام کا اصلی وجود (جسم پاک) اتنا بڑا ہے کہ آپ کے چھ سو پر ہیں صرف دو پر پھیلائیں تو سارا جہان ان کے نیچے آجائے۔

۵۔ حضرت علامہ سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نقل فرماتے ہیں:

هَذَا جِبْرِيلُ رَآهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَهُ سِتُّمِائَةِ جَنَاحٍ، مِنْهَا جَنَاحَانِ سَدَّا الْأُفُقَ۔[169]

یعنی جبریل علیہ السلام کو سید دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے اصلی حالت میں دیکھا کہ اس کے 600 میں سے صرف دو پروں سے سارا افق بھرا ہوا ہے۔

اور یہی جبریل علیہ السلام ہیں جن کو حضرت مریم علیہا السلام نے بشری لباس میں دیکھا تو ایک نوجوان انسان نظر آئے۔ فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا (مریم ۱۷)

یعنی جبریل علیہ السلام مریم علیہا السلام کے سامنے پورے انسان کی صورت میں آگئے اور یہی جبریل علیہ السلام ہیں جنہیں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے دیکھا تو ایک عام انسان کی صورت میں دیکھا۔

چنانچہ امیر المؤمنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا:

---

169 (الحاوی للفتاویٰ، ج ۱، ص ۳۴۲)

رَجُلٌ شَدِيدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ شَدِيدُ سَوَادِ الشَّعْرِ۔[170]

یعنی ایک مرد دیکھا نہایت سفید لباس ہے اور نہایت سیاہ بال ہیں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے گھٹنوں مبارکہ کے ساتھ گھٹنے ملا کر بیٹھ گیا اس کے جانے کے بعد حبیبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے پوچھا اے عمر جانتے ہو کہ یہ کون تھا؟ عرض کیا: **اللہ و رسولہ اعلم!**

اللہ تعالیٰ اور اس کے سچے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اے عمر! یہ جبریل تھے تمہیں دین سکھانے آئے تھے۔

۶۔ حضرت محمد بن سلمہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

میں نے ایک دن دیکھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ایک مرد کے کان سے منہ مبارک لگا کر کچھ فرما رہے ہیں۔

میں یہ دیکھ کر آگے چلا گیا، جب واپس آیا عرض کیا:

فَمَنْ كَانَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: جِبْرِيلُ۔[171]

حضور یہ کون تھا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا یہ جبریل علیہ السلام تھے۔

۷۔ ام المؤمنی صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا:

فرماتی ہیں ایک دن میں نے اپنے حجرہ میں ایک مرد کو دیکھا کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اس کے ساتھ باتیں کر رہے ہیں میں نے عرض کیا: **یا رسول اللہ من ھذا؟** حضور یہ کون تھا؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: **بمن شبهته۔**

---

170 (مشکوٰۃ المصابیح، باب الایمان، ص ۱۱)

171 (الحاوی للفتاوی، ج ۲، ص ۲۵۲)

اے صدیقہ تونے کس جیسا دیکھا؟ عرض کیا: بدحیۃ حضور یہ تو دحیہ صحابی معلوم ہوتے تھے۔

فرمایا: لقد رایت جبریل۔[172]

اے صدیقہ یہ دحیہ صحابی نہیں تھے بلکہ تونے جبریل علیہ السلام کو دیکھا ہے۔

یوں ہی حضرت عزرائیل علیہ السلام (ملک الموت) کا اپنا وجود مبارک اتنا عظیم ہے کہ ساری دنیا ان کے سامنے ایک طشت (تھالی) کی طرح ہے وہیں پر ہر مرنے والے کی روح پکڑ لیتے ہیں، لیکن اس مرنے والے کے سامنے ایک انسان کی طرح آتے جاتے ہیں۔

۸۔ تفسیر مظہری میں ہے:

عن مجاھد قال جعلت الأرض لملک الموت مثل الطست یتناول من حیث شاء۔[173]

یعنی امام مجاہد نے فرمایا کہ ملک الموت کے لئے ساری زمین ایک طشت (تھالی) کی طرح ہے جہاں سے چاہتے ہیں روح کو پکڑ لیتے ہیں اور یہی حضرت ملک الموت ہیں۔

هَذَا عِزْرَائِيلُ يَقْبِضُ فِي كُلِّ سَاعَةٍ مِنَ الْخَلَائِقِ فِي جَمِيعِ الْعَوَالِمِ مَا لَا يَعْلَمُهُ إِلَّا اللّٰهُ، وَهُوَ يَظْهَرُ لَهُمْ بِصُوَرِ أَعْمَالِهِمْ فِي مَرَائِي شَتَّى، وَكُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ يَشْهَدُهُ، وَيُبْصِرُهُ فِي صُوَرٍ مُخْتَلِفَةٍ۔[174]

یعنی ملک الموت علیہ السلام جہاں بھر سے ہر گھڑی میں اتنی مخلوق کی جانیں قبض کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ ہی جانتا ہے، اور ملک الموت علیہ السلام مرنے والوں کے سامنے مختلف صورتوں میں ظاہر ہوتے ہیں اور مرنے والا ان کو مختلف صورتوں میں دیکھتا ہے۔

---

172 (الحاوی للفتاوی، ج ۲، ص ۲۵۷)

173 (تفسیر مظھری، ج ۳، ص ۲۷۷ روح البیان، ج ۳، ص ۴۵)

174 (الحاوی للفتاوی، ج ۱، ص ۳۴۱)

ایمان والے اس بات پر غور کر کہ جب حضرت جبرائیل علیہ السلام کے سامنے روئے زمین 600 پروں میں سے صرف ایک پر کے نیچے ہو اور حضرت ملک الموت کے سامنے روئے زمین صرف ایک تھالی کی مانند ہو تو سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے سامنے زمین و آسمان کی کیا حقیقت رہ جاتی ہے۔

۹۔اسی لئے حضرت علامہ حلبی قدس سرہٗ نے فرمایا:

ومن البراهين على ذلک ايضًا أنه يجوز و يمكن ويتعقل ان يجعل الله تعالىٰ العوالم العلوية و السفلية بين يدى النبى صلى الله تعالىٰ عليه و آلهٖ و اصحابهٖ و سلم كجعله تعالىٰ الدنيا بين يدى سيدنا عزرائيل فان الملک الجليل عزرائيل سئل كيف تقبض روح رجلين حضر اجلهما معًا احدهما فى اقصى المشرق و الاٰخر فى اقصى المغرب فقال ان الله تعالىٰ قد زوى لى الدنيا بجميع اكوانها فجعلها بين يدى كا القصة بين يدى الا كل اتناول منها ما شئت۔[175]

یعنی سید دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے پر ایک دلیل یہ ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے حضرت ملک الموت کے سامنے روئے زمین کو ایک تھالی کی طرح کر دیا ہے ایسے ہی خدا تعالیٰ نے اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے کون و مکان، زمین و آسمان، عرش و کرسی کو کر دیا ہے، یہ امر جائز بھی ہے، ممکن بھی ہے اور عقل بھی اسے تسلیم کرتی ہے۔ اس عظیم الشان فرشتے حضرت عزرائیل علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ آپ ان دو مردوں کی روحیں کیسے قبض کر لیتے ہیں جن کے مرنے کا وقت ایک ہی ہو لیکن ان میں سے ایک انتہائے مشرق میں ہو اور دوسرا انتہائے مغرب میں ہو، تو حضرت ملک الموت علیہ السلام نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے ساری روئے زمین

---

175 (جواھر البحار، ج۲، ص ۱۱۸)

میرے سامنے یوں کر دی ہوئی ہے جیسے کہ کھانے والے کے سامنے پیالہ ہوتا ہے وہ جہاں سے چاہے لقمہ اٹھالیتا ہے،یوں ہی میں بھی جہاں سے چاہوں روح نکال لیتا ہوں۔

ان مذکورہ بالا شواہد کی روشنی میں اس مومن کے لئے کہ جس کے سینہ میں عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی قندیل روشن ہے، پوری بصیرت موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صاحب لولاک حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو اپنی مخلوق کی طرف بشری لباس میں مبعوث فرمایا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نبی رحمت علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس بشری حالت میں دیکھتے کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا جسم مبارک ایک انسان کے جسم جتنا ہے لیکن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا حقیقی وجود مبارک کون و مکان سے زمین و آسمان سے، عرش وکرسی سے، ملک وملکوت سے بدرجہا بڑا ہے اور اس جہان کی حیثیت حبیبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے سامنے اتنی بھی نہیں جتنی کہ انسان کے سامنے ہتھیلی بلکہ یہ نسبت تو صرف افہام و تفہیم کے لئے ہے ورنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی امت کے افراد جب ریاضت و مجاہدہ کرتے کرتے بشریت سے نکل جاتے ہیں تو یہ جہان ان کے سامنے ہیچ ہو جاتا ہے۔

۱۰۔ محبوبِ سبحانی، قطبِ ربانی غوث اعظم قدس سرہٗ نے فرمایا:

نظرت الی بلاد اللہ جمعا کخر دلۃٍ علی حکم التصال۔[176]

یعنی میں نے اللہ تعالیٰ کے سارے شہروں کو ایسا دیکھا ہے جیسے کہ رائی کا دانہ ہوتا ہے۔

۱۱۔ حضرت علی عزیزاں قدس سرہٗ نے فرمایا:

---

176 (قصیدہ غوثیہ مبارک)

زمین در نظر ایں طائفہ چوں سفرہ ایست۔[177]

یعنی روئے زمین ولیوں کی نظر میں یوں جیسے دستر خوان ہوتا ہے۔

۱۲۔ خواجۂ خواجگان خواجہ بہاؤالدین شاہِ نقشبند قدس سرہ کا ارشاد مبارک ہے:

ماے گویم کہ چوں روئے ناخنیست۔[178]

یعنی میں کہتا ہوں کہ روئے زمین ولیوں کی نظر میں یوں ہے جیسے کہ انگلی کا ناخن ہوتا ہے۔

۱۳۔ حضرت سید عبدالعزیز دباغ قدس سرہٗ نے فرمایا:

ما السمٰوٰت السبع و الارضون السبع فی نظر العبد المؤمن الا کحلقةٍ ملقاةٍ فی فلاةٍ من الارض۔[179]

یعنی ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں مومن کامل کی نظر میں ایسے ہیں جیسے ایک میدانِ لق و دق میں ایک چھلا پڑا ہو۔

اور جب ساتوں آسمان، ساتوں زمینیں ولیِ کامل کی نظر میں ایک ناخن جیسے ہیں تو جن کے وسیلہ سے ولایت ملتی ہے ان کی عظمت کا کیا کہنا۔

الحاصل رحمتِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم باذن اللہ تعالیٰ حاضر بھی ہیں ناظر بھی، کوئی چیز آپ سے دور نہیں ہے۔

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ و اصحابہٖ و اولیاء امتہٖ وعلماء ملتہٖ اجمعین وبارک وسلم۔

---

177 (منقول از خالص الاعتقاد)

178 (خالص الاعتقاد)

179 (خالص الاعتقاد)

فصل پنجم: حاضر و ناظر کے متعلق مخالفین کے اقوال

۱۔ مولوی قاسم نانوتوی صاحب بانی مدرسہ دیوبند کا قول:

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم مومنوں سے اتنے قریب ہیں کہ ان کی جانوں کو بھی اتنا قرب حاصل نہیں۔ حضور جانوں سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

اور جب یہ بات مان لی گئی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم جانوں سے بھی قریب ہیں تو اب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حاضر و ناظر ہونے میں کیا شک رہ جاتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نظرِ انصاف عطا فرمائے۔

۲۔ مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی حسین احمد مدنی کا قول

وہم مرید بیقین داند کہ روح شیخ مقید بیک مکان نیست پس ہر جا کہ مرید باشد قریب یا بعید اگرچہ از شخص شیخ دور است اما روحانیت او دور نیست چوں ایں امر محکم داند ہر وقت شیخ را بیاد دارد و ربطِ قلب پیدا آید وہر دم مستفید بود و چوں مرید در حل واقعہ محتاج شیخ بود شیخ را بقلب حاضر آوردہ بلسانِ حال سوال کند البتہ روح شیخ باذن اللہ تعالیٰ اور القا خواہد کرد۔[180]

اس عبارت کا ترجمہ امداد السلوم مترجم ہی سے نقل کیا جاتا ہے: مرید اس بات کا یقین رکھے کہ شیخ کی روح ایک جگہ پر مقید نہیں ہے بلکہ جس جگہ مرید ہو گا قریب یا بعد اگرچہ شیخ کی ذات بعید ہو لیکن اس کی روحانیت دور نہیں، جب اس بات کو راسخ کرے اور شیخ کو ہر وقت یاد رکھے تو روحانی تعلق پیدا ہو جائے گا۔ اور ہر آن میں عجیب فائدہ حاصل ہو گا۔ تب مرید ہر وقت عقدہ کشائی میں شیخ کا

---

[180] (الشہاب الثاقب، ص ۶۱)

محتاج ہو گا اور شیخ کو دل سے حاضر کر کے جب زبان سے پوچھے گا تو یقیناً شیخ کی روح اللہ کے حکم سے اس کو بتلائے گی لیکن اس میں ربط تام شرط ہے۔[181]

اس عبارت میں خط کشیدہ الفاظ ملاحظہ ہوں کہ شیخ (پیر) کو دل سے حاضر جانے۔ مسلمان بھائیوں سے حق و انصاف کے نام پر سوال ہے کہ اگر شیخ کی روح کو حاضر وناظر بلکہ فریاد رس ماننے سے شرک لازم نہیں آتا تو باعثِ ایجادِ عالم نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا جسدِ انور جو تمام ولیوں، ابدالوں، اوتادوں، قطبوں اور غوثوں کی روح سے بدرجہا لطیف تر ہے۔

چنانچہ شیر ربانی حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری قدس سرہٗ نے فرمایا:

ایک تین سو ہوتے ہیں، ایک چالیس ہوتے ہیں اور ایک تین ہوتے ہیں، اور ایک ایک ہوتا ہے، اس ایک کی روحانیت سے ستر درجہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا جسم مبارک لطیف تر ہے۔[182]

اس کی تفصیل یوں ہے کہ جو تین سو ہوتے ہیں وہ نجبا ہیں اور جو چالیس ہوتے ہیں وہ ابدال ہیں اور جو تین ہوتے ہیں وہ قطب ہیں اور جو ایک ہوتا ہے وہ غوث ہوتا ہے اور وہ حکومتِ الٰہیہ کا جہان میں اپنے وقت کا سب سے بڑا افسر ہوتا ہے جیسا کہ الحاوی للفتاویٰ، روض الریاحین، فتاویٰ ابن حجر ہیثمی مکی وغیرہ میں ہے باختلاف یسیر اور جب تسلیم ہوا کہ غوث کی روح سے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا جسدِ انور ستر درجے لطیف تر ہے تو اشکال یعنی مومن کے لئے شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں رہ جاتی۔

والحمدللہ العلی العظیم

---

[181] (امدادالسلوک، ص ۲۴، مؤلفہ رشید احمد گنگوہی)

[182] (انقلابِ حقیقت، ص ۶۲)

۳۔ غیر مقلدوں کے مایہ ناز عالم دین نواب صدیق حسن بھوپالی کا قول:

وبعض از عرفا گفتہ اند کہ ایں خطاب بجہت سریان حقیقتِ محمدیہ است۔ در ذرائر موجودات وافراد ممکنات پس آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم در ذواتِ مصلیاں موجود وحاضر است پس مصلی را باید کہ ازیں معنی آگاہ باشد وازیں مشہود غافل نبود تا بانوار قرب و اسرار معرفت مستنور وفائض گردد۔[183]

خلاصہ عبارت یہ کہ حقیقتِ محمدیہ جہاں کے ذرہ ذرہ میں اور ممکنات کے ہر فرد میں جاری و ساری اور حضور نمازیوں کی ذات میں موجود و حاضر ہیں۔

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم

۴۔ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کا قول:

حضرت محمد حضرمی مجذوب کی کرامتوں میں سے یہ کہ آپ نے ایک دفعہ تیس شہروں میں خطبہ اور نمازِ جمعہ بیک وقت پڑھائی ہے اور کئی کئی شہروں میں ایک ہی رات میں شب باش ہوتے تھے۔[184]

---

183 (مسک الختام بحوالہ تسکین الخاطر)

184 (جمال الاولیاء، ص ۱۸۸، مطبع تھانہ بھون)

فائدہ:

اگر ایک ولی کے بیک وقت تیس شہروں میں حاضر ہو جانے اور خطبہ دینے، نماز پڑھانے اور کئی کئی (لا تعداد) شہروں میں ایک ہی رات شب باش ہونے سے توحید میں فرق نہیں آتا تو سید دو عالم نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے ہر گھر میں اور ہر قبر میں جلوہ افروز ہونے سے کیوں توحید میں فساد پیدا ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایمان نصیب فرمائے۔

۵۔ حضرت محمد شربینی کی اولاد کچھ تو ملک مغرب میں مراکش کے بادشاہ کی بیٹی سے تھی اور کچھ اولاد عجم سے تھی اور کچھ بلاد ہند میں تھی اور کچھ بلاد تکرور میں تھی آپ ایک ہی وقت میں ان تمام شہروں میں اپنے اہل وعیال کے پاس ہو آتے اور ان کی ضرورتیں پوری فرماتے تھے اور ہر شہر والے یہ سمجھتے تھے کہ وہ انہی کے پاس قیام رکھتے تھے۔[185]

تنبیہ:

مولوی اشرف علی تھانوی کے عقیدت مند یہ معمہ حل کریں کہ حضرت محمد حضرمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک (شہر کی تیس مسجدوں میں نہیں) بلکہ تیس شہروں میں بیک وقت خطبہ دیا، جمعہ پڑھایا تو تیس شہروں میں خود حضرت حضرمی بنفسِ نفیس تشریف فرما تھے یا صرف ایک شہر میں آپ تھے باقی انیتس شہروں میں آپ کی روح پاک تھی۔ بر تقدیر ثانی روح کی اقتداء میں نماز کا حکم کیا ہے۔ نیز حضرت شربینی بیک وقت چار ملکوں میں اپنی چاروں اہل وعیال کے پاس ہوتے تھے، یا صرف ایک ملک میں اور باقی تین ملکوں میں آپ کی روح مبارک بر تقدیرِ ثانی اولاد کیسے ہوئے اور اگر پہلی صورت

---

[185] (جمال الاولیاء، ص ۲۰۲، مطبع تھانہ بھون)

تھی یعنی حضرت حضرمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہی نے خود جمعہ پڑھایا اور حضرت شربینی ہی چاروں ملکوں میں خود جلوہ افروز تھے تو "چشمِ مار وشن دلِ ماشاد" سارے جھگڑے ہی ختم ہو گئے۔

ہم تو اہل سنت وجماعت ہیں (کثرھم اللہ تعالیٰ) ہم تو انبیاء کرام و اولیاء عظام کی خداداد عظمت و شان کے ماننے والے تعدد اجساد کے قائل ہیں خواہ اس کا نام عالم مثال رکھیں یا کچھ اور۔ لہٰذا ہمارے مسلک پر تو کوئی اعتراض نہیں ہے ہمارا مسلک بفضلہٖ تعالیٰ بے غبار ہے۔ کسی عقل مند کی عقل مانے یا نہ مانے مگر حق یہی ہے کہ ذات ولی کی ہوتی ہے لیکن قدرت قادر و قیوم کی ہوتی ہے۔

اور یہی مرتبہ فنا کا ہے اور یہی مفاد ہے اس حدیث قدسی کا:

مَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى أُحِبَّهُ فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا وَإِنْ سَأَلَنِي لَأُعْطِيَنَّهُ۔[186]

٦۔ حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کا قول:

فرمایا کہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ بصیغہ خطاب میں بعض لوگ کلام کرتے ہیں یہ اتصال معنوی پر مبنی ہے۔ لہ الخلق والامر۔ عالم امر مقید بجہت و طرف و قرب و بعد وغیرہ نہیں ہے پس اس کے جواز میں شک نہیں ہے۔[187]

اس عبارت نے سارا مسئلہ حل کر دیا ہے۔ روح عالمِ امر سے ہے اور عالم امر طرف و جہت قرب و بعد میں مقید نہیں ہے اور یہ بھی مسلم کہ ولیوں، ابدالوں، اوتادوں، قطبوں اور غوث (قطب الاقطاب) کی روح سے سید دو عالم نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا جسمِ پاک ستر درجہ لطیف تر ہے۔ لہٰذا نتیجہ ظاہر ہے کہ محبوبِ کبریا، نورِ مجسم سید دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ

---

[186] (مشکوٰۃ المصابیح، ج ۲، ص ۱۹۹، الناشر: المکتب الإسلامي - بیروت)

[187] (شمائم امدادیہ، ص ۹۷، مطبع قومی پریس لکھنؤ)

وسلم کے جسدِ اطہر (حقیقتِ محمدیہ) سے کوئی چیز دور نہیں ہے۔ جیسے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے لئے فرش ویسے ہی عرش، جیسے زمین ویسے ہی آسمان، جیسے ملک ویسے ہی ملکوت، جیسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے روضۂ انور ویسے ہی سارا جہان کون ومکان۔

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم

اسی لئے حضور باعث ایجاد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا:

ان اللہ قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیھا والی ماھو کائن فیھا الی یوم القیامۃ کانما انظر الیٰ کفی ھٰذہ۔

کہ اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا میرے سامنے کر دی ہے۔ لہٰذا میں ساری دنیا کی طرف اور جو کچھ تا قیامت دنیا میں ہو گا سب کچھ یوں دیکھ رہا ہوں جیسے اپنے ہاتھ کی ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں۔

۷۔ مسلک اہل حدیث کے متجہد حافظ عبد اللہ روپڑی نے پرزور اور وزنی دلائل سے ثابت کیا ہے:

لفظ ھٰذا سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم قبر میں مکشوف ہوتے ہیں نہ کہ حاضر مافی الذہن کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔[188]

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی سچی محبت اور عشق عطا فرمائے۔ بغیر محبت کے سب بربریت ہے، دھوکہ بازی ہے۔

اللھم ارزقنا حبک وحب حبیبک الکریم وحب آلہٖ واصحابہٖ واولیاء امتہٖ وامتنا علیہ

فصل ششم: حاضر وناظر واقعات کی روشنی

---

[188] (فتاویٰ اھلحدیث، ج ۲، ص ۱۳۸ تا ص ۱۴۵)

اللہ تعالیٰ نے اپنے ولیوں کو جو کرامات عطا فرمائی ہیں ان میں سے ایک کرامت یہ ہے کہ وہ بیک وقت متعدد مقامات پر متعدد اجساد کے ساتھ ظاہر ہو جاتے ہیں۔ اس کرامت کو تعدد اجساد کہا جاتا ہے۔

ذکر ابن السبکی فی الطبقات ان کرامات الاولیاء انواع وعد منھا ان یکون لہ اجساد متعددة۔[189]

یعنی علامہ ابن سبکی نے طبقات میں ذکر فرمایا کہ کرامتوں کی کئی قسمیں ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ ولی کے کئی جسم ہو جاتے ہیں۔

۲۔ تفسیر مظہری میں ہے:

وکذلک یجعل لنفوس بعض أولیائہ فانھم یظھرون ان شاء اللہ تعالی فی ان واحد فی امکنة شتی بأجسادھم المکتسبة۔[190]

یعنی یوں ہی خدا تعالیٰ اپنے بعض ولیوں کو طاقت عطا فرماتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک آن میں متعدد جگہوں میں اپنے اجساد مبارکہ کے ساتھ ظاہر ہو جاتے ہیں۔

۳۔ تفسیر روح المعانی میں ہے:

ولا مانع من أن یتعدد الجسد المثالي إلی ما لا یحصی من الأجساد۔[191]

یعنی اس سے کوئی امر مانع نہیں کہ جسد مثالی کا تعدد بے شمار اجساد میں ہو۔

---

189 (تفسیر روح البیان، ج ۹، ص ۲۱۵، الحاوی للفتاوی، ج ۱، ص ۳۴۲)

190 (تفسیر مظھری، ج ۳، ص ۲۷۷)

191 (تفسیر روح المعانی، ج ۲۲، ص ۳۵)

۴۔قطب وقت عارف باللہ امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا:

ومنھاشھو دالجسم الواحدفی مکانین فی آن واحد۔[192]

کرامات سے ہے ایک جسم کا آنِ واحد میں دو جگہوں میں ظاہر ہونا(یعنی تعدد اجساد) بعض لوگ کہتے ہیں کہ تعداد اجساد صرف روح کے ساتھ ہوتا ہے جسم کے ساتھ محال ہے۔

اس پر امام شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو جلال آگیا فرماتے ہیں:

۵۔ فیامن یقول ان الجسم الواحد لا یکون فی مکانین کیف یکون ایمانک بھذا الحدیث فان کنت مومنافقلدوان کنت عالمافلاتعترض فان العلم یمنعک۔

یعنی افسوس ہے اس شخص پر جو کہتا ہے کہ ایک جسم دو جگہ نہیں ہو سکتا۔اے ایسا کہنے والے کیا تیرا معراج پاک والی حدیث پر ایمان نہیں۔(جس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے موسیٰ علیہ السلام کو قبر مبارک میں بھی دیکھا) ارے ایسا کہنے والے اگر تو مومن ہے تو تقلید کر، اگر تو عالم ہے تو اعتراض کیوں کرتا ہے(اگر تیرا علم نوری ہے)تو تجھے تیرا علم اعتراض کرنے سے باز رکھے گا۔

نوٹ: بعض حضرات کا خیال ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم صرف روح کے ساتھ حاضر وناظر ہیں یہ خیال صحیح نہیں ہے بلکہ سید دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اپنے حقیقی جسم مبارک کے ساتھ حاضر وناظر ہیں۔ چنانچہ مندرجہ بالا ارشاد میں اس کی تصدیق موجود ہے بلکہ ہمارے اکابر نے اس امر کی تصریح بھی فرمادی ہے۔

امام ہمام علامہ نور الدین حلبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فھو صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم موجود بین اظھرنا حسا ومعنی وجسما وروحاسراوبرھانا۔[193]

---

[192] (الیواقیت والجواھر، ص ۲)

[193] (جواھر البحار شریف، ج ۲، ص ۱۲۴)

یعنی سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہم میں ظاہری اور معنوی طور پر بلکہ اپنے جسم وروح مبارکہ کے ساتھ موجود ہیں۔ علم باطن کے طور بھی اور دلائل شرعیہ کے طور بھی موجود ہیں۔

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

رہی یہ بات کہ جسد اطہر کے ساتھ حاضر وناظر ماننے سے اعتراضات وارد ہوتے ہیں، مثلاً وما کنت بجانب الطور وغیرہ تو یہ اس وقت ہے کہ ہم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو ''بشر'' من حیث البشر یعنی تین حالتوں میں سے صرف پہلی بشری حالت کے اعتبار سے حاضر وناظر مانیں بلکہ ہم تو اپنے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو جسدِ حقیقی کے ساتھ باذنِ اللہ تعالیٰ حاضر وناظر مانتے ہیں، لہٰذا کوئی اعتراض نہیں۔

اس مختصر سی تمہید کے بعد اولیاء کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی چند ایسی کرامات ذکر کی جاتی ہیں جن سے مسئلہ مذکورہ کے سمجھنے میں بصیرتِ تامہ حاصل ہوگی۔

ا۔ حضرت شیخ ابو العباس مرسی قدس سرہ کا پانچ لوگوں کے گھر بیک وقت حاضر ہونا

حضرت شیخ ابو العباس مرسی قدس سرہٗ کو ایک نیاز مند نے نمازِ جمعہ کے بعد اپنے گھر تشریف لے جانے کی دعوت دی۔ آپ نے اس دعوت کو قبول فرمالیا، پھر دوسرا عقیدت مند آیا اس نے بھی اپنے ہاں آنے کے لئے دعوت دی آپ نے اس کے ساتھ بھی وعدہ فرمالیا، پھر تیسرا، پھر چوتھا اور پھر پانچواں آیا آپ نے سب کے ساتھ وعدہ فرمالیا۔

ثُمَّ صَلّی الشَّیْخُ مَعَ الْجَمَاعَةِ، وَجَاءَ فَقَعَدَ بَیْنَ الْفُقَهَاءِ، وَلَمْ یَذْهَبْ لِأَحَدٍ مِنْهُمْ، وَإِذَا بِکُلٍّ مِنَ الْخَمْسَةِ جَاءَ یَشْکُرُ الشَّیْخَ عَلَی حُضُورِهٖ عِنْدَهٗ۔[194]

---

[194] (الحاوی للفتاوی، ج ۱، ص ۳۴۰)

یعنی حضرت شیخ ابو العباس نے نماز جمعہ پڑھی تو آپ علمائے کرام کے پاس بیٹھ گئے اور کہیں نہ گئے کچھ دیر کے بعد وہ پانچوں نیاز مند دعوت دینے والے آئے اور حضرت شیخ کا ان سب کے گھروں میں تشریف لے جانے پر ہر ایک نے شکریہ ادا کیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۲۔ سید امام علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سات لوگوں کے گھر بیک وقت حاضر ہوئے اور افطاری کی

حضرت سید امام علی شاہ مکان شریف والوں کو سات آدمیوں نے افطاری کی دعوت دی تو آپ نے سب کے گھر بیک وقت روزہ افطار کیا اور کھانا کھایا۔[195]

۳۔ سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیک وقت چالیس لوگوں کے گھر حاضر ہوئے اور کھانا کھایا

حضرت علی ہمدانی قدس سرہٗ نے بیک وقت چالیس اشخاص کے گھر جاکر کھانا کھایا۔[196]

۴۔ سیدنا امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے لاتعداد گھروں میں بیک وقت کھانا کھایا

جہانگیر بادشاہ نے سیدنا امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ العزیز سے عرض کیا کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہر قبر میں تشریف لاتے ہیں اور ایک ہی وقت میں مرنے والوں کی تعداد سینکڑوں، ہزاروں تک پہنچتی ہو گی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تو

---

[195] (بحوالہ سلسبیل بابت ماہ شوال المکرم ۱۳۸۴ھ)

[196] (ذخیرۃ الملوک منقول از خزینۂ معرفت، ص ۱۸۳)

ایک ذات ہیں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہر مرنے والے کی قبر میں کیسے پہنچ جاتے ہیں۔اس کی وضاحت فرمائیے!

سیدنا امام ربانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اے بادشاہ! دہلی والوں کو کہو کہ وہ میری دعوت کریں لیکن دعوت ایک ہی دن اور ایک ہی وقت میں ہو۔اس فرمائش پر جہانگیر نے اپنے بہت سے احباب کو امام ربانی کی دعوت کے متعلق کہہ دیا اور اسی دن خود بھی جہانگیر نے امام ربانی قدس سرہٗ کی دعوت کی۔وقتِ مقررہ پر سیدنا امام ربانی قدس سرہٗ نے بادشاہ کے ہاں دعوت کھائی۔رات اسی کے ہاں قیام فرمارہے۔صبح بادشاہ نے ان دعوت دینے والوں کو بلا کر پوچھا تو سب نے فرداً فرداً اقرار کیا کہ امام ربانی قدس سرہٗ نے کل رات کا کھانا ہمارے گھر کھایا تھا،یہ سن کر بادشاہ حیران ہوا۔سیدنا امام ربانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اے بادشاہ! میں تو سید دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا ادنیٰ سا امتی ہوں اور جب میں سب کے گھر بیک وقت موجود ہو کر کھانا کھا سکتا ہوں تو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کیوں ہر قبر میں جلوہ افروز نہیں ہو سکتے۔[197]

اور غوثوں کے غوث محبوب سبحانی،قطب ربانی قدس سرہٗ کی مشہور کرامت ہے کہ آپ بیک وقت کئی مریدوں کے ہاں پہنچے اور کھانا کھایا۔

۵۔حضرت خواجہ محمد حضرمی قدس سرہٗ نے پچاس شہروں میں بیک وقت جمعہ پڑھایا

قال الشعراني وأخبرني من صحب الشيخ محمد الخضري أنه خطب في خمسين بلدة في يوم واحد خطبة الجمعة وصلى بهم إماماً۔[198]

---

[197] (ملخصًا فیوضات مجددیہ، ص ١١)

[198] (روح البیان، ج ٩، ص ٢١٦)

یعنی قطب وقت سیدنا امام شعرانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا مجھے اس شخص نے بتایا جو کہ شیخ محمد حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں رہا کہ حضرت شیخ حضرمی نے ایک ہی دن میں ایک ہی وقت پچاس شہروں میں جمعہ کا خطبہ دیا اور نماز پڑھائی۔ سبحان اللہ! یہ تو شانِ ولایت ہے، شانِ نبوت کا کیا کہنا۔

آنکھ والا تیرے جوبن کا تماشہ دیکھے
دیدہ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے!

۶۔ حضرت خواجہ قضیب البان رحمہ اللہ تعالیٰ جہان بھر میں جہاں بھی نماز پڑھتے، سجدہ بابِ کعبہ میں ہوتا

خاتمۃ المحدثین علامہ سیوطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت قضیب البان موصلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا واقعہ نقل فرمایا ہے اور قضیب البان وہ بزرگ ہیں جن کے متعلق حضرت محبوب سبحانی سرکار غوثِ اعظم قدس سرہٗ سے سوال ہوا تو آپ نے فرمایا:

ھو ولی مقرب ذو حال مع اللہ تعالیٰ و قدم صدق عندہ۔

فرمایا وہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں قرب والا ولی ہے، وہ صاحبِ حال ہے اور وہ قضیب البان خدا تعالیٰ کے دربار میں سچائی کے قدم والے ہیں۔ پھر کسی نے عرض کیا حضور وہ تو نماز نہیں پڑھتا۔

سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

إِنَّهُ يُصَلِّي مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُ، وَإِنِّي أَرَاهُ إِذَا صَلَّى بِالْمَوْصِلِ، أَوْ بِغَيْرِهَا مِنْ آفَاقِ الْأَرْضِ يَسْجُدُ عِنْدَ بَابِ الْكَعْبَةِ۔[199]

---

199 (الحاوی للفتاوی، ج ۱، ص ۳۴۱)

یعنی فرمایا کہ قضیب البان وہاں نماز پڑھتے ہیں کہ تم دیکھ نہیں سکتے مگر میں اسے دیکھتا ہوں کہ موصل میں یا کسی اور جگہ زمین کے کسی خطے میں نماز پڑھے تو سجدہ وہ خانہ کعبہ کے دروازہ کے پاس ہی کرتا ہے۔

۷۔ خواجہ قضیب البان رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیک وقت متعدد صورتوں سے پوری صف بھر دینا

حضرت قضیب البان کے متعلق علامہ سیوطی قدس سرہٗ نے فرمایا:

يُحكَى عَنْ قضيب البان الموصلي، وَكَانَ مِنَ الْأَبْدَالِ أَنَّهُ اتَّهَمَهُ بَعْضُ مَنْ لَمْ يَرَهُ يُصَلِّي بِتَرْكِ الصَّلَاةِ وَشَدَّدَ النَّكِيرَ عَلَيْهِ فِي ذَلِكَ، فَتَمَثَّلَ لَهُ عَلَى الْفَوْرِ فِي صُوَرٍ مُخْتَلِفَةٍ وَقَالَ: فِي أَيِّ هَذِهِ الصُّوَرِ رَأَيْتَنِي مَا أُصَلِّي۔[200]

یعنی حضرت قضیب البان موصلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو کہ ابدال میں سے تھے ان پر کسی نے تہمت لگائی کہ یہ نماز نہیں پڑھتے اور سخت انکار کیا تو حضرت قضیب البان ان کے سامنے متعدد اجساد میں اور مختلف صورتوں میں ظاہر ہو گئے اور فرمایا اے اعتراض کرنے والے بتا تو نے ان میں سے کس صورت میں مجھے دیکھا ہے کہ میں نے نماز نہیں پڑھی؟۔

۸۔ حضرت سید نور الدین حلبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے تاثرات

امام نور الدین حلبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا:

قلت فاذا کان ھٰذا اللوا حد من الابدال افلا یظھر من رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم الف الف مثال۔

---

[200] (الحاوی للفتاوی، ج ۱، ص ۳۳۸)

یعنی ابدال میں سے ایک ولی کی یہ شان ہے کہ وہ فوراً متعدد اجساد میں مختلف صورتوں میں ظاہر ہو سکتا ہے تو کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم لاکھوں اجساد نہیں ہو سکتے۔

نوٹ: اس واقعہ میں یہ امر بھی قابل غور ہے کہ سرکارِ غوث اعظم قدس سرہٗ نے فرمایا قضیب البان موصلی موصل میں یازمین کے کسی خطے میں نماز پڑھتے ہیں تو سجدہ بابِ کعبہ میں کرتے ہیں۔

سبحان اللہ ایک ولی کی شان کہ نماز مشرق میں، سجدہ بابِ کعبہ کے پاس، نمازِ مغرب میں تو سجدہ باب کعبہ میں، نماز موصل میں تو سجدہ باب کعبہ میں، نماز مصر میں تو سجدہ باب کعبہ میں۔

اللھم صل وسلم وبارک علی النبی الحبیب الحسیب الکریم وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ واولیاء امتہٖ وعلماء ملتہٖ اجمعین الیٰ یوم الدین

۹۔ حضرت خواجہ سعود المصری مجذوب قدس سرہٗ

انہ کان یخبر عن وقائع الاقالیم کلھا فیقول عزل الیوم فلان ومات فلانو ولی فلان فلا یخطئ فی واحدۃ۔[201]

یعنی حضرت خواجہ سعود مجذوب مصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پورے جہان کی خبریں دیا کرتے تھے فرمایا کرتے فلاں ملک کا فلاں بادشاہ معزول ہو گیا فلاں ملک کا فلاں بادشاہ مر گیا اور فلاں ملک کا فلاں بادشاہ بن گیا ہے اور ان کی کوئی بات خطا نہ جاتی۔

اپیل

اے میرے عزیز مسلمان بھائی، دل میں محبت و عظمتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم رکھ کر مندرجہ بالا واقعات کو تعصب کی عینک اتار کر ایمان کی نظروں سے پڑھ اور پھر اپنے

---

[201] (جامع کرامات اولیاء، ج۲، ص ۹۲)

ایمان سے پوچھ کہ رحمۃ اللعالمین سید الکونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے باعطاء اللہ وباذن اللہ حاضر وناظر ہونے میں کوئی شک ہے؟

اگر پھر بھی شک نہ جائے تو کسی اللہ والے سے اپنی نظر درست کراتا کہ قبر میں جانِ جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی پہچان میں کوتاہی نہ ہو جائے۔ کیونکہ قبر میں کامیابی اللہ تعالیٰ کے وحدہٗ لاشریک ہونے کی گواہی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی پہچان سے ہی ہوگی۔

حدیث پاک میں ہے:

عَنِ الْبَرَاءِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: الْمُؤْمِنُ إِذَا شَهِدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَعَرَفَ مُحَمَّدًا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي قَبْرِهِ، فَذَلِكَ قَوْلُ اللّٰهِ جَلَّ وَعَلَا: يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ۔[202]

یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: مومن جب قبر میں اس بات کی گواہی دے گا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو پہچان لے گا (تو وہ کامیاب ہو جائے گا) اور یثبت اللہ الذین سے یہی مراد ہے۔ اور یہ حدیث پاک صحیح ہے۔

شارح نے فرمایا: اسنادہ صحیح علی شرط البخاری۔

---

[202] (صحیح ابن حبان، ج ۱، ص ۴۳۶)

فصل ہفتم: حاضر وناظر نہ ماننے کی وجہ

۱۔سیدنا امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جامع صغیر میں حدیثِ پاک تحریر کی ہے:

أدبوا أولادکم علی ثلاث خصال: حب نبیکم، وحب أھل بیتہ، وقراءۃ القرآن۔[203]

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے اے میری امت اپنی اولاد کو تین چیزوں کی تربیت دو، اپنے نبی کی محبت سکھاؤ اور نبی کی اہلبیت کی محبت سکھاؤ اور قرآن پاک کی تلاوت سکھاؤ۔

اس حدیث پاک میں درجہ بدرجہ تین چیزوں کا ذکر ہے، پہلے درجہ میں رسول اکرم شفیع معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی محبت ہے، دوسرے درجے میں اہلبیت کی محبت ہے اور تیسرے درجے میں قرآن پاک کی تلاوت ہے۔

ظاہر ہے کہ بچہ خالی الذہن ہوتا ہے جب اس کے ذہن میں محبتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم منقش ہو جائے گی تو پھر یہ محبت آخری دم تک نکلے گی نہیں اور ایمان محفوظ ہو جائے گا اور ان خوش نصیب لوگوں میں سے ہو جائے گا جن کی تعریف اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں کی ہے۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ أُولَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ أُولَئِكَ حِزْبُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (المجادلۃ ۲۲)

یعنی اے محبوب آپ نہ پائیں گے ایسی قوم جس کا اللہ تعالیٰ پر اور آخرت پر ایمان صحیح ہو وہ قوم محبت دوستی کر جائیں، ایسے لوگوں کے ساتھ جو عداوت رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول

---

[203] (جامع صغیر، ج ۲، ص ۱۴)

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے ساتھ اگرچہ وہ عداوت رکھنے والے ان کے باپ ہوں، یا بیٹے ہوں، یا بھائی اور قبیلہ کنبے والے ہوں۔ یہ لوگ وہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان نقش کر دیا ہے اور اپنی رحمت سے ان کی مدد فرماتا ہے اور قیامت کے دن ان کو بہشتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں اور وہ ا بہشتوں میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے اور وہ اپنے رب تعالیٰ سے راضی ہیں یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی جماعت ہے۔کان کھول کر سن لو اللہ تعالیٰ کی جماعت ہی فلاح پانے والی ہے۔

لیکن کچھ عرصہ سے بعض علماء نے بچوں کو سب سے پہلے قرآن کی تعلیم دینا شروع کر دی ہے اور بچوں کو کافروں اور بتوں والی آیات مبارکہ ذہن نشین کرا کے نکمے ناکارہ بتوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے نبیوں علیہم السلام، ولیوں کو بھی بے بس اور بے اختیار ذہن نشین کرا دیا جاتا ہے ایسے بچے تا حیات نبیوں، ولیوں کے کمال و فضل کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔

شیخ سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا:

خشتِ اول چوں نہد معمار کج — تا ثریا مے رود دیوار کج

یعنی معمار جب پہلی اینٹ ہی ٹیڑھی رکھے گا تو پھر وہ دیوار خواہ آسمان تک پہنچ جائے ٹیڑھی ہی رہے گی۔ لہٰذا ایسے بچے جن کو کافروں اور بتوں والی آیاتِ قرآنیہ پڑھا کر نبیوں، ولیوں کو بے بس بے اختیار باور کرایا جاتا ہے ایسے بچے بڑے ہو کر منبروں پر بیٹھ کر بتوں والی آیات پڑھ کر نبیوں، ولیوں کی شان میں تنقیص کرتے رہتے ہیں اور وہ اسی کو توحید جانتے ہیں اور وہ اس توحید کی آڑ میں نہ تو کسی نبی ولی کے لئے اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ علمِ غیب مانتے ہیں نہ اختیار نہ تصرف نہ عظمت۔

واقعہ

ایک ڈاکٹر صاحب سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے اپنا واقعہ سنایا کہ ہماری ایک دوست کے گھر سر سید ٹاؤن میں دعوت تھی اتفاق سے وہ جمعہ کا دن تھا احباب نے کہا پہلے جمعہ پڑھ آئیں پھر کھانا کھائیں گے چنانچہ ایک مسجد میں پہنچے وہاں خطیب نے دورانِ وعظ **یا ایھا النبی** والی آیت پڑھی اور وہ خطیب ترجمہ اس انداز اور لہجہ سے کرے جیسے اللہ تعالیٰ کسی دشمن کو خطاب کر رہا ہے یہ سن کر دل میں کڑھن سی پیدا ہوئی کہ ہم کہاں پھنس گئے، نماز جمعہ کے بعد جب لوگ خطیب صاحب سے مصافحہ کے لئے آگے بڑھے تو میں بھی ان کے ساتھ خطیب مذکور کے ہاں پہنچ گیا اور مصافحہ کرتے ہوئے میں نے سوال کیا مولوی صاحب تیرا گھر کہاں ہے، یہ سن کر وہ سیخ پا ہوا اور بولا ارے بد تمیز تجھے بولنے کی بھی تمیز نہیں میں نے اور سوال کر دیا تیرے بیٹے کتنے ہیں، وہ اور بھڑکا پھر اس کے ساتھ کچھ اس کے مقتدی بھی شامل ہو گئے تو میں نے کہا کہ مولوی تجھے آپ کی بجائے تیرا کہنے میں تیری عزت میں فرق آگیا ہے تو اللہ تعالیٰ کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کوئی عزت نہیں؟ اس پر چند نمازیوں کو تو سمجھ آگئی مگر جن کے دل عظمتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے خالی تھے وہ ماننے کو تیار نہ ہوئے اور وہ بڑبڑ کرتا مسجد سے نکل گیا۔ الحاصل ایسے بچے زندگی بھر نبیوں، ولیوں کی شان میں تنقیص کرتے رہتے ہیں۔ اسی لئے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ایسے لوگوں کو ساری خدائی سے بدترین گردانتے تھے۔

چنانچہ صحیح بخاری میں ہے:

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَرَاهُمْ شِرَارَ خَلْقِ اللهِ وَقَالَ إِنَّهُمْ انْطَلَقُوا إِلَى آيَاتٍ نَزَلَتْ فِي الْكُفَّارِ فَجَعَلُوهَا عَلَى الْمُؤْمِنِينَ۔[204]

---

204 (صحیح بخاری، ج ۲، باب قتل الخوارج والملحدین)

یعنی سیدنا عبد اللہ بن عمر صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہما خارجیوں کو ساری مخلوق سے بد تر جانتے تھے اور فرماتے یہ اس لئے کہ یہ لوگ کافروں والی آیاتِ مبارکہ کو اہل ایمان (نبیوں، ولیوں) پر چسپاں کرتے ہیں۔

اے میرے عزیز! مندرجہ بالا ارشادِ گرامی اس دور کے کسی فرقہ باز ملاں مولوی کا نہیں بلکہ ایک جلیل القدر صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے، جن کا شمار مجتہدین صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں ہوتا ہے۔ پھر یہ قول کسی وعظ کی کتاب یا کسی غیر معتبر رسالے سے نہیں لیا گیا بلکہ یہ حدیثِ پاک کی اس کتاب میں ہے جو کہ حدیثِ پاک کی طبقہ اولیٰ کی کتاب ہے۔ جس کا مرتبہ قرآن پاک کے بعد سب سے اونچا ہے یعنی صحیح بخاری۔

اللہ تعالیٰ مان لینے کی توفیق عطا فرمائے۔

نیز اس مندرجہ بالا سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ارشادِ گرامی سے ثابت ہوا کہ جو مولوی یا عالمِ قرآن پاک کی آیات پڑھ پڑھ کر کہے کہ نبی ولی نہ تو کسی کو نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان اور نبیوں، ولیوں کے اختیار میں کچھ نہیں ایسا مولوی اللہ والوں کی جماعت سے ہر گز نہیں ہو سکتا۔

اللہ تعالیٰ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ہماری طرف سے جزائے خیر عطا کرے کہ انہوں نے ہمیں ایک لائن دے دی ہے اور ہدایت کا رستہ دکھا دیا ہے جس کی روشنی میں ایک معمولی پڑھا لکھا انسان بھی اپنے بیگانے میں اور حق و باطل میں تمیز کر سکتا ہے۔

اے میرے عزیز! میں نے مندرجہ بالا چند سطرین آپ کی خیر خواہی کے لئے لکھ دی ہیں تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ کچھ لگ حبیبِ خدا سید انبیاء باعث ایجاد عالم رحمتِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو کیوں اللہ تعالیٰ کی عطا سے حاضر و ناظر نہیں مانتے۔ حالانکہ شیخ المحدثین شاہ

عبد الحق دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے واشگاف الفاظ میں فرما دیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو حاضر وناظر ماننے میں کسی ایک عالم کا بھی اختلاف نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ مان لینے کی توفیق عطا فرمائے۔

نہ ماننے کی دوسری وجہ

بصارت (نظر) کے اعتبار سے بندوں کی تین قسمیں ہیں:

۱۔ بینا ۲۔ نابینا ۳۔ بھینگا

بینا وہ ہے جس کی نظر صحیح ہو، نابینا وہ ہے جس کی بینائی ختم ہو چکی ہو، اور بھینگا وہ ہے جس کو ہر چیز دو نظر آئیں۔ یوں ہی بصیرت کے لحاظ سے بھی تین قسمیں ہیں بینا، نابینا، بھینگا۔

بصیرت کے اعتبار سے جو بھینگا ہو گا اسے دو نظر آتے ہیں، خدا تعالیٰ کی صفات الگ نظر آتی ہیں اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی عطائی صفتیں الگ نظر آتی ہیں۔

لہٰذا وہ کوئی بھی کمال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے لئے نہیں مانے گا کیونکہ اسے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا ہر کمال شرک دکھائی دیتا ہے۔ تو وہ اگر حبیبِ خدا سید انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے لئے غیب کا علم مانے تو شرک، تصرف مانے تو شرک، حاضر وناظر مانے تو شرک۔ اس لئے وہ کسی بھی کمال وعظمت کو نبی اکرم شفیع معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے لئے نہیں مانتا۔

لیکن جو بینا ہے جس کی نظر صحیح ہے اسے تو ایک ہی نظر آتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم مظہر صفاتِ الٰہیہ ہیں۔ اسے نظر آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی مالک ہے، وہی خالق ہے، وہی شافی ہے، وہی رازق ہے، وہی حافظ ہے، وہی ناصر ہے، وہی معین ومددگار ہے، وہی

زندہ کرتا ہے، وہی مارتا ہے، اسے نظر آتا ہے کہ ہر چیز کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ وَلِلّٰهِ مُلْکُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ (آل عمران ۱۸۹) وہی خالق ہے اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ (الرعد ۱۶) لیکن وسیلہ سے پیدا فرماتا ہے۔ شافی وہی ہے وہ دوائی اور ڈاکٹر کے وسیلہ سے شفا دیتا ہے۔ رازق وہی ہے لیکن وہ کسی ذریعہ اور وسیلہ سے رزق دیتا ہے۔ زندہ بھی وہی کرتا ہے، مارتا بھی وہی ہے لیکن زندہ کرتا ہے تو وسیلہ سے اور مارتا ہے تو ملک الموت کے وسیلہ سے۔ حافظ و ناصر وہی ہے لیکن وہ حاکم وغیرہ کے وسیلہ سے حفاظت عطا کرتا ہے۔ رحیم و کریم وہی ہے، رحم و کرم وہی فرماتا ہے لیکن رحم کرنے کے لئے اس نے اپنے حبیبِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو وسیلہ بنایا ہے۔

وَمَا أَرْسَلْنَاکَ إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ (الأنبياء ۱۰۷)

میرے دوست میرے عزیز! غور کر کہ مالک تو اللہ تعالیٰ ہی ہے پھر تو کس قانون سے کہتا ہے کہ فلاں دوکان، فلاں مکان کا مالک میں ہوں اور جب مان لیا کہ شافی (شفاء دینے والا) اللہ تعالیٰ ہی ہے تو پھر قانون سے ڈاکٹر و حکیم کے ہاں جاتا ہے؟ اس وقت اللہ تعالیٰ کے ہاں تو کیوں نہیں جاتا؟

اے میرے عزیز یہ تیری نظر کا بھینگا پن ہے تو اپنی نظر کا علاج کسی روحانی معالج سے کرا تا کہ تجھے بھی ایک ہی نظر آئے اور یہ جھگڑے یہ فرقہ بندیاں ختم ہو جائیں۔ (روحانی معالج)

میاں عبد الرشید صاحب مرحوم مغفور نُورِ بصیرت والے لکھتے ہیں۔ بعنوان:

روحانی گورنر

یہ واقعہ ۱۹۴۵ء کا ہے قلعہ گوجر سنگھ لاہور اس سڑک پر جو کہ پولیس لائنز کے ساتھ ساتھ چلتی ہے ایک صاحب کا چھوٹا سا مطب تھا مجھے دوستوں نے بتایا کہ وہ (مطب والے) کہتے ہیں کہ اگر کسی

نے جنابِ رسولِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی خدمت میں درخواست گزارنی ہو تو وہ بتوسط گورنر روحانی پنجاب لکھ کر انہیں دے۔ یہ پاکستان بننے سے پہلے کی بات ہے ان دنوں پنجاب متحد تھا، ایک روز سہ پہر کے وقت میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا، وہاں کچھ دیہاتی مرد، عورتیں ان سے حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی خدمت میں درخواستیں لکھوا رہے تھے۔ کوئی لکھواتا مجھے اتنے روپے چاہیئیں، کوئی مکان طلب کرتا کوئی کہتا میرا بیٹا واپس آجائے۔ میری طبعیت نے جوش مارا کہ اتنی بڑی سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی خدمت میں اس قسم کی معمولی باتوں کے لئے درخواست دینا آنجناب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے منصبِ بلند کے شایانِ شان نہیں، میں نے ان کی خدمت میں عرض کیا میں بھی درخواست لکھوں گا، انہوں نے کاغذ دیا، اس پر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے مخصوص القابات لکھوائے، دوسری سطر میں الفاظ "بتوسط گورنر روحانی پنجاب" لکھوائے، اس کے بعد وہ دوسرے سائلان کی طرف متوجہ ہو گئے، میں نے درخواست لکھ کر ایک طرف رکھ دی وہ لوگ چلے گئے تو میں نے اپنی درخواست پیش کی وہ بزرگ اسے پڑھ کر بہت خوش ہوئے، مجھ سے بار بار کہتے میاں سوچ لو، میاں سوچ لو۔ میں نے عرض کیا ہاں خوب سوچ سمجھ کر درخواست لکھی ہے۔ میں نے پھر پوچھا کیا درخواست منظور ہو جائے گی؟ وہ بولے بھلا ایسی درخواستیں بھی منظور نہیں ہوتیں، بھلا ایسی درخواستیں بھی منظور نہیں ہوتیں؟۔

(درخواست یہ تھی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم مجھے اپنے عشق سے نوازیں)۔

شام ہونے کے قریب تھی، وہ کہنے لگے چلو داتا صاحب چلتے ہیں وہاں دعا مانگیں گے، میں نے انکار کر دیا اور کہا وہاں لوگ شرک کرتے ہیں اور میری طبعیت منغض ہوتی ہے، وجہ یہ تھی کہ میں

نے سات سال کی عمر سے سترہ سال کی عمر کا زمانہ اہلحدیثوں (وہابیوں) کے زیر اثر گزارا تھا، انہوں نے اصرار کیا میں انکار پر قائم رہا، آخر اس بات پر فیصلہ ہو گیا کہ حضرت کے مزار شریف کے جنوب کی جانب سے جو سڑک گزرتی ہے میں اس پر کھڑا ہو کر دعا مانگ لوں، اندر نہ جاؤں۔ چند دنوں بعد پھر ملاقات ہوئی تو انہوں نے فرمایا میاں وہ تمہاری درخواست منظور ہو گئی ہے۔ میں نے دل میں کہا کوئی اثر ظاہر ہو گا تو مانوں گا۔

مطالعہ کی عادت تھی جو سامنے آتا پڑھ جاتا۔ درخواست گزارنے کے بعد مطالعہ کی سمت اسلامی علوم کی طرف متعین ہو گئی، افکار میں نکھار پیدا ہوا، ذہن میں روشنی پیدا ہوئی، ابتدائی ایام کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

غم کہاں اب کہ تیری الفت کا
میرے دل میں چراغ روشن ہے
عشق کی روشنی کو کیا لکھوں
دل تو دل دماغ روشن ہے![205]

پھر یہی میاں عبد الرشید صاحب ہیں کہ جب روحانی معالج سے علاج کرایا اور نظر درست ہو گئی تو دین کی وہ خدمت کی کہ پورے معاشرے کو سیر اب کر دیا۔

میرے عزیز اگر آپ کو کوئی روحانی معالج میسر نہ ہو تو مندرجہ ذیل کتابوں کا مطالعہ کر لیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بہت بڑی امید ہے کہ نظر درست ہو جائے گی۔ وہ کتابیں یہ ہیں:

۱۔ آبِ کوثر ۲۔ البرہان ۳۔ خلیفۃ اللہ

---

[205] (تصوف و ایمان کے موتی، ص ۱۳۱)

اور اگر البرہان نہ مل سکے تو عظمتِ نامِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم بھی کافی ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (الفاتحہ۷) کے راستے پر چلائے، آمین۔

هو السميع العليم۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہٖ ونبیہٖ سید المرسلین وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین

سوال: اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو حاضر و ناظر مان لیا جائے تو چند سوالات واقع ہوتے ہیں۔

ایک یہ کہ اگر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام حاضر و ناظر ہیں تو آپ لوگ مصلی امامت پر کیوں کھڑے ہوتے ہیں؟

دوم یہ کہ اگر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم حاضر ہیں تو ہمیں نظر کیوں نہیں آتے؟

سوم یہ کہ اگر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو ہر جگہ حاضر وناظر مانا جائے تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ پاک کیوں گئے؟

چہارم اگر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر جگہ حاضر وناظر ہیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ کیوں فرمایا: وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يُلْقُونَ أَقْلَامَهُمْ (آل عمران ۴۴)

جواب: کتاب کے شروع میں بیان ہوا کہ رسول اکرم حبیبِ مکرم نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی تین حالتیں ہیں:

۱۔حالتِ بشری ۲۔حالتِ ملکی ۳۔حالتِ حقی[206]

206 (حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

لہٰذا آپ کے مندرجہ بالا سوالات ان لوگوں پر وارد ہوتے ہیں جو سید دوعالم رحمتِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو صرف بشر مانتے ہیں لیکن ہم اہلسنت وجماعت پر یہ اعتراضات وارد نہیں ہوسکتے، کیونکہ ہم سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے لئے صرف حالتِ بشری کے اعتبار سے حاضر وناظر نہیں مانتے بلکہ ہم رحمتِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے اعتبار سے حاضر وناظر مانتے ہیں جس کے متعلق خود نبی اکرم رسول اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا ہے:

إن الله قد رفع لي الدنيا، فأنا أنظر إليها وإلى ما هو كائن فيها إلى يوم القيامة، كأنما أنظر إلى كفي هذه۔[207]

میں ساری دنیا کو اور جو کچھ تا قیامت دنیا میں ہونے والا ہے اسے اپنے ہاتھ کی ہتھیلی کی طرح دیکھ رہا ہوں۔

اور ظاہر ہے کہ ہاتھ کی ہتھیلی سے کوئی جگہ نہ غائب ہے نہ دور۔ ہاں جو لوگ جانِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو صرف بشر مانتے ہیں ان کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو حاضر وناظر ماننا واقعی شرک ہے۔ جیسے کہ معانی وبیان کی کتابوں میں آتا ہے کہ دہریہ اگر کہے کہ: انبت الربیع البقل۔ یعنی موسمِ ربیع نے سبزہ اگایا تو وہ کافر ہے اور اگر مسلمان یہی لفظ کہے: انبعت الربیع البقل۔ تو وہ کافر نہیں ہے بلکہ وہ پکا سچا مسلمان ہے کیونکہ مومن کے نزدیک فاعلِ حقیقی اللہ تعالیٰ ہی ہے اور انبات کی نسبت ربیع کی طرف بطور اسناد مجازی ہے۔

یوں ہی رسول اکرم شفیع اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو صرف بشر ماننے والا حاضر وناظر کہے تو وہ مشرک ہے اور اگر صحیح العقیدہ مؤمن کہے تو وہ پکا سچا مؤمن ہے۔ کیونکہ مؤمن

---

207 (طبرانی بحوالہ مواہب اللدنیہ، شرح الزرقانی)

حقیقتِ محمدیہ کے اعتبار سے حاضر وناظر کہہ رہا ہے جیسے کہ سابقہ صفحات پر اکابر کے ارشادات مذکور ہوئے۔

اور حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم یعنی نبی اکرم رحمتِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا جسدِ حقیقی اتنا عظیم تر ہے کہ زمین و آسمان، عرش و کرسی، ملک وملکوت سب سے وسیع تر ہے۔

جیسے کہ عارف باللہ علامہ نور الدین حلبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا:

وان الذی اراہ ان جسدہ الشریف لا یخلو منہ زمان "ولا مکان" ولا محل "ولا امکان" ولا عرش "ولا کرسی" ولا قلم "ولا ابر" ولا بحر "ولا سھل" ولا وعر "ولا برزخ" کما اشرنا الیہ ایضا و انہ امتلاء الکون الاعلیٰ کامتلا الکون الاسفل بہٖ و کامتلاء قبرہٖ بہٖ۔[208]

یعنی ہمارا عقیدہ اس بارے میں یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے جسمِ انور (جسمِ حقیقی) سے نہ تو کوئی زمانہ خالی ہے نہ کوئی مکان، نہ کوئی محل، نہ امکان، نہ عرش خالی ہے، نہ کرسی، نہ قلم، نہ کوئی خشک جگہ خالی ہے، نہ تر، نہ ہموار زمین، نہ برزخ، نہ کوئی قبر خالی ہے اور جیسے کہ سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے جسدِ حقیقی سے روضہ مقدسہ پُر ہے یوں ہی ملک وملکوت پُر ہیں۔

اللھم صل و سلم و بارک علی النبی المختار سید الابرار و علیٰ آلہٖ و اصحابہٖ اولی الایدی والابصار الیٰ یوم القرار۔

اور اسی قول کی تائید میں علامہ سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ارشادِ گرامی ملاحظہ ہو:

---

[208] (جواھر البحار، ج۲، ص ۱۱۵)

فَإِذَا أَرَادَ اللّٰہُ رَفْعَ الْحِجَابِ عَمَّنْ أَرَادَ إِكْرَامَهُ بِرُؤْيَتِهِ رَآهُ عَلَى هَيْئَتِهِ الَّتِي هُوَ عَلَيْهَا، لَا مَانِعَ مِنْ ذَلِكَ، وَلَا دَاعِيَ إِلَى التَّخْصِيصِ بِرُؤْيَةِ الْمِثَالِ۔[209]

یعنی جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کو اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی زیارت سے مشرف فرمانا چاہتا ہے تو حجاب اُٹھا دیتا ہے، اور پھر وہ زیارت کرنے والا رحمت کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو اسی حالت میں دیکھ لیتا ہے جس حالت پر سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم دنیا میں جلوہ افروز تھے۔ نہ یہ محال ہے اور نہ اس بات کی تخصیص کی ضرورت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی صرف مثال دکھائی جاتی ہے۔

یا اللہ! ہمیں صحیح نظر عطا کر تاکہ ہم عظمتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو صحیح نظر سے دیکھ سکیں۔ حسبنا اللہ و نعم الوکیل۔

سوال: آپ نے ایک غیر ضروری مسئلہ کے متعلق اتنے صفحات لکھ دیئے ہیں جیسے کہ یہ فرض یا واجب ہے اگر آپ اس کی بجائے نماز، روزہ یا حج و زکوٰۃ کے مسائل لکھتے تو مسلمانوں کا بھلا ہوتا۔

جواب: مندرجہ بالا سوال خارجی ذہنیت کی عکاسی کرتا ہے کیونکہ خارجیوں کے نزدیک اعمال ہی اصل چیز ہیں اور محبت و عظمتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم غیر ضروری چیز ہے۔ (العیاذ باللہ)

لیکن اہل حق اہل سنت و جماعت کے نزدیک عظمت و محبت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہی اصل چیز ہے اور اعمال کا درجہ ثانوی حیثیت رکھتا ہے۔ اور یہی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے لے کر آج تک چلا آرہا ہے۔ آگے درج کئے جانے والے واقعات اسی بات کی گواہی دے رہے ہیں، پڑھیں اور ایمان مضبوط کریں۔

---

[209] (الحاوی للفتاوی، ج ۲، ص ۴۳)

۱۔ حیدرِ کرار سیدنا مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مقام صہبا میں اللہ تعالیٰ کے حبیب رحمتِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی نیند مبارک پر نماز قربان کر کے ثابت کر دیا تھا کہ نماز، روزہ اعمال فرع ہیں۔ اصل چیز رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا ادب اور عظمت ہے۔

۲۔ افضل الخلق بعد الانبیاء سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے باپ کے منہ پر جبکہ اس نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی شانِ رفیع میں بے ادبی کی بات کہی تھی مکا مار کر ثابت کر دیا تھا کہ اصل چیز عظمتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہے۔[210]

۳۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کلمہ گو نمازی کی تلوار سے گردن کاٹ کر ثابت کر دیا تھا کہ اصل چیز عظمتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہے۔

واقعہ یوں ہوا تھا کہ ایک منافق اور ایک یہودی کا کسی معاملہ میں جھگڑا تھا، یہودی نے کہا چلو تمہارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے فیصلہ کرائیں، لیکن وہ کلمہ گو مسلمان کہے نہیں تمہارے عالم کعب بن اشرف سے فیصلہ کرائیں۔

آخر کار وہ فیصلہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے پاس لے آئے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فیصلہ کر دیا کہ حق والے یہودی کو حق دلا دیا، وہ منافق اس پر راضی نہ ہوا اور اس نے یہودی سے کہا چلو ابو بکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے فیصلہ کرواتے ہیں اور سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی وہی فیصلہ سنا دیا، پھر منافق نے کہا چلو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فیصلہ کرائیں اور جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں فیصلہ پہنچا تو یہودی نے

---

[210] (الصارم المسلول لابن تیمیہ، ص ۲۷)

بتا دیا ہم پہلے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے فیصلہ لے چکے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے میرے حق میں فیصلہ دیا ہے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کلمہ گو مسلمان سے پوچھا کیا واقعی میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فیصلہ دیا ہے؟ اس منافق نے اقرار کیا تو فرمایا: مکانک حتی اخرج فاقضی بینکما۔ یعنی ٹھہر میں ابھی آتا ہوں اور فیصلہ کرتا ہوں چنانچہ اندر گئے اور تلوار سونت کر نکلے، آتے ہی تلوار مار کر اس نمازی روزہ دار کا سر قلم کر دیا۔

پھر اس مقتول کے ورثاء دوڑے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے قتل کا بدلہ طلب کریں گے کہ عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ہمارا آدمی ناحق قتل کر دیا ہے۔ لہٰذا عمر کو اس کے بدلے قتل کیا جائے مگر ان کے پہنچنے سے پہلے حضرت جبریل علیہ السلام حکمِ الٰہی لے کر پہنچ گئے: أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا (النساء ٦٠)، الخ

تو نبی اکرم حبیبِ محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فیصلہ سنا دیا کہ میرے عمر نے جو فیصلہ کیا ہے وہی درست ہے۔

۴۔ سیدنا خالد بن ولید صحابیِ رسول رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مالک بن نویرہ کو صرف اس وجہ سے قتل کر دیا تھا کہ اس نے سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو صاحبکم تحقیرًا کہہ دیا تھا۔ (العیاذ باللہ)[211]

سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا ایک صحابی تھے جن کی آنکھیں نہ تھیں اس کی بیوی (اُمّ ولد) نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی شانِ رفیع میں بے ادبی کیا کرتی تھی، صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ منع کرتے مگر وہ باز نہ آتی۔ ایک دن اس عورت نے حبیب خدا سید انبیاء صلی

---

[211] (شفاء قاضی عیاض، ج۲، ص۱۹۰، عمدۃ الاخبار، ص۲۵)

اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی شانِ رفیع میں گستاخی کی بات کہی تو خاوند نے خنجر لے کر اس بیوی کے پیٹ پر رکھ کر دبایا تو وہ مر گئی۔ صبح ہوئی تو چرچا ہوا کہ فلاں عورت قتل ہو گئی ہے، اس پر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے لوگوں کو جمع فرمایا اور فرمایا: اس کو کس نے قتل کیا ہے؟ تو وہ آنکھوں سے معذور صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُٹھ کھڑے ہوئے اور لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے حاضر ہو گئے اور ماجرا سنا دیا۔ عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم میں نے قتل کیا ہے، کیونکہ یہ میری بیوی آپ کی شان میں بے ادبی کیا کرتی تھی، میں منع کیا کرتا تھا وہ باز نہ آتی تھی تو آج میں نے اس کی باتیں سن کر اس کو قتل کر دیا ہے حالانکہ میرے اس سے دو بچے بھی ہیں جو کہ موتیوں کی طرح ہیں اور یہ عورت میری رفیقۂ حیات تھی، وہ میرا سہارا بھی تھی کیونکہ میں نابینا ہوں اس کے باوجود میں نے اس گستاخی کی بنا پر قتل کر دیا ہے، یہ سن کر نبی اکرم، شفیع معظم، نُورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا اے صحابہ گواہ ہو جاؤ کہ میں نے اس کا خون معاف کر دیا ہے۔[212]

اپیل

اے میرے عزیز میرے مسلمان بھائی! میں نے یہ کتاب کسی کا دل دکھانے یا کسی کو نیچا دکھانے کے لئے نہیں لکھی بلکہ صرف اس خیر خواہی کی بنا پر لکھی ہے کہ میرے مسلمان بھائی عظمتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو دل میں بٹھا کر دوزخ سے بچ جائیں اور جنت میں انعام واکرام کے حقدار بنیں۔ سیدِ دو عالم رحمتِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا ارشاد گرامی: من

---

212 (ابو داؤد، نسائی بحوالہ الصارم المسلول، ص ۶۸، عمدۃ الاخبار، ص ۲۴)

احبنی یکون معی فی الجنۃ۔[213] یعنی جو مجھ سے محبت کرے گا وہ میرے ساتھ جنت میں ہو گا۔ اللہ تعالیٰ یہ نعمت ہمیں بھی عطا کرے۔

بجاہ حبیبہ الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم

اے میرے پیارے بھائی! پھر سوچ کہ اگر اعمال صالح (نماز، روزہ و غیرہ) ہی اصل چیز ہوتے تو اللہ تعالیٰ یہ کرا حکم ہر گز نہ سناتا:

إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ (النساء ۱۴۵)

یعنی یہ منافق لوگ یہ دوزخ میں سب سے نیچے ہوں گے۔

حالانکہ منافق لوگ نماز، روزہ بھی پڑھتے، حج و زکوٰۃ نیز اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد بھی کرتے تھے، ثابت ہوا کہ محبت و عظمتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اصل چیز ہے اور اس کے بغیر کوئی چیز فائدہ نہیں دے سکتی۔

۶۔ نیز رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی نے جب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی شانِ رفیع میں بے ادبی کی بات کہی تو اسی کے بیٹے نے جو کہ سچا پکا مسلمان تھا دربارِ رسالت میں عرض کیا: لو شئت لاتیتک براسہ۔ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اگر آپ چاہیں تو میں اپنے باپ کا سر کاٹ کر آپ کے قدموں میں حاضر کر دوں۔[214]

۷۔ ابنِ حاتم نے مناظرہ کے دوران نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے متعلق کہہ دیا یتیم حیدرِ کرار کے سُسر اور یہ کہ نبی کا زہد اختیاری نہ تھا۔ تو اندلس کے علماء وفقہاء نے اسے واجب القتل گردانا۔[215]

---

[213] (مشکوٰۃ شریف، باب الاعتصام)

[214] (الصارم المسلول لابن تیمیہ، شفاء قاضی عیاض، ج ۲، ص ۲۲)

[215] (شفاء شریف، ج ۲، ص ۱۹۲)

۸۔ ابراہیم فزاری جو کہ شاعر تھا اور وہ اللہ تعالیٰ کی شان میں انبیاء کرام علیہم السلام خصوصًا رحمتِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی شان میں بے ادبی کی باتیں کرجاتا تو قیروان کے علماء اور فقہاء نے اس کے قتل کا حکم دیا، اور اسے سولی پر کھینچا گیا اور جب وہ تختہ دار پر کھینچا گیا تو اس کا منہ قبلہ سے پھر گیا یہ دیکھ کر لوگوں نے نعرۂ تکبیر بلند کیا، پھر کتا آیا اور اس کے خون کو چاٹا، پھر حضرت یحیٰی بن عمر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیثِ پاک سنائی کہ مسلمان کے خون کو کتا نہ چاٹے گا، اور یہ منظر دیکھ کر فرمایا:

صدق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم۔[216]

۹۔ ابن تیمیہ نے نمازیوں، روزہ دار منافقوں کے متعلق لکھا ہے:

ان المنافقین اسوء حالا من الکفار۔[217]

یعنی منافق لوگ کافروں سے بدتر ہیں۔

۱۰۔ نیز ابن تیمیہ نے نبی اکرم حبیب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے ارشاد مبارک **ھم شر الخلق و الخلیقه** کو منافقوں کے بارے میں قرار دیا ہے۔[218]

یعنی منافق لوگ نماز، روزہ کرنے والے ساری خدائی سے بدتر ہیں۔

دعا

یا اللہ ہمیں بے ادبی اور نفاق سے بچا اور اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی محبت سے وافر حصہ عطا کر۔

---

216 (شفاء قاضی عیاض، ج ۲، ص ۱۹۲)

217 (الصارم المسلول، ص ۱۸۶)

218 (الصارم المسلول، ص ۱۸۶)

اے میرے عزیز! اے میرے مسلمان بھائی میری آپ سے خیر خواہی کے طور پر گزارش ہے کہ مندرجہ بالا ارشادات کو غور سے پڑھیں اور إِنَّ بَطْشَ رَبِّکَ لَشَدِيدٌ (البروج ۱۲) کی فکر کریں۔

آخر میں حدیث رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تحریر کی جاتی ہے تا کہ پڑھ کر افکار کی سمتِ قبلہ درست کی جاسکے۔

فرمایا:

لا یؤمن احدکم حتیٰ اکون احب الیہ من والدہٖ وولدہٖ والناس اجمعین۔

دوسری وجہ اس کتاب لکھنے کی یہ ہے کہ:

تنزل الرحمة عند ذکر الصالحین۔

جب نیک لوگوں کا ذکر کیا جائے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔

قابل غور بات ہے کہ اگر نیکوں کے ذکر کے وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے تو سب نیکوں، ولیوں، غوثوں، قطبوں کے جو سردار ہیں ان کا ذکر کرنے سے کیوں نہ رحمت الٰہی نازل ہوگی۔\

یہی وجہ ہے کہ مکتبہ ٔفکر دیوبند کے حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی لکھتے ہیں:

طاعون کا ایک متبرک علاج منجملہ اور علاجوں کے ذکر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی ہے اور یہ علاج تجربہ میں آیا ہے یعنی میں نے ایک کتاب نشر الطیب لکھی ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے حالات میں۔ اس کے لکھنے کے زمانہ میں خود اس قصبہ میں طاعون تھا تو میں نے تجربہ کیا کہ جس روز اس کا کچھ حصہ لکھا جاتا تھا اس روز کوئی جنازہ نہیں جاتا تھا، اور جس روز ناغہ ہو جاتا تھا اس روز دو چار اموات سننے میں آتی تھیں، ابتداء میں تو میں نے اس کو اتفاق پر محمول کیا لیکن جب کئی مرتبہ ایسا ہوا تو مجھے خیال ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے ذکر مبارک کی برکت

ہے۔ آخر میں نے یہ التزام کیا کہ روزانہ کچھ حصہ اس کا ضرور لکھ لیتا تھا۔ آج کل بھی لوگوں نے مجھے طاعون ہونے کے متعلق اطراف وجوانب سے لکھا ہے تو میں نے ان کو بھی جواب میں یہی لکھا ہے کہ نشر الطیب پڑھا کرو۔[219]

الحمد للہ رب العالمین فقیر نے بھی یہ کتاب جو کہ آپ کے ہاتھوں میں ہے لکھی ہے تا کہ دین و دنیا کی آفتوں، مصیبتوں، پریشانیوں سے سید دو عالم رحمتِ کائنات، باعثِ ایجادِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے ذکر پاک کی برکت سے نجات ملے اور قبر کی وحشت، قبر کی ظلمت نیز دوزخ کے عذاب سے امن نصیب ہو۔ انشاء اللہ تعالیٰ جو مسلمان بھائی اس کتاب کو دل میں محبت و عظمتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم رکھ کر پڑھے گا اس کو دونوں جہاں کی سعادتیں رحمتیں برکتیں اور نعمتیں عطا ہوں گی۔

نیز ذکرِ حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی برکتوں رحمتوں کا کون اندازہ کرے کتاب ''آب کوثر'' اس کا پڑھنا تو درکنار اس کو بعض احباب نے تقسیم کیا تو ان کی مصیبتیں آفتیں ختم ہو گئیں۔ پڑھ کر دیکھیں ''برکات آب کوثر''۔

تیسری وجہ

حضرت خواجہ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے تذکرۃ الاولیاء اس کے مقدمہ میں تحریر فرمایا کہ میں نے یہ کتاب کیوں لکھی۔ ایک وجہ یہ ہے کہ میری بخشش ہو جائے اور میری قبر کشادہ ہو۔ جیسے کہ یحییٰ عمار کو ان کے وصال کے بعد بعض حضرات نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ دربارِ الٰہی میں کیا پیش آیا تو یحییٰ عمار نے فرمایا: جب میں دربارِ الٰہی میں

---

[219] (النور، ص ١٦)

حاضر ہوا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے یحییٰ! ہم تجھ سے بہت سخت جواب طلبی کرتے (ایک ایک بات کا حساب لیتے) مگر ہوا یوں کہ تو نے ایک محفل میں اس انداز سے ذکر کیا کہ ہمارا ایک دوست (ولی) بھی وہاں موجود تھا، وہ تیرے ذکر کو سن کر بہت خوش ہوا، لہٰذا ہم نے تمہاری بخشش کر دی ہے۔[220]

لہٰذا اگر ایک ولی کے خوش ہونے سے اللہ تعالیٰ راضی ہو جاتا ہے، بخشش ہو جاتی ہے تو بہت ممکن ہے کہ میری اس کتاب سے وہ خوش ہو جائیں جن کے سر پر اللہ تعالیٰ نے شفاعت کا تاج رکھا، جن کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا، جن کو نبیوں، رسولوں علی نبینا علیہم الصلوٰۃ والسلام کا سردار بنایا وہ خوش ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ کیوں راضی نہ ہو گا، اور کیوں قبر جنت کا باغ نہ بنے گی؟

وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سید العالمین وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین

چوتھی وجہ

یہ کہ سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے سرکاری فرمان مبارک ہوتا کہ حسان کے لئے منبر رکھو تو ثناءخوانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سیدنا حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس منبر پر بیٹھ کر حضور نبی اکرم حبیب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے دشمنوں، گستاخوں کی ہجو کرتے اور سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان بیان کرتے تو اس کے صلہ میں سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سیدنا حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دعا سے نوازتے:

"اے حسان! اللہ تعالیٰ تیری جبریل علیہ السلام کے ذریعہ مدد فرمائے اور تیرے منہ کو سلامت رکھے"۔

---

[220] (مقدمہ تذکرۃ الاولیاء)

اسی امید پر فقیر نے بھی چند کتابیں لکھی ہیں کہ کرم والے کی نظر کرم ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کی رضا نصیب ہو، نیز اہل و عیال اولاد و احباب و متوسلین سمیت جنت الفردوس پہنچ جاؤں۔

وھو علی مایشاء قدیر۔

اللھم صل و سلم و بارک علی النبی المختار سید الابرار زین المرسلین الاخیار و علیٰ آلہٖ و اصحابہٖ اولیٰ الایدی و الابصار الی یوم القرار۔

(حاضر و ناظر رسول ﷺ، ص ۹ تا ص ۱۴۳)

خاتمہ

چند نصیحت کی باتیں

الدین النصیحة۔

دین خیر خواہی کا نام ہے۔

میں نے یہ کتاب مسلمان بھائیوں کی خیر خواہی کے لئے لکھی ہے، پڑھیں اور اپنا نظریہ درست کریں، انشاء اللہ اس کے پڑھنے سے فائدہ ہو گا اور اگر حاضر و ناظر کے متعلق سنی سنائی باتوں سے دل میں شکوک و شبہات پیدا ہو چکے ہوں تو بفضلہٖ تعالیٰ دور ہوں گے بشرطیکہ دل میں محبت و عظمتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم موجود ہو کیونکہ محبتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہی سب کچھ ہے مفکرِ مشرق علامہ اقبال نے کیا خوب فرمایا ہے:

روحِ ایمان، مغزِ قرآں، جانِ دین
ہست حبّ رحمۃ للعالمین

یعنی ایمان کی روح، قرآن کا مغز اور دین کی جان رحمتِ کائنات فخر موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی محبت ہے۔

لہٰذا اگر حبیبِ خدا سید انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی محبت نہ ہو تو سب بر بریت ہے۔

علامہ اقبال مرحوم کا ہی قول ہے:

بمصطفیٰ ﷺ برساں خویش را کہ دین ہمہ اوست
گر بہ او نرسیدی تمام بولہبی ست

یعنی اے بندے تو اپنے کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تک پہنچا دے کہ سارا دین حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات ہے، اور اگر تو مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تک نہ پہنچا تو تیرا سب کچھ ہی ابو لہب ہے۔

اے میرے عزیز! قبر میں عقیدے کا سوال ہو گا، منکر نکیر تین سوال کریں گے:

۱۔من ربک۔ تیرا رب کون ہے؟

۲۔ما دینک۔ تیرا دین کیا ہے؟

۳۔ما کنت تقول فی ھذا الرجل۔ یہ جو تجھے نظر آ رہے ہیں ان کو پہچان یہ کون ہیں؟

میرے عزیز جس بچے کو صحیح سبق یاد کرایا گیا ہو وہ امتحان کے وقت صحیح جواب دے سکے گا، مثلاً بچے کو استاد نے یاد کرایا دو اور دو چار تو جب ممتحن امتحان کے وقت ایسے بچے سے سوال کرے گا بیٹا بتا دو اور دو کتنے ہوتے ہیں، تو وہ فوراً کہے گا، دو اور دو چار ہوتے ہیں تو وہ صحیح جواب کی وجہ سے پاس ہو کر اعلیٰ مقام کا حق دار ہو گا، اور دنیا میں عزت اور آبرو حاصل کر لے گا۔ اور اگر بچے کو سبق ہی غلط یاد کرایا ہو مثلاً استاد نے بچے کو یاد کرایا دو اور دو تین تو جب ممتحن امتحان کے وقت سوال کرے گا بیٹا بتا دو اور دو کتنے تو چونکہ اس کو یاد ہی غلط کرایا گیا تھا لہٰذا وہ جواب میں کہے گا دو اور دو تین ہوتے ہیں تو

وہ غلط جواب کی وجہ سے فیل ہو کر ذلت ورسوائی کا حقدار ہو گا۔ یوں ہی اے میرے عزیز! اگر تجھے تیرے علماء نے یاد کرایا ہو گا کہ اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کی عطا سے قبر میں بھی جلوہ افروز ہوتے ہیں تو وہ منکر نکیر کے جواب میں بلا جھجک کہے گا: **ھٰذا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم جائنا بالبینات۔** اور اگر تجھے تیرے علماء نے یہی یاد کرایا ہو گا، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام حاضر وناظر نہیں تو تُو سوچ کر بتا تو کیسے کہے گا یہ میرے رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہیں بلکہ پھر جواب میں یہی کہے گا **ھاھا لا ادری** اور غلط جواب کی وجہ سے فیل ہو کر قبر میں مار ہی کھاتا رہے گا۔

اسی لئے علامہ حقی نے تفسیر روح البیان میں فرمایا:

اول الامر الاعتقاد۔

یعنی سب سے پہلا کام عقیدہ درست کرنا ہے۔

اے میرے مسلمان بھائی! ذرا غور کر کہ اتنے جلیل القدر علماء ومحدثین کرام نے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو اعمالِ امت پر حاضر وناظر مانا۔

مثلاً:

۱۔ شیخ المحدثین شاہ عبدالحق محدث دہلوی

۲۔ حضرت عبدالعزیز محدث دہلوی

۳۔ حضرت علامہ نورالدین حلبی

۴۔ مفسرِ قرآن علامہ اسماعیل حقی صاحبِ تفسیر روح البیان

۵۔ مفسرِ قرآن علامہ سید محمود آلوسی صاحب تفسیر روح المعانی

۶۔ عارف باللہ مولانا جلال الدین رومی صاحب مثنوی شریف

۷۔ سیدی عبد الکریم جیلی

۸۔ علامہ قسطلانی صاحبِ مواہب لدنیہ

۹۔ علامہ عبد الباقی زرقانی

۱۰۔ حضرت سیدی ابو العباس مرسی

۱۱۔ حضرت عبد الرحمٰن جلال الدین سیوطی

۱۲۔ سیدنا امام غزالی صاحبِ احیاء العلوم

۱۳۔ ملا علی قاری صاحبِ مرقاۃ

۱۴۔ عارف باللہ محمد بن عثمان میر غنی

۱۵۔ سیدنا امام ربانی مجدد الف ثانی

۱۶۔ حضرت خواجہ ضیاء اللہ نقشبندی

۱۷۔ شیر ربانی میاں شیر محمد صاحب شرقپوری

۱۸۔ شیخ الشیوخ خواجہ شہاب الدین سہروردی

۱۹۔ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی

۲۰۔ عارف باللہ حضرت شیخ احمد

۲۱۔ سیدی تاج الدین ابن عطاء اللہ سکندری

۲۲۔ شیخ احمد رفاعی

۲۳۔ خواجہ محمد نبیرہ خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی

۲۴۔ امام عبد الوہاب شعرانی

(رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین)

اے میرے عزیز! سوچ اور غور کر کہ حق کس طرف ہے! میری آپ سے یہی اپیل ہے کہ عظمتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو پہچان اور جن علماء کے دل میں عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہے ان ہی کی بات سن!

نیز مندرجہ ذیل دو واقعات کو ایمان کی نظروں سے پڑھ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے اور تیرے لئے اپنے حبیب، رحمتِ کائنات، فخر موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی عظمت کا دروازہ کھول دے اور ہمارا نام بھی سعادت مندوں میں لکھا جائے۔

واقعہ:

شیخ المشائخ شیخ کبیر عارف باللہ سید محمد بن احمد بلخی قدس سرہٗ نے فرمایا میں جوانی کے عالم میں بلخ سے بغداد کی طرف سرکار غوثِ اعظم محبوب سبحانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کی نیت سے روانہ ہوا جب میں بغداد شریف حاضر ہوا تو سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ عصر کی نماز اپنے مدرسہ میں ادا فرمارہے تھے جوں ہی آپ نے سلام پھیرا لوگ سلام اور دست بوسی کے لئے اُمڈ پڑے میں بھی آگے بڑھا سلام عرض کیا اور مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا تو سرکار نے مسکرا کر میرا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا مرحبا اے بلخی اے محمد، حالانکہ اس سے قبل میں نے آپ کو کبھی نہیں دیکھا تھا تو سرکار محبوب سبحانی قدس سرہٗ نے فرمایا اے بلخی اللہ تعالیٰ تیرے مرتبہ اور تیری کو جانتا ہے۔ سرکار رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد گویا زخموں کی دوا تھی اور بیماری کی شفاء تھی۔ بس میری آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے اور ہیبت سے میرے فرائص (کندھوں کے پیچھے نرم ہڈی) کانپنے لگے۔ اب مجھے ساری مخلوق سے وحشت و نفرت ہو گئی اور میں نے ایسی مسرت محسوس کی جسے میں بیان نہیں کر سکتا پھر یہ معاملہ روز

بروز بڑھتا چلا گیا، یہاں تک کہ ایک رات جب میں اپنے ورود و ظائف پڑھنے کے لئے اٹھا، رات اندھیری تھی یکایک دو بزرگ نمودار ہوئے ایک کے ہاتھ میں ایک نوری خلعت تھی اور دوسرے کے ہاتھ میں پیالہ تھا، اور فرمایا میں علی ابنِ ابی طالب ہوں (کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم) اور یہ دوسرے بزرگ ملائکہ مقربین سے ہیں، یہ پیالہ تو شرابِ محبت کا ہے اور یہ خلعت خلعتِ رضا ہے۔ پھر آپ نے مجھے وہ خلعت پہنادی اور پیالہ پینے کے لئے دیا۔ اس خلعت کے نور سے مشرق و مغرب منور ہوگئے اور اس پیالہ کے پینے سے مجھ پر غیبوں کے اسرار کھل گئے اور اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے مقامات و دیگر عجائبات روشن ہوگئے پھر میں نے ایک مقام دیکھا جس کے دیکھنے سے عقل و فکر گم ہو جائیں اس کی ہیبت سے اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی گردنیں جھک جائیں، اس کے انوار سے بصیرت کی آنکھیں چندھیا جائیں اس کے سامنے کروبین، روحانین، مقربین میں سے جو بھی آتا اس مقام کی ہیبت اور تعظیم کی وجہ سے ان کی کمر جھک جاتی اور دیکھنے والا یہ جان لیتا کہ کسی واصل کو کوئی مرتبہ ملتا ہے کسی محبوب کو کوئی سر عطا ہوتا ہے، کسی عارف کو کوئی علم لدنی ملتا ہے، کسی ولی کو کوئی تصرف عطا ہوتا ہے، کسی مقرب کو مرتبہ تمکین عطا ہوتا ہے، سب کا سب اجمالاً تفصیلاً کلاً بعضاً سب کچھ اسی مقام سے ملتا ہے، میں کچھ عرصہ وہیں ٹھہرا رہا کہ میری اس مقدس مقام پر نظر نہیں ٹھہر سکتی تھی، پھر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے مجھے اس پر نظر کرنے کی قوت عطا ہوئی لیکن میں اس مقام مبارک کے سامنے نہیں ہو سکتا تھا پھر کچھ عرصہ بعد مجھے سامنے ہونے کی قوت عطا ہوئی لیکن میں یہ نہیں دیکھ سکتا تھا کہ اس برتر مقام کے اندر کون ہے، پھر عرصہ بعد مجھے قوت عطا ہوئی تو میں نے دیکھا کہ اس میں باعثِ ایجاد عالم رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک طرف سیدنا آدم علیہ السلام، سیدنا ابراہیم علیہ السلام، سیدنا جبریل علیہ السلام ہیں اور ایک طرف سیدنا نوح علیہ السلام، سیدنا موسیٰ علیہ السلام، سیدنا موسیٰ علیہ السلام سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے سامنے اکابر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور پھر اولیاء عظام حلقہ باندھے کھڑے ہیں اور سب کے سب یوں ہیبت کی وجہ سے باادب ہیں جیسے کہ ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں (یعنی حرکت نہیں کرتے تھے) اور صحابہ کرام میں سے میں نے جن کو پہچانا وہ سیدنا ابو بکر صدیق، سیدنا فاروقِ اعظم، سیدنا عثمان غنی، سیدنا مولیٰ علی، سیدنا حمزہ، سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے۔ اور اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ میں سے جن کو میں نے پہچانا وہ حضرت معروف کرخی، حضرت سری سقطی، حضرت جنید بغدادی، حضرت سہل تستری، حضرت تاج العارفین ابو الوفا اور حضرت شیخ عبد القادر محبوبِ سبحانی، حضرت شیخ عدی، حضرت شیخ احمد رفاعی رحمہم اللہ تعالیٰ تھے۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے قریب تر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے اور اولیاء کرام میں سب سے قریب غوث اعظم محبوب سبحانی تھے۔ پھر میں نے کسی کہنے والے کو کہتے سنا کہ حبیب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کے دربار میں مقامِ اعلیٰ پر حاضر رہتے ہیں کہ جس مقام کی طرف انبیاء و مرسلین ملائکہ مقربین میں سے کسی کو نظر کرنے کی طاقت نہیں ہے اور جب نبیوں، رسولوں علیہم السلام اور ملائکہ مقربین کو اور اولیاء کاملین کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے دیدار کا شوق پیدا ہوتا ہے تو محبوب کبریاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اس مقامِ اعلیٰ سے اس مقام میں نزول فرماتے ہیں تو اس مقام کے انوار حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے دیدار سے اور بڑھ جاتے ہیں اور اس کے احوال پاکیزہ تر ہو جاتے ہیں

اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی برکت سے اس مقام کی شان اور مرتبہ اور بڑھ جاتا ہے۔

پھر سید دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم جب چاہتے ہیں خدا تعالیٰ کے دربار مقام اعلیٰ میں تشریف لے جاتے ہیں اس پر سب نے کہا: **سمعنا و اطعنا غفرانک ربنا و الیک المصیر۔**

پھر میرے لئے ایک نور چمکا جس نے مجھے ہر مشہود سے غائب کر دیا اور میں تین سال اسی حال پر رہا، پھر میں نے دیکھا کہ میں سامرا میں ہوں اور حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میرے سینہ پر ہاتھ مبارک رکھا ہوا ہے اور میری طرف تمیز لوٹ آئی اور حضور محبوبِ سبحانی قدس سرہٗ نے فرمایا اے بلخی مجھے حکم ہوا ہے کہ میں تجھے تیرے وجود کی طرف واپس لوٹاؤں اور تجھ سے تجلی قہر سلب کرلوں، پھر سرکارِ غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے سارا ماجرا جو میں نے دیکھا از اول تا آخر بیان فرما دیا۔ پھر فرمایا میں نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے سات مرتبہ عرض کی تھی تب تجھے اس مقام کی طرف نظر کرنے کی قوت عطا ہوئی، پھر سات مرتبہ عرض کیا تو تو اس مقام کے سامنے ہوا، پھر سات مرتبہ عرض کی تو تجھے دکھایا گیا کہ اس کے اندر کون ہے، پھر سات مرتبہ عرض کی تو تو نے منادی کی، ندا سنی، پھر میں نے دربارِ الٰہی میں سات مرتبہ دعا کی، پھر تجھے اس نور کی چمک نے وہاں سے یہاں پہنچا دیا، نیز اس سے پہلے میں نے تیرے لئے ستر بار دعا کی تھی تو اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے نوری خلعت اور پیالہ بھیجا تھا۔

و الحمد للہ رب العالمین۔[221]

خواجۂ خواجگان خواجہ بایزید بسطامی قدس سرہٗ نے فرمایا:

- عام مؤمنوں کے مقام کی انتہاء ولیوں کے مقام کی ابتداء ہے۔

---

[221] (سعادۃ الدارین، ص ۴۶۳)

- اور ولیوں کے مقام کی انتہاء شہیدوں کے مقام کی ابتداء ہے۔
- شہیدوں کے مقام کی انتہاء صدیقوں کے مقام کی ابتداء ہے۔
- صدیقوں کے مقام کی انتہاء نبیوں کے مقام کی ابتداء ہے۔
- نبیوں علیہم السلام کے مقام کی انتہاء رسولوں کے مقام کی ابتداء ہے۔
- رسولوں علیہم السلام کے مقام کی انتہاءاولوالعزم کے مقام کی ابتداء ہے۔
- اولوالعزم کے مقام کی انتہاء حبیبِ خدا محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے مقام کی ابتداء ہے۔
- اور حبیب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے مقام کی انتہاء اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی جانتا ہی نہیں۔[222]

میرے عزیز ان واقعات پر غور کر اور ایمان کی نظروں سے دیکھ تا کہ تجھے کچھ پتہ چلے کہ حبیبِ کبریاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے مرتبہ کو اولیاء کرام جانتے ہیں (وہ بھی وہاں تک کہ ان حضرات کی رسائی ہے، اس سے اوپر کے مقام ومرتبہ کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے)۔

اسی لئے فرمایا:

یااابابکر لم یحر فنی حقیقة غیر ربی۔

یا یہ علماء جانتے ہیں جو لفظوں کی بحث میں ہی الجھے ہوئے ہیں۔

اب یہ تیری مرضی ہے کہ اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے ارشادات مبارکہ کو اپنائے یا اگر مگر کے چکر چلانے والوں کے پیچھے جائے۔

المرء مع من احب۔

---

[222] (تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، ص ۵۸)

روز قیامت انہیں کے ساتھ حشر ہو گا، جن کی محبت دل میں ہو گی۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ اطیب الطیبین اطہر الطاہرین وعلیٰ آلہٖ و اصحابہٖ وازواجہٖ الطاہرات المطہرات امہات المؤمنین و ذریتہٖ و اولیاء امتہٖ و علماء ملتہٖ اجمعیہ۔

(حاضر و ناظر رسول ﷺ، ص ۱۴۳ تا ۱۵۸)

آیت کریمہ یَاأَیُّھَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاکَ شَاھِدًا وَ مُبَشِّرًا وَ نَذِیرًا کی تفسیر

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

یَاأَیُّھَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاکَ شَاھِدًا وَ مُبَشِّرًا وَ نَذِیرًا (۴۵) وَ دَاعِیًا إِلَی اللّٰہِ بِإِذْنِہٖ وَ سِرَاجًا مُنِیرًا (الأحزاب ۴۶)

ترجمہ: "اے نبی! ہم نے آپ کو بھیجا گواہ بنا کر اور بشارت دینے والا اور ڈر سنانے والا، اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والا اور چمکا دینے والا آفتاب۔

اس آیت کریمہ سے حضور نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی رفعت و عظمت اور صفت و نعت کے متعلق چند لطیف نکات مستخرج ہوتے ہیں۔ جن کی تفصیل یہ ہے:

پہلا نکتہ

اس آیت کریمہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے حبیب معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی چند جلیل القدر، وقیع الشان صفات بیان فرمائی ہیں، اور وہ یہ ہیں:

(۱) نبوت (۲) رسالت (إِنَّا أَرْسَلْنَاکَ کے ساتھ) (۳) شاہد (۴) مبشر، بشارت دینے والا (۵) نزیر، ڈر سنانے والا (۶) داعی الی اللہ (۷) ماذون (بِإِذْنِہٖ کے ساتھ) (۸) سراج (۹) منیر

اس سے یہ معلوم ہوا کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی صفات، آپ کی نعت، آپ کی حمد و ثناء اور آپ کے محامد و محاسن بیان کرنا اللہ تبارک و تعالیٰ کی سنت بھی ہے اور اس کی رضا و خوشنودی بھی ہے، یہاں سے دراصل ان لوگوں کا رد کرنا مقصود ہے کہ جو حضور نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے ذاتی وصفاتی اور صوری و معنوی کمالات، معجزات، آپ کی صفات و نعت اور شمائل و خصائل کے بیان پر مشتمل مجالس و محافل سے سیخ پا و مشتعل ہو جاتے ہیں۔ اور ذکر مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے غیظ و غضب اور بغض و عناد سے بھر جاتے ہیں اور اس محفل پر بدعتِ سیۂ ضلالہ محرمہ بلکہ کفر و شرک تک کا فتویٰ لگاتے ہیں اور ان کے نزدیک ہر قبیح و شنیع جرم سے بدتر اور سخت عمل العیاذ باللہ تعالیٰ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے اذکار عالیہ اور محاسن رفیعہ پر مشتمل محفل کا انعقاد کرنا ہے۔ اس پر بہت تفصیل آپ کو راقم الحروف کی کتاب ''نجدیوں کی بے باکیاں'' میں ملے گی۔ لیکن حال ہی میں ایک تازہ انکشاف ہوا اور وہ یہ کہ ہندوستان میں وہاں اہل حدیث دھرم کا ایک واعظ ہے جس کا نام ''مولوی توصیف الرحمٰن'' ہے اس نے ایک جگہ بیان کرتے ہوئے یہ کہا ہے کہ فحش و عریاں فلمیں دیکھنے کا وہ گناہ نہیں جو QTV پر نعتیں سننے کا گناہ ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ!

اناللہ وانا الیہ راجعون!

قارئین کرام! اندازہ فرمائیں کہ وہابیہ کے مذہب غیر مہذب میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے ذکر کی محفل منعقد کرنا اور آپ کے اذکار، نعت و خطاب کی صورت میں سننا کس قدر سخت عمل اور ناقابل معافی جرم ہے۔ راقم الحروف کی اس بات کی تائید و تصدیق وہ بندہ

کرے گا کہ جسے حرمین شریفین میں کبھی نعت پڑھنے یا سننے کا موقع ملا اور وہاں موجود شرطوں سے واسطہ پڑا ہو کہ ان کا اس پر کتنا سخت رد عمل ہوتا ہے۔

الاحزاب کی اس آیت میں غور فرمائیں کہ اللہ جل مجدہٗ نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صفات بیان فرمائیں، صرف اس آیت میں نہیں بلکہ قرآن مجید کے سینکڑوں مقامات پر آپ کی تحسین و توصیف فرمائی، صرف قرآن میں نہیں بلکہ عرش یا فرش اور مشرق تا مغرب آپ کے ذکر کے ڈنکے بجوائے، عرش کے پایوں پر، جنت کے دروازوں پر، جنت کے درختوں پر، درختوں کے پتوں پر، جنت کے برتنوں اور پتھروں پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا اسم گرامی کندہ و نقش فرمایا۔ کلمہ جو کہ دین کی اساس و بنیاد ہے، اس میں آپ کا نامِ نامی، اسم گرامی، اپنے اسم جلالت کے ساتھ مقترن و ملصق فرمایا اور درمیان میں "واؤ" حرف عطف جو کہ اصلاً مغائرت کو چاہتا ہے، بھی گوارا نہ فرمایا۔ اسی طرح اذان میں، نماز میں، خطبہ و تشہد میں اور مجالس و محافل میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نام اپنے نام کے ساتھ رکھا اور جوں جوں وقت گزر رہا ہے آپ کا ذکر بڑھتا چلا جا رہا ہے اور قیامت کی صبح تک بلکہ آخرت کی ہمیشہ، دائمی، سرمدی اور ابدی زندگی میں بھی جاری و ساری رہے گا۔ جس سے معلوم ہوا کہ فروغِ ذکر مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم منشاء ایزدی ہے اور رضاء ایزدی بھی ہے، سنت ایزدی بھی ہے اور مقصودِ ایزدی بھی۔ اب اگر کوئی بندہ، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے ذکر سے منع کرے یا اس ذکر سے اس کی طبیعت میں انقباض پیدا ہو تو اسے پوری بصیرت سے جان لینا چاہیئے کہ وہ اللہ جل مجدہ سے مقابلہ و مجادلہ کرنا چاہتا ہے اور العیاذ باللہ! اللہ تعالیٰ سے محاربہ کرنا چاہتا ہے، لیکن امام اہل سنت فرما گئے:

تو گھٹائے سے کسی کے نہ گھٹا ہے، نہ گھٹے گا　　　جب بڑھائے تجھے اللہ تعالیٰ تیرا

اور عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے   یہ گھٹائیں، اسے منظور بڑھانا تیرا

(نوٹ: انشاء اللہ تعالیٰ! حضور نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے ذکر کی رفعت کے متعلق پوری شرح وبسط کے ساتھ بحث آیت کریمہ وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ (الشرح ۴) کے تحت ہوگی۔ محمد عاطف غفرلہ)

دوسرا نکتہ

اللہ تبارک وتعالیٰ نے سابقہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ان کے ناموں کے ساتھ پکارا، جبکہ اپنے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پورے قرآن میں ایک جگہ نام کے ساتھ نہیں پکارا، بلکہ معزز و معظم، القاب واوصاف سے پکارا، یعنی "یا ایھا النبی، یایھا الرسول، یٰسٓ، طٰہٰ، یایھا المدثر اور یایھا المزمل" فرما کر، جو اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جیسی عزت و عظمت، اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو عطا فرمائی ہے، ایسی کسی اور کو نہیں عطا فرمائی۔ اس نکتہ کی وضاحت پہلے گزر چکی ہے، مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں: نکات الفرقان، جلد اول، ص ۸۵ تا ۸۹، مطبوعہ فرید بک اسٹال، لاہور اور نکات الفرقان، جلد سوم، ص ۱۶۳ تا ۱۶۵۔

تیسرا نکتہ

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی صفات بیان فرمائی ہیں اور خطاب بھی اپنے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو کیا ہے، حالانکہ آپ کو اپنی ان صفات کا علم تھا، آپ کو علم تھا کہ آپ گواہ ہیں، مبشر ہیں، ڈر سنانے والے ہیں اور اللہ

عزوجل کی طرف اس کے اذن سے بلانے والے ہیں، سو جب آپ کو علم تھا تو آپ ہی کو اس آیت میں نداء وخطاب فرما کر کیوں بتلایا گیا ہے کہ آپ کی یہ، یہ صفات ہیں!!

اس کی کئی توجیہات و تاویلات ہیں، ایک تو یہ کہ یہاں خطاب بظاہر نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے ہے لیکن مراد آپ کی امت کو آپ کی صفات سنانا ہے۔

الخطاب فی الظاهر النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وآلهٖ واصحابهٖ وسلم والمراد بهٖ اهل دینه۔

ایک توجیہ یہ ہے کہ آپ کو خطاب فرما کر آپ کی صفات اس لئے بتائی گئیں کہ آپ کے ابلاغِ رسالت میں اور ذمہ داریوں میں ایک یہ بھی ذمہ داری ہو جائے کہ آپ دیگر احکام و اوامر الٰہیہ کی تبلیغ کے ساتھ ساتھ اپنی صفات اور اپنے کمالات کی تبلیغ بھی امت تک کریں تا کہ محض آپ کی بشریت کا حجاب و پردہ دیکھ کر کوئی آپ کے متعلق ابہام و اخفاء میں نہ رہے اور آپ کی خداداد عظمتوں اور صفات کا منکر نہ ہو جائے۔ کما قال اللّٰہ تعالیٰ:

وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ (الضحیٰ ۱۱)

اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔

یہاں سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ حضور نبی مکرم، رؤف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ذاتِ گرامی پر ایمان کا مطلب صرف یہ نہیں کہ بندہ آپ کو اللہ تعالیٰ کا نبی اور اللہ تعالیٰ کا سچا رسول مان لے، بلکہ نبی اور رسول ماننے کے ساتھ ساتھ اس پر یہ ماننا بھی لوازماتِ ایمان اور مقتضیاتِ ایمان میں شامل ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے عظیم الشان صفات و محامد اور شمائل و خصائل سے نوازا ہے، سو کوئی بندہ آپ کو نبی اور رسول تو مانے مگر آپ کی خداداد عظمتوں کا اور صفات کا منکر ہو تو اسے جان لینا چاہیئے کہ اسے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم

کی ذاتِ اقدس پر ایمان نصیب ہی نہیں ہوا کیونکہ آیت کریمہ کے اسلوب بیان پر غور فرمائیں کہ فرمایا گیا:

إِنَّا أَرْسَلْنَاکَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا (الأحزاب ۴۵)

یہاں آپ کی صفتِ شہادت اور صفتِ تبشیر و انذار کو رسالت کے لفظ کے ساتھ مقرون و ملصق کرکے بیان کیا گیا ہے، جو اس پر واضح دلیل ہے کہ محض آپ کو نبی ماننا کافی نہیں بلکہ آپ کی خداداد عظمتوں کا کھلے دل سے اعتراف و اقرار کرنا بھی اقرار رسالت کی طرح ضروری اور لازمی ہے۔ اگر مجرد نبوت و رسالت کا اعتراف کافی ہوتا تو وہ قادیانی اور احمدی بھی کرتے ہیں اور آپ کی سوائے صفت خاتم النبیین کے باقی تمام صفات کا اعتراف کرتے ہیں، لیکن اتفاقِ مسلمین سے ان کا ایمان کا دعویٰ ان کے لئے نافع نہیں اور نہ ہی وہ مؤمن و مسلمان ہیں، کیونکہ انہوں نے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت و نبوت کی لازمی صفت خاتمیت کا انکار کیا، سو معلوم ہوا کہ نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی نبوت و رسالت پر ایمان کے ساتھ ساتھ آپ کی صفات، آپ کی عظمتوں ورفعتوں اور عند اللہ مرتبت وعلو پر ایمان لانا بھی ضروی ولازمی ہے۔

آیت کریمہ میں حضور نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے خطاب و نداء کی ایک توجیہ یہ ہوسکتی ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے ساتھ اظہار محبت اور اظہار رأفت و کرم فرمارہا ہے، کیونکہ اگر کوئی کسی پر انعام و احسان کرے اور پھر اس سے اپنی محبت کا اظہار کرنے کے لئے یہ کہے کہ مجھے آپ سے بہت محبت ہے اور میری اس محبت کی دلیل یہ ہے کہ میں نے آپ پر یہ انعام کیا ہے۔ سو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں حضور نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے خطاب فرماکر اور آپ پر اپنی نعمتیں گنواکر آپ سے اپنی محبت کا اظہار فرمایا ہے۔

ایک توجیہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ آپ کو آپ کی صفات اس لئے بتائی گئیں کہ جب آپ بار بار قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یاد کریں گے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے قلبِ اطہر میں شکر وسپاس کے جذبات مزید بڑھ جائیں گے اور آپ اللہ تعالیٰ کی بندگی وعبادت، اس کی حمد وثناء اور اس کی بارگاہ میں عجز ونیاز کی طرف پہلے سے زیادہ راغب ہوں گے۔

اس توجیح پر دلیل یہ حدیث پاک ہے:

عن الْمُغِیرَةِ رضی اللہ تعالیٰ عنه یَقُولُ قَامَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَتَّی تَوَرَّمَتْ قَدَمَاهُ فَقِیلَ لَهُ غَفَرَ اللہُ لَکَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَأَخَّرَ قَالَ أَفَلَا أَکُونُ عَبْدًا شَکُورًا۔[223]

ترجمہ: حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے اتنا قیام اللیل فرمایا کہ آپ کے قدم مبارک سوج گئے تو آپ سے عرض کی گئی: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم! آپ کی تو قطعی مغفرت ہو چکی ہے (تو پھر آپ عبادت میں اتنی

---

223 (صحیح بخاری، کتاب التہجد، باب: قیام النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اللیل، رقم الحدیث: ۱۱۳۰، وفی کتاب التفسیر، باب: (لیغفر اللہ لک ماتقدم۔۔۔) رقم الحدیث: ۴۸۳۶، دار الکتاب العربی، بیروت، صحیح مسلم، کتاب صفات المنافقین واحکامھم، باب: اکثار العمل والاجتھاد فی العبادۃ، رقم الحدیث: ۷۰۵۵، دار الکتاب العربی، بیروت، سنن الترمذی، کتاب الصلوٰۃ، باب ماجاء فی الاجتھاد فی الصلوٰۃ، رقم الحدیث: ۴۱۲، دار المعرفہ، بیروت، سنن النسائی، کتاب قیام اللیل وتطوع النہار، باب الاختلاف علی سیدۃ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فی احیاء اللیل، رقم الحدیث: ۱۶۴۳، دار الفکر، بیروت، سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلوٰۃ باب: ماجاء فی طول القیام فی الصلوٰۃ، رقم الحدیث: ۱۴۱۹، دار السلام، ریاض، الزھد والرقائق لابن مبارک، رقم الحدیث: ۱۰۷، مسند ابو داؤد الطیالسی، رقم الحدیث: ۷۲۸، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۴۷۴۲، مسند الحمیدی، رقم الحدیث: ۷۷۷، مصنف ابن ابی شیبۃ، رقم الحدیث: ۸۳۴۷، مسند احمد، رقم الحدیث: ۱۸۱۹۸، مسند البزار، رقم الحدیث: ۷۲۹۰، السنن الکبریٰ للنسائی، رقم الحدیث: ۱۳۲۷، مسند ابو یعلیٰ، رقم الحدیث: ۲۹۰۰، صحیح ابن خزیمہ، رقم الحدیث: ۱۱۸۳، صحیح ابن حبان، رقم الحدیث: ۳۱۱، المعجم الاوسط، رقم الحدیث: ۲۱۵۴، المعجم الصغیر، رقم الحدیث: ۳۲۷، السنن الکبریٰ للبیہقی، ج۲، ص ۷۰۰)

محنت و مشقت کیوں برداشت فرماتے ہیں؟) تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: (کہ جب اللہ تعالیٰ نے اتنے احسانات فرمائے ہیں) تو کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟۔

چوتھا نکتہ

عربی کا قاعدہ ہے کہ جب کسی اسم نکرہ یعنی عام اسم کو معرفہ یعنی خاص بنانا ہو تو اس پر الف لام، تعریف کا لگا دیتے ہیں، مثلاً "رجل" عام اسم ہے، اس کو خاص بنانے کے لئے اس پر الف لام لگائیں یعنی "الرجل" تو اس میں خصوصیت آجائے گی، سو اللہ تبارک و تعالیٰ نے "یا ایھا النبی" فرمایا، یعنی "نبی" پر لام تعریف کے ساتھ نداء فرمائی جو اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ نبیوں اور رسولوں میں حضور نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم خصوصی، انفرادی اور یکتائی منزلت و مقام پانے والے نبی ہیں۔

پانچواں نکتہ

نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی یہ صفات جو قرآن مجید میں بیان فرمائی گئی ہیں، یہ صفات آپ کی توریت میں بھی موجود تھیں، یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نعت و صفات کو صرف قرآن میں ہی نہیں بیان فرمایا بلکہ وجودِ مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے منصۂ شہود میں آنے سے قبل آپ کا ذکر خیر، اوصاف عالیہ اور تذکارِ جلیلہ سابقہ کتب سماویہ اور امم ماضیہ میں جاری و ساری فرما دیئے اور یہ اللہ تعالیٰ کی اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کمال کرم نوازی ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ (الأعراف ۱۵۷)

ترجمہ: وہ جو پیروی کریں گے اس رسول کی جو نبی امی ہے جس کا ذکر لکھا ہوا پائیں گے اپنے پاس توریت اور انجیل میں۔

نیز فرمایا:

وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ (الصف ٦)

ترجمہ: (حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا) اور میں بشارت دینے آیا ہوں، اس رسول کی جو میرے بعد ہوں گے، جن کا نامِ نامی احمد ہو گا۔

توریت میں آپ کی صفات پر یہ حدیث دلیل ہے:

عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ لَقِيتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قُلْتُ أَخْبِرْنِي عَنْ صِفَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي التَّوْرَاةِ قَالَ أَجَلْ وَاللَّهِ إِنَّهُ لَمَوْصُوفٌ فِي التَّوْرَاةِ بِبَعْضِ صِفَتِهِ فِي الْقُرْآنِ { يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا } وَحِرْزًا لِلْأُمِّيِّينَ أَنْتَ عَبْدِي وَرَسُولِي سَمَّيْتُكَ المتَوَكِّلَ لَيْسَ بِفَظٍّ وَلَا غَلِيظٍ وَلَا سَخَّابٍ فِي الْأَسْوَاقِ وَلَا يَدْفَعُ بِالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ وَلَكِنْ يَعْفُو وَيَغْفِرُ وَلَنْ يَقْبِضَهُ اللَّهُ حَتَّى يُقِيمَ بِهِ الْمِلَّةَ الْعَوْجَاءَ بِأَنْ يَقُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَيَفْتَحُ بِهَا أَعْيُنًا عُمْيًا وَآذَانًا صُمًّا وَقُلُوبًا غُلْفًا۔[224]

ترجمہ: حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ملا اور میں نے کہا: مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم

[224] (صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب: کراهیة السخاب فی الاسواق، رقم الحدیث: ۲۱۲۵، وفی کتاب التفسیر، باب: انا ارسلناک شاهدا ومبشرا ونزیرا، رقم الحدیث: ۴۸۳۸، دار الکتاب العربی، بیروت، الادب المفرد، رقم الحدیث: ۲۴۷، سنن الدارمی، رقم الحدیث: ٦، مسند احمد، رقم الحدیث: ٦٦٢٢، دلائل النبوة، ج ۱، ص ۳۷۴، مجمع الزوائد، ج۸، ص ۲۷۱، جامع الاصول، ج ۱۱، ص ۸۸۷۳، المعجم الکبیر، رقم الحدیث: ۱۰۰۴٦، السنن الکبریٰ للبیهقی، رقم الحدیث: ۱۳۳۰۰، شعب الایمان، رقم الحدیث: ۱۳۴۵، شرح السنة للبغوی، رقم الحدیث: ۳٦۲۷)

کی توریت میں مذکور صفت کی خبر دیں۔ انہوں نے کہا: ٹھیک ہے! اللہ عزو جل کی قسم! توریت میں آپ کی ان بعض صفات کا ذکر ہے جو قرآن مجید میں مذکور ہیں۔ وہ یہ ہیں: اے نبی! ہم نے آپ کو بھیجا ہے گواہ بنا کر، بشارت دینے والا اور ڈر سنانے والا اور امیین کی پناہ بنا کر، آپ میرے بندے اور رسول ہیں، میں نے آپ کا نام "متوکل" رکھا ہے، آپ سخت مزاج اور درشت خو نہیں ہیں اور نہ بازار میں شور کرنے والے ہیں اور برائی کا جواب برائی سے نہیں دیتے بلکہ معاف کر دیتے ہیں اور بخشش دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس وقت تک آپ کی روح قبض نہیں فرمائے گا جب تک آپ کے ذریعہ سے ٹیڑھی قوم کو سیدھا نہ کر دے، بایں طور کہ وہ کہیں گے: لا الہ الا اللہ اور آپ کے سبب اندھی آنکھوں، بہرے کانوں اور پردہ پڑے ہوئے دلوں کو کھول دے گا۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی انہیں تورات میں مذکورہ صفات کی وجہ سے اہل کتاب آپ کو اس طرح پہچانتے جیسے اپنے بیٹے کو پہچانتے تھے۔

قال اللہ تعالیٰ: يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ (البقرۃ ۱۴۶)

ترجمہ: وہ (یعنی اہل کتاب) اس کو (یعنی رسول اللہ کو) اس طرح پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔

چھٹا نکتہ

اللہ تبارک و تعالیٰ نے الاحزاب کی اس آیت کریمہ میں اپنے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے چند اسماء بیان فرمائے ہیں جو کہ علامہ قرطبی کی تحقیق میں چھ ہیں: شاہد، مبشر، نذیر، داعی الی اللہ، سراج اور منیر۔

لیکن راقم الحروف نے پہلے نکتہ میں بیان کیا تھا کہ یہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے اسماء کا حصر نہیں بلکہ آپ کے اس سے کہیں زائد اسماء ہیں، مثلاً اللہ تعالیٰ نے آپ کو رؤف اور رحیم قرار دیا۔

بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ (التوبۃ ۱۲۸)

اسی طرح صحیح بخاری و صحیح مسلم کی حدیث میں ہے:

عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ لِي أَسْمَاءً أَنَا مُحَمَّدٌ وَأَنَا أَحْمَدُ وَأَنَا الْمَاحِي الَّذِي يَمْحُو اللّٰهُ بِيَ الْكُفْرَ وَأَنَا الْحَاشِرُ الَّذِي يُحْشَرُ النَّاسُ عَلَى قَدَمِي وَأَنَا الْعَاقِبُ الذی لیس بعدہ نبی۔[225]

ترجمہ: حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا میرے بہت سے اسماء ہیں، میں محمد ہوں اور میں احمد ہوں اور میں ماحی (مٹانے والا) ہوں، اللہ تعالیٰ میرے ذریعے کفر مٹائے گا، میں عاقب (آخر میں مبعوث ہونے والا) ہوں جس کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

---

225 (صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب ما جآء فی اسماء رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم، رقم الحدیث: ۳۵۳۲، کتاب التفسیر، باب یاتی من بعدی اسمہ احمد، رقم الحدیث: ۴۸۹۶م دار الکتاب العربی، بیروت، صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فی اسمائہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم، رقم الحدیث، ۶۰۵، دار الکتاب العربی، بیروت، سنن الترمذی، کتاب الادب، باب ما جاء فی اسماء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم، رقم الحدیث: ۲۸۴۰، دار المعرفہ، بیروت، السنن الکبریٰ للنسائی، رقم الحدیث: ۱۱۵۹۰، مصنف عبدالرزاق، رقم الحدیث: ۱۹۵۷، مسند احمد، رقم الحدیث: ۱۶۷۸۰، مصنف ابن ابی شیبۃ، رقم الحدیث: ۳۱۶۹۱، مسند ابو یعلیٰ، رقم الحدیث: ۷۳۹۵، صحیح ابن حبان، ۶۳۱۳، المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث: ۱۵۲۰، مسند ابو عوانہ، رقم الحدیث: ۷۱۲۶، شعب الایمان للبیہقی، رقم الحدیث: ۱۳۹۷، مسند حمیدی، رقم الحدیث: ۵۵۵، الشمائل للترمذی، رقم الحدیث: ۳۶۷، سنن دارمی، رقم الحدیث: ۲۷۷۵، الاستذکار، ج۸، ص ۱۲۱، الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج ۱، ص ۵۰۵، مسند البزار، رقم الحدیث: ۳۴۱۳)

نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے اسماء کتنے ہیں؟ اس میں محققین کے اپنے تتبع اور تحقیق کے مطابق اقوال ہیں۔ یہاں تفصیل اور دلائل حذف کر کے صرف ان کے اقوال نقل کیے جاتے ہیں۔ اقول و باللہ التوفیق!

حافظ الحدیث احمد بن علی بن حجر العسقلانی فرماتے ہیں:

قال بن دحية في تصنيف له مفرد في الأسماء النبوية قال بعضهم أسماء النبي صلى الله عليه و سلم عدد أسماء الله الحسني تسعة وتسعون اسما قال ولو بحث عنها باحث لبلغت ثلاثمائة اسم۔ [226]

ترجمہ: ابن دحیہ نے اپنی اس کتاب میں جو انہوں نے محض نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے اسماء کے متعلق لکھی ہے میں کہا: بعض علماء نے فرمایا ہے: نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے اسماء اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ کے برابر ننانوے ہیں۔ ابن دحیہ کہتے ہیں کہ اگر ان اسماء میں تحقیق کرنے والے مزید تحقیق کریں تو وہ تین سو تک پہنچتے ہیں۔

مزید فرماتے ہیں:

نقل بن العربي في شرح الترمذي عن بعض الصوفية أن لله ألف اسم ولرسوله ألف اسم۔ [227]

ترجمہ: ابن عربی نے نقل کیا ہے ترمذی کی شرح میں کہ بعض صوفیاء فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے بھی ہزار نام ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے بھی ہزار نام ہیں۔

---

226 (فتح الباری، ج۷، ص ۵۲۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

227 (فتح الباری، ج۷، ص ۴۲۵، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

علامہ بدر الدین عینی نے بھی ان اقوال کو نقل فرمایا ہے، ملاحظہ فرمائیں: عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، ج۱٦، ص۱۳۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت۔

امام علامہ الشیخ احمد بن محمد القسطلانی نے بھی ان اقوال کو نقل فرمایا ہے، ملاحظہ فرمائیں: المواہب اللدنیہ، ج۱، ص۳٦٦، دارالکتب العلمیہ، بیروت۔

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے چار سو اسماء گرامی کا ذکر ہے، ملاحظہ فرمائیں: مدارج النبوۃ، ج۱، ص۳۴۹۔

امام اجل، امام جلال الدین سیوطی شافعی فرماتے ہیں:

وَقد تتبعت قَدِيما أَسمَاء النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم فبلغت نَحْو أَرْبَعمِائَة وأفردتها بشرحها فِي مُجَلد سميته الْمرقاة ثمَّ لخصته فِي جُزْء سميته الرياض الأنيقة ثمَّ لخصته فِي مُخْتَصر سميته الْوَسِيلَة وأكثرها صِفَات۔[228]

ترجمہ: میں بہت عرصے نے نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے اسماء گرامی کی تلاش اور ان کا تتبع کر رہا تھا تو میں چار سو کے عدد تک پہنچا پھر میں نے خاص اس موضوع پر اس کی شرح کی جس کا نام میں نے "المرقاۃ" رکھا، پھر میں نے اس کی تلخیص کی ایک جزء میں تو میں نے اس کا نام "الریاض الانیقہ" رکھا پھر میں نے مزید ایک مختصر رسالہ میں اس کی تلخیص کی تو میں نے اس کا نام "الوسیلۃ" رکھا اور ان میں سے اکثر نام صفاتی ہیں۔

علامہ زرقانی فرماتے ہیں:

هي أكثر من أربعمائة۔

ترجمہ: حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسماء چار سو سے زائد ہیں۔

---

[228] (تنویر الحوالک علی موطا الامام المالک، ج۲، ص۵۱۸، دار الحدیث، قاہرہ)

قال الشامي: و الذي وقفت عليه من ذلك خمسمائة اسم۔

ترجمہ: علامہ شامی نے فرمایا: مجھے جن ناموں پر واقفیت ہوئی ہے وہ پانچ سو ہیں۔[229]

امام محقق علامہ شیخ ملا علی قاری فرماتے ہیں:

أن ابن العربي المالكي في الأحوذي شرح الترمذي حكى عن بعضهم أن لله تعالى ألف اسم وللنبي صلى الله تعالى عليه وسلم ألف اسم۔

المستوفى في اسماء المصطفى لابن دحية الحافظ جمع فيه للنبي صلى الله تعالى عليه وسلم فوق الثلثمائة وقد قال ابن فارس هي الفان۔[230]

ترجمہ: ابن العربی المالکی نے ترمذی کی شرح الاحوذی میں بعض علماء سے حکایت کیا کہ اللہ تعالیٰ کے ہزار اسماء ہیں اور نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے بھی ہزار اسماء ہیں۔

حافظ ابن دحیہ نے اپنی کتاب "المستوفیٰ فی اسماء المصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم" میں تین سو سے زائد اسماء جمع فرمائے ہیں۔

اور ابن فارس نے کہا: حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسماء دو ہزار (۲۰۰۰) ہیں۔

امام علامہ سخاوی نے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسماء گرامی جمع فرمائے اور آخر میں فرمایا:

هذه تزيد على الأربع مائة بنحو الثلثين۔[231]

ترجمہ: یہ اسماء چار سو تیس سے زیادہ ہیں۔

ساتواں نکتہ

[229] (زرقانی علی المواھب، ج۴، ص۱۵۷، ۱۶۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

[230] (شرح الشفا، ج۱، ص۴۸۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

[231] (القَولُ البَدِيعُ في الصَّلاةِ عَلَى الحَبِيبِ الشَّفِيعِ، ج۱، ص۸۳، الناشر: دار الريان للتراث)

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں اپنے حبیب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو **یا ایھا النبی** کہہ کر خطاب فرمایا۔ سوال یہ ہے کہ یہاں "**یا ایھا الرسول**" کہہ کر بھی تو خطاب فرمایا جا سکتا تھا تو **یا ایھا النبی** فرمانے میں حکمت کیا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ آگے "**انا ارسلناک**" فرمایا جانا تھا جو کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی رسالت کی طرف اشارہ تھا تو "**یا ایھا النبی**" فرما کر حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے دونوں مراتب و اوصاف یعنی مرتبہ و وصفِ نبوت اور مرتبہ و وصفِ رسالت کا اثبات فرما دیا گیا۔ اگر "**یا ایھا الرسول انا ارسلناک**" فرمایا جاتا تو اس میں مرتبۂ نبوت کا لفظوں میں ذکر نہ ہوتا۔

جیسا کہ ایک حدیث میں ہے:

عَنْ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَتَيْتَ مَضْجَعَکَ فَتَوَضَّأْ وُضُوءَکَ لِلصَّلَاةِ ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلَى شِقِّکَ الْأَيْمَنِ ثُمَّ قُلْ اللَّهُمَّ أَسْلَمْتُ وَجْهِي إِلَيْکَ وَفَوَّضْتُ أَمْرِي إِلَيْکَ وَأَلْجَأْتُ ظَهْرِي إِلَيْکَ رَغْبَةً وَرَهْبَةً إِلَيْکَ لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَا مِنْکَ إِلَّا إِلَيْکَ اللَّهُمَّ آمَنْتُ بِکِتَابِکَ الَّذِي أَنْزَلْتَ وَبِنَبِيِّکَ الَّذِي أَرْسَلْتَ فَإِنْ مُتَّ مِنْ لَيْلَتِکَ فَأَنْتَ عَلَى الْفِطْرَةِ وَاجْعَلْهُنَّ آخِرَ مَا تَتَکَلَّمُ بِهِ قَالَ فَرَدَّدْتُهَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا بَلَغْتُ اللَّهُمَّ آمَنْتُ بِکِتَابِکَ الَّذِي أَنْزَلْتَ قُلْتُ وَرَسُولِکَ قَالَ لَا وَنَبِيِّکَ الَّذِي أَرْسَلْتَ۔[232]

---

232 (صحیح بخاری، کتاب الوضوء، باب فضل من بات علی الوضوء، رقم الحدیث: ۲۴۷، اطراف الحدیث: ۶۳۱۱، ۶۳۱۳، ۶۳۱۵، ۷۴۷۷، دارالکتاب العربی، بیروت، صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب مایقول عند النوم واخذ المضجع، رقم الحدیث: ۶۸۲۰، ۶۸۲۱، ۶۸۲۲، دارالکتاب العربی، بیروت، سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب مایقال عند النوم، رقم الحدیث: ۵۰۴۶، دارالسلام، ریاض، سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب ما جاء فی الدعاء اذا اوی الیٰ فراشہ، رقم الحدیث: ۳۳۹۴، دارالمعرفہ، بیروت، مسند الحمیدی، رقم الحدیث: ۷۴۰، مصنف ابن ابی شیبہ، رقم الحدیث: ۲۹۲۹۴، مکارم الاخلاق للخرائطی، رقم الحدیث: ۹۶۸، المعجم الاوسط، رقم الحدیث: ۱۲۴۸، السنن

ترجمہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: جب تم اپنی سونے کی جگہ پر جاؤ تو نماز کا سا وضو کرو، پھر اپنی دائیں جانب لیٹ جاؤ، پھر عرض کرو: اے اللہ! میں نے اپنا چہرہ تیری بارگاہ میں جھکایا اور اپنا معاملہ تیرے سپرد کیا اور اپنی پشت تیری پناہ میں دی، تیری طرف رغبت کرتے ہوئے اور تجھ سے ڈرتے ہوئے، نہیں ہے کوئی پناہ گاہ اور نہیں ہے کوئی تجھ سے نجات دینے والا مگر تو ہی۔ اے اللہ عز وجل! میں تیری اس کتاب پر ایمان لایا جس کو تو نے نازل فرمایا ہے اور تیرے اس نبی پر ایمان لایا جس کو تو نے بھیجا ہے، پس اگر تو اس رات میں مر گیا تو تو فطرت پر مرے گا۔ اور ان کلمات کو اپنے آخری کلمات بنا۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے یہ کلمات نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر پڑھ کر سنائے، پس جب میں یہاں پہنچا: اللَّهُمَّ آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِي أَنْزَلْتَ تو میں نے "ونبیک" کی جگہ "ورسولک" کہا تو حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اس طرح نہیں بلکہ یوں ہی کہو: ونبیک الذی ارسلت۔

سو یہاں دیکھئے کہ راوی نے "ونبیک" کی جگہ "ورسولک" پڑھا تو بظاہر معنی میں کچھ فرق نہ آیا لیکن نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے وہی الفاظ پڑھوائے جو آپ نے تعلیم فرمائے تھے۔ تو یہاں یہی حکمت کارفرما تھی کہ اس طرح ایک جملے میں آپ کی نبوت اور رسالت دونوں کا ذکر ہو گیا۔

الکبریٰ للنسائی، رقم الحدیث: ۱۰۶۱۹، عمل الیوم واللیلۃ للنسائی، رقم الحدیث: ۷۸۳، مسند احمد، رقم الحدیث: ۱۸۵۶۱)

علامہ بدر الدین عینی حنفی شارح بخاری فرماتے ہیں:

أنه أمره أن يجمع بين صفتيه وهما الرسول والنبي صريحا وإن كان وصف الرسالة يستلزم وصف النبوة۔[233]

ترجمہ: حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ حکم اس لئے دیا تاکہ آپ کی دونوں صفات یعنی "الرسول" اور "النبی" صراحۃً اس میں جمع ہو جائیں، اگرچہ وصف رسالت، وصف نبوت کو مستلزم ہے یعنی جو رسول ہوتا ہے وہ نبی بھی ہوتا ہے۔

آٹھواں نکتہ

لفظ "النبی" کا مادہ اشتقاق "نبأ" ہے یا "نبوۃ"۔ "نبوۃ" کا معنی: بلند جگہ، اگر یہ مادہ اشتقاق ہو تو نبی اس ذات کو کہیں گے جو کہ مرتبہ و مقام، مدارج و مراتب اور کمالات و محاسن میں ان تمام امتوں سے بلند ہو اور نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم صرف نبی نہیں بلکہ "النبی" ہیں، یعنی آپ ان بلند و برتر شخصیات میں بھی منفرد و ممتاز ہیں اور اعلیٰ و بالا ہیں۔ اس نکتہ کی وضاحت گزر چکی ہے اور اگر "النبی" کا مادہ اشتقاق "نبأ" کو مانیں تو نبی بر وزن فعیل بمعنی فاعل ہو گا اور "نبأ" کا معنی ہے: خبر، تو اس اعتبار سے نبی، خبر دینے والے کو کہیں گے۔ اور نبی ظاہر ہے کہ محسوس و مشاہد اور ظاہر و شہادت کی خبر دینے نہیں آتا بلکہ نبی ان معاملات کی خبر دینے آتا ہے جو مخفی و پوشیدہ ہوں اور حواس خمسہ کے ادراک سے ماوراء اور بالاتر ہوں اور یہ اس بات کو قطعی طور پر مستلزم ہے کہ نبی غیب پر مطلع ہوتا ہے۔ جب ہی وہ امت کو غیبی خبریں دیتا ہے، اس لئے علماء مثل امام قاضی عیاض، عیاض

---

[233] (عمدۃ القاری، ج۳، ص ۲۷۹، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

مالکی اور علامہ قسطلانی نے نبوت کی تعریف ہی "اطلاع علی الغیب" کے ساتھ کی ہے۔ اور اسی لئے اعلیٰ حضرت امام اہل سنت، مجدد دین وملت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ نے "النبی" کا ترجمہ غیب بتانے والا کیا ہے۔ اس نکتہ کی وضاحت اور اس پر تفصیلی دلائل نکات الفرقان کی جلد اول میں گزر چکے ہیں۔

نواں نکتہ

"انا ارسلناک"، "انا" اور "ارسلنا" جمع کے صیغے ہیں اور فرمانے والا وہ ہے کہ جو اپنی ذات و صفات اور احکام و افعال میں واحد اور احد ہے اور وہ جمعیت اور کثرت سے پاک و منزہ ہے۔ تو علماء نے فرمایا کہ جب واحد کے لئے جمع کی ضمیر ذکر کی جائے تو وہاں افراد کی کثرت کا بیان نہیں ہوتا بلکہ متکلم کی بڑائی، سطوت اور عظمت کا بیان مقصود ہوتا ہے۔ یعنی قرآن مجید میں جہاں اللہ تبارک و تعالیٰ کے لئے جمع کی ضمائر یا جمع کے صیغے ہیں تو وہاں مراد اللہ تبارک و تعالیٰ کی سلطنت و سطوت اور کبریائی اور بڑائی ہے اور اس سے مقصود دراصل اگلے مضمون کی تاکید و تقریر اور اس کی تعظیم و تجلیل ہوتی ہے۔

جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ (الحجر ۹)

ترجمہ: ہم نے ہی اس قرآن کو نازل فرمایا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت فرمانے والے ہیں۔

یہاں جمع کی ضمائر اور صیغوں کے ساتھ دراصل اللہ جل مجدہ کی سلطنتِ باہرہ اور قدرتِ قاہرہ کے بیان کے ساتھ ساتھ قرآن کی حفاظت کے بیان کی بھی تاکید و تقریر ہے۔ مطلب یہ ہو گا کہ ہم جیسا عظیم الشان، جلیل و مقتدر، ملک الملوک اور مالک الملک والملکوت اس قرآن کی حفاظت فرما رہا

ہے تو جب ہم جیسا ذی شان، ذی عظمت و عزت، ذی قوت و قدرت، ذی سلطنت و ملک، اس قرآن کا محافظ ہے تو کون ایسا ہے جو اس قرآن میں ادنیٰ سی بھی تحریف و تبدیلی کر سکے؟

تو الاحزاب کی اس آیت میں بھی یہی اسلوب بیان ہے۔ چونکہ آگے کے مضمون میں محبوب مکرم، رسول معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی عظیم صفات و نعت اور وقیع شانوں کا ذکر ہے اور اللہ جل مجدہ کو معلوم تھا کہ ایسے حرماں نصیب، شقی اور بدبخت ناہنجار ہوں گے جو میرے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی صفات و نعت کا کتمان کریں گے، ان کی طبیعتوں میں میرے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر سے انقباض پیدا ہوگا اور میرے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ بغض و عداوت رکھتے ہوئے ان کی تخفیف و تحقیر اور اہانت کریں گے تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صفات کے بیان سے قبل "انا ارسلنا" جمع کی ضمائر کے ساتھ بیان کر کے اور اپنی شوکت و سطوت اور قدرت و عظمت بیان فرما کر اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شانوں کا، حرمت کا اور ناموس کا تحفظ فرما دیا کہ جس محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان عظیم صفات سے متصف فرمانے والا، اور ان رفیع خصائل کے ساتھ مبعوث فرمانے والا اللہ ذوالمجد والعلیٰ جیسا عظیم مقتدر اور شہنشاہ ہو تو مخلوق میں سے کسی کی کیا مجال و بساط ہے کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے ذکر صفات میں تنقیص کر سکے یا اس کا کتمان کر سکے؟

دسواں نکتہ

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّآ أَرۡسَلۡنَٰكَ شَٰهِدٗا (الأحزاب ۴۵)

ترجمہ: اے محبوب! ہم نے آپ کو شاہد بنا کر بھیجا۔

شاہد گواہ کو کہتے ہیں۔ اور اس آیت میں حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صفت شاہدیت کو مقید و مخصوص نہیں کیا بلکہ اطلاق کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور اصول کا معروف قاعدہ ہے:

المطلق یجری علیٰ اطلاقہ و المقید علیٰ تقییدہ۔[234]

ترجمہ: قرآن کا مطلق اپنے اطلاق پر رہے گا اور قرآن کا مقید اپنی تقیید پر رہے گا۔

سو یہاں آیت میں یہ قید نہیں لگائی گئی کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کس کے گواہ ہیں؟ اگر کسی خاص قوم یا قبیلے کی قید ہوتی تو آپ فقط اسی کے گواہ ہوتے، اللہ تبارک و تعالیٰ نے علی الاطلاق آپ کی شاہدیت کو بیان فرمایا جو اس بات کی دلیل ہے کہ آپ علی الاطلاق شاہد ہیں۔ آپ انبیاء کرام اور رسل عظام علیہم السلام کے بھی شاہد ہیں، ان کی امم کے بھی شاہد ہیں، اس امت مرحومہ کے بھی شاہد ہیں۔ مؤمنین و متقین کے بھی شاہد ہیں، کفار و منافقین کے بھی شاہد ہیں، کل خدائی اور جملہ خلائق کے بھی شاہد ہیں بلکہ حق یہ ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام خالق کائنات کے وجود، اس کی وحدانیت، اس کی ہمہ گیر قدرت اور حکمت بالغہ کے بھی شاہد اور گواہ ہیں۔ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اللہ تعالیٰ کے وجود کا اور اس کی وحدانیت کا گواہ ہونا ہر مسلمان کے نزدیک مسلم اور بدیہی ہے اور پورے قرآن و حدیث کے مجموعہ میں سینکڑوں دلائل ہیں جو حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدانیت پر گواہ ہونے پر ناطق ہیں، چند آیات ملاحظہ فرمائیں:

أَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُونَ أَنَّ مَعَ اللهِ آلِهَةً أُخْرَى قُلْ لَا أَشْهَدُ قُلْ إِنَّمَا هُوَ إِلَهٌ وَاحِدٌ وَإِنَّنِي بَرِيءٌ مِمَّا تُشْرِكُونَ (الأنعام ۱۹)

234 (عامہ کتب اصول الفقہ)

ترجمہ: تو کیا تم یہ گواہی دیتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور الٰہ ہیں؟ تم فرماؤ کہ میں یہ گواہی نہیں دیتا، تم فرماؤ (بلکہ میں یہ گواہی دیتا ہوں) کہ وہ تو ایک معبود ہے اور میں بیزار ہوں ان سے جن کو تم شریک ٹھہراتے ہو۔

قُلْ مَنْ أَنْزَلَ الْكِتَابَ الَّذِي جَاءَ بِهِ مُوسَى نُورًا وَهُدًى لِلنَّاسِ تَجْعَلُونَهُ قَرَاطِيسَ تُبْدُونَهَا وَتُخْفُونَ كَثِيرًا وَعُلِّمْتُمْ مَا لَمْ تَعْلَمُوا أَنْتُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ قُلِ اللهُ (الأنعام ۹۱)

ترجمہ: محبوب تم پوچھو کہ وہ کون ہے جس نے کتاب نازل فرمائی جو موسیٰ لے کر آئے، نور اور لوگوں کے لئے ہدایت، تم کہو کہ (وہ) اللہ ہے (جس نے نازل فرمائی ہے)۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِنْ رَبِّكُمْ (النساء ۱۷۴)

ترجمہ: اے لوگو! بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے (وجود مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی صورت میں) محکم دلیل آچکی ہے۔

قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ (الإخلاص ۱)

ترجمہ: محبوب تم فرمادو، وہ اللہ ایک ہے۔

یوں تو کائنات کی ہر شے، اللہ جل مجدہ کے وجود پر دلیل اور گواہ ہے، کما قال اللہ تعالیٰ:

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِأُولِي الْأَلْبَابِ (آل عمران ۱۹۰)

ترجمہ: بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات اور دن کے بدلنے میں ضرور نشانیاں ہیں عقل والوں کے لئے۔

اور ایک شاعر کا قول ہے:

وَفِي كُلِّ شَيْءٍ لَهُ آيَةٌ   تَدُلُّ عَلَى أَنَّهُ وَاحِدُ[235]

ترجمہ: کائنات کی ہر شے میں اللہ تعالیٰ کی نشانی ہے جو کہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ واحد ہے۔

لیکن کائنات کی ہر شے کی گواہی دو قسموں پر منقسم ہے، غیر ذوی العقول، غیر متنفس اور بے جان اشیاء، مثل آسمان، زمین، پہاڑ، سمندر، جانور، حشرات الارض، معدنیات یہ سب گواہ ہیں، ہر ساکت وصامت گواہ ہیں، ان اشیاء نے کبھی بول کر نہیں بتایا کہ ہم گواہ ہیں، یہاں تک کہ بہت سے انسانوں نے سورج، چاند، ستاروں اور پتھروں کی پوجا بھی کی لیکن ان اشیاء نے کبھی کسی کو نہیں روکا، اس لئے کہ یہ سب گواہ صامت و ساکت ہیں جبکہ دوسری قسم کے گواہ ناطق ہیں اور وہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام، مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام، فرشتے، اولیاء اور علماء عظام علیہم الرضوان ہیں۔

کما قال اللہ تعالیٰ: شَهِدَ اللهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُو الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ (آل عمران ۱۸)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتوں نے گواہی دی اور ان علماء نے دی جو حق کے ساتھ قائم ہیں۔

قُلْ كَفَى بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ (الرعد ۴۳)

ترجمہ: محبوب فرمادو میرے اور تمہارے درمیان گواہی کے لئے اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وہ جس کے پاس کتاب کا علم ہے۔

لَكِنِ اللَّهُ يَشْهَدُ بِمَا أَنْزَلَ إِلَيْكَ أَنْزَلَهُ بِعِلْمِهِ وَالْمَلَائِكَةُ يَشْهَدُونَ وَكَفَى بِاللَّهِ شَهِيدًا (النساء ۱۶۶)

---

[235] (التفسیر الکبیر، ج ۱، ص ۲۶)

ترجمہ: لیکن اے محبوب! اللہ تعالیٰ اس کا گواہ ہے جو اس نے تمہاری طرف اتارا، وہ اس نے اپنے علم سے اتارا ہے اور فرشتے گواہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کی گواہی کافی ہے۔

سو معلوم ہوا کہ فرشتے اور انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام اور علماء حق اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدانیت کے گواہ ہیں اور سب متکلم و ناطق گواہ ہیں اور ان متکلم اور ناطق گواہوں میں سب سے افضل و اعلیٰ گواہی حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہے۔ اس پر ایک دلیل یہ ہے کہ گواہی کا قاعدہ ہے کہ جس گواہ کے پاس دلائل، حجج، براہین، شواہد اور قرائن جس قدر زیادہ ہوں گے، اس کی گواہی اسی قدر زیادہ مقبول و مسموع ہوگی۔ اور اس پر کافی دلائل گزر چکے ہیں کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس معجزات و کمالات، براہین و شواہد اور دلائل و قرائن، دیگر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے دلائل و شواہد اور معجزات و کمالات سے اس قدر فزوں تر ہیں کہ عقل انسانی ان کا ادراک و احصاء کرنے سے عاجز ہے۔ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قرآن مجید کی صورت میں لاکھوں عقلی معجزات عطا فرمائے گئے، مزید برآں حسی و مشاہد معجزات، داخلی و خارجی معجزات، محکم حجتیں، پاکیزہ سیرت و کردار اور بے مثل اخلاق عظیم عطا فرمائے گئے جو کہ اس پر دلیل ہے کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام گواہ ہونے میں بھی تمام انبیاء و مرسلین علیہم السلام سے ممتاز و منفرد ہیں اور آپ کی گواہی حجت و برہان کے اعتبار سے سب گواہیوں سے وزنی اور قوی ہے۔ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی گواہی کا دوسرے انبیاء، مرسلین اور اولیاء کی گواہی سے منفرد ہونے کی ایک دلیل یہ ہے کہ باقی جس نے بھی اللہ تعالیٰ کے وجود کی گواہی دی تو اللہ تعالیٰ کو سر کی آنکھوں سے دیکھ کر نہیں دی، بلکہ وحیٔ الٰہی سے سن کر یا کائناتِ ارض و سماء کی آیات میں تدبر و تفکر کرکے گواہی دی۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسے ذی وجاہت اور اولوالعزم رسول

کے متعلق قرآن میں موجود ہے کہ انہوں نے آفاق کی نشانیوں میں غور و فکر کر کے خالقِ کائنات کی وحدانیت کی گواہی دی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَكَذَٰلِكَ نُرِي إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلِيَكُونَ مِنَ الْمُوقِنِينَ (٧٥) فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَأَىٰ كَوْكَبًا قَالَ هَٰذَا رَبِّي فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَا أُحِبُّ الْآفِلِينَ (٧٦) فَلَمَّا رَأَى الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هَٰذَا رَبِّي فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَمْ يَهْدِنِي رَبِّي لَأَكُونَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّالِّينَ (٧٧) فَلَمَّا رَأَى الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هَٰذَا رَبِّي هَٰذَا أَكْبَرُ فَلَمَّا أَفَلَتْ قَالَ يَا قَوْمِ إِنِّي بَرِيءٌ مِمَّا تُشْرِكُونَ (٧٨) إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ (الأنعام ٧٩)

ترجمہ: اور اسی طرح ہم ابراہیم کو دکھاتے ہیں ساری بادشاہی آسمانوں اور زمین کی اور اس لئے کہ وہ عین الیقین والوں میں سے ہو جائے، پھر جب ان پر رات کا اندھیرا آیا تو ایک تارا دیکھا، بولے: اسے میرا رب ٹھہراتے ہو؟ پھر جب وہ ڈوب گیا تو بولے: مجھے خوش نہیں آئے ڈوبنے والے، پھر جب چاند چمتا دیکھا تو بولے: اسے میرا رب ٹھہراتے ہو؟ پھر جب وہ ڈوب گیا تو کہا: اگر مجھے میرا رب ہدایت نہ کرتا تو میں بھی انہیں گمراہوں میں ہوتا، پھر جب سورج جگمگاتا دیکھا تو بولے: اسے میرا رب ٹھہراتے ہو؟ یہ تو ان سب سے بڑا ہے، پھر جب وہ ڈوب گیا تو کہا: اے قوم! میں بیزار ہوں ان چیزوں سے جنہیں تم شریک ٹھہراتے ہو میں نے اپنا منہ اس کی طرف کیا جس نے آسمان اور زمین بنائے، ایک اسی کا ہو کر اور میں مشرکوں میں نہیں۔

اسی طرح حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرعون کے سامنے اللہ تعالیٰ کے وجود کی دلیل، مخلوقات کی خلقت اور پیدائش اور ان میں حصول معیشت کی فطری ہدایت سے دی۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ فَمَنْ رَبُّكُمَا يَامُوسَى (۴۹) قَالَ رَبُّنَا الَّذِي أَعْطَى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهُ ثُمَّ هَدَى (طٰہٰ ۵۰)

ترجمہ: فرعون بولا: تو تم دونوں کا رب کون ہے اے موسیٰ! (حضرت موسیٰ علیہ السلام نے) کہا: ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کے لائق صورت دی پھر راہ دکھائی۔

سو سابقہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ کے وجود کی گواہی، وحیٔ الٰہی عزوجل سے اور آفاق وانفسی دلائل کے ساتھ دی لیکن حضور نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے وجود کی گواہی صرف سمعی شہادت سے نہیں بلکہ عینی شہادت سے، یعنی وجودِ باری تعالیٰ کو اپنے سر کی آنکھوں سے بیداری کے عالم میں دیکھنے کے ساتھ دی (جس پر دلائل آیت کریمہ "سبحٰن الذی اسری بعبدہٖ الخ" کے تحت گزر چکے ہیں) سو سابقہ انبیاء ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے وجود کے سمعی گواہ تھے جبکہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے وجود کے عینی گواہ ہیں۔

حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام گروہ انبیاء ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بھی گواہ ہیں، وہ انبیاء ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام جو تمام مخلوق میں افضل واعلیٰ اور ممتاز ومنفرد ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو یہ شرف، یہ فضیلت اور یہ عظمت عطا فرمائی کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام قیامت کے دن ان مقدس نفوس کے حق میں گواہی دیں گے اور آپ کی گواہی عند اللہ مقبول ومسموع ہوگی۔ وللہ الحمد علیٰ ذلک!

اس کی وضاحت حدیث پاک میں ہے۔ امام بخاری، امام ترمذی اور امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُدْعَى نُوحٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَقُولُ لَبَّيْکَ وَسَعْدَيْکَ يَا رَبِّ فَيَقُولُ هَلْ بَلَّغْتَ فَيَقُولُ نَعَمْ فَيُقَالُ لِأُمَّتِهِ هَلْ بَلَّغَكُمْ فَيَقُولُونَ مَا أَتَانَا مِنْ نَذِيرٍ فَيَقُولُ مَنْ يَشْهَدُ لَکَ فَيَقُولُ مُحَمَّدٌ قَالَ فَذَلِکَ قَوْلُه (وَكَذَلِکَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا)۔[236]

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن نوح (علیہ السلام) کو بلایا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا: کیا آپ نے رسالت کا پیغام پہنچا دیا؟ تو وہ عرض کریں گے کہ جی ہاں! پھر ان کی قوم کو طلب کیا جائے گا اور ان سے پوچھا جائے گا: کیا نوح (علیہ السلام) نے تمہیں پہنچا دیا؟ تو (جھوٹ بولتے ہوئے) کہیں گے: ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔ تو نوح علیہ السلام سے کہا جائے گا کہ آپ کا گواہ کون ہے؟ وہ عرض کریں گے: محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اور ان کی امت۔ پس یہی مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان (وجعلنا کم امۃً وسطًا) کا۔

مسند احمد کی حدیث میں یہ الفاظ ہیں:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَجِيءُ النَّبِيُّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَمَعَهُ الرَّجُلُ، وَالنَّبِيُّ وَمَعَهُ الرَّجُلَانِ، وَأَكْثَرُ مِنْ ذَلِکَ، فَيُدْعَى قَوْمُهُ، فَيُقَالُ لَهُمْ: هَلْ بَلَّغَكُمْ هَذَا؟ فَيَقُولُونَ: لَا. فَيُقَالُ لَهُ: هَلْ بَلَّغْتَ قَوْمَکَ؟ فَيَقُولُ: نَعَمْ. فَيُقَالُ لَهُ: مَنْ يَشْهَدُ لَکَ؟ فَيَقُولُ: مُحَمَّدٌ وَأُمَّتُهُ. فَيُدْعَى وَأُمَّتُهُ، فَيُقَالُ لَهُمْ: هَلْ بَلَّغَ هَذَا قَوْمَهُ؟ فَيَقُولُونَ: نَعَمْ. فَيُقَالُ: وَمَا عِلْمُكُمْ؟ فَيَقُولُونَ: جَاءَنَا نَبِيُّنَا، فَأَخْبَرَنَا: أَنَّ الرُّسُلَ قَدْ بَلَّغُوا، فَذَلِکَ قَوْلُهُ": (وَكَذَلِکَ

---

236 (صحیح بخاری، کتاب الانبیاء، باب قولہ تعالیٰ (ولقد ارسلنا نوحا)، رقم الحدیث: ۳۳۳۹، وفی کتاب الاعصام بالکتاب والسنۃ، باب: (وکذلک جعلنا کم امۃ وسطا) رقم الحدیث: ۷۳۴۹ دار الکتاب العربی، بیروت، سنن الترمذی، کتاب التفسیر القرآن، باب سورۃ البقرۃ، رقم الحدیث: ۲۹۲۱، دار المعرفہ، بیروت، سنن ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب: صفۃ امۃ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، رقم الحدیث: ۴۲۸۴، دار السلام، ریاض، صحیح ابن حبان، رقم الحدیث: ۷۲۴۳، مصنف ابن ابی شیبۃ، رقم الحدیث: ۳۱۶۷۵، مسند احمد، رقم الحدیث: ۱۱۵۸۷)

جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا (البقرۃ۱۴۳))۔[237]

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن ایک نبی تشریف لائیں گے اور ان کے ساتھ ایک مرد ہوگا اور ایک نبی کے ساتھ دو مرد ہوں گے اور اس سے زیادہ بھی ہوں گے، پس اس نبی کی قوم کو بلایا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ کیا انہوں نے تمہیں پیغام پہنچا دیا؟ وہ کہیں گے: نہیں! پس اس نبی سے کہا جائے گا: کیا آپ نے اپنی قوم کو رسالت کا پیغام پہنچا دیا؟ وہ کہیں گے: ہاں! پہنچا دیا۔ تو اس نبی سے کہا جائے گا: آپ کی گواہی کون دے گا؟ تو وہ کہیں گے: (سید الانبیاء) محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اور ان کی امت، پس ان کو اور ان کی امت کو بلایا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا (یعنی امت مرحومہ سے): کیا اس نبی نے اپنی قوم کو پیغامِ رسالت پہنچا دیا ہے؟ وہ کہیں گے: جی ہاں پہنچا دیا ہے۔ ان سے کہا جائے گا: تمہیں کیسے علم ہوا؟ تو وہ کہیں گے: ہمارے پاس ہمارے نبی تشریف لائے اور انہوں نے ہمیں خبر دی کہ بے شک رسولوں نے اپنی قوموں کو پیغامِ رسالت پہنچا دیا ہے۔ پس یہی مطلب ہے: اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا (البقرۃ۱۴۳) کا۔

حافظ ابن کثیر نے حافظ ابو بکر بن مردویہ اور ابن ابی حاتم کے حوالہ سے یہ حدیث بھی نقل کی ہے:

[237] (مسند احمد (مسند ابی سعید الخدری)، ج۵، ص۱۶۲، رقم الحدیث: ۱۱۸۷۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "أَنَا وَأُمَّتِي يَوْمِ الْقِيَامَةِ عَلَى كَوْمٍ مُشْرِفِينَ عَلَى الْخَلَائِقِ مَا مِنْ النَّاسِ أَحَدٍ إِلَّا وَدَّ أَنَّهُ مِنَّا وَمَا مِنْ نَبِيٍّ كَذَّبَهُ قَوْمه إِلَّا وَنَحْنُ نَشْهَد أَنَّهُ قَدْ بَلَّغَ رِسَالَةَ رَبّه عَزَّ وَجَلَّ۔[238]

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: میں اور میری امت قیامت کے دن ایک ٹیلے پر ہوں گے اور مخلوق کو دیکھ رہے ہوں گے۔ ہر انسان یہ چاہے گا کہ کاش وہ ہم میں سے ہو (امت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی کرامت دیکھ کر)۔ اور جس بھی نبی کی اس کی قوم نے تکذیب کی ہو گی تو ہم گواہی دیں گے کہ بے شک اس نبی نے اپنے رب عزوجل کی رسالت کو پہنچا دیا ہے۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بھی گواہ ہیں۔ اسی طرح نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تمام امتوں کے بالخصوص اس امت مرحومہ کے گواہ ہیں، اور روزِ قیامت کفار و مشرکین اور منافقین و مبطلین کے خلاف گواہی دیں گے اور مؤمنین و متقین کے حق میں گواہی دیں گے۔

ارشاد رب العزت ہے:

وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا (البقرۃ ۱۴۳)

---

[238] (تفسیر ابن کثیر، ج ۱، ص ۲۲۳، موسسۃ الریان، بیروت)

ترجمہ: اور بات یوں ہی ہے کہ ہم نے تمہیں کیا سب امتوں میں افضل کہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور یہ رسول تمہارے نگہبان و گواہ۔

لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ (الحج ۷۸)

ترجمہ: تاکہ رسول تمہارا نگہبان و گواہ ہو اور تم اور لوگوں پر گواہی دو۔

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا (النساء ۴۱)

ترجمہ: تو کیسی ہو گی جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور اے محبوب! تمہیں ان سب پر گواہ اور نگہبان بنا کر لائیں گے۔

وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا عَلَيْهِمْ مِنْ أَنْفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيدًا عَلَى هَؤُلَاءِ (النحل ۸۹)

ترجمہ: اور جس دن ہم ہر گروہ میں ایک گواہ انہیں میں سے اٹھائیں گے کہ ان پر گواہی دے اور اے محبوب! تمہیں ان سب پر شاہد بنا کر لائیں گے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا (الأحزاب ۴۵)

ترجمہ: اے نبی! ہم نے آپ کو گواہ بنا کر بھیجا۔

علامہ زمخشری اس آیت کے تحت فرماتے ہیں:

شاهِداً على من بعثت إليهم، وعلى تكذيبهم وتصديقهم، أى: مقبولا قولك عند الله لهم وعليهم، كما يقبل قول الشاهد العدل في الحكم۔[239]

ترجمہ: آپ کو شاہد یعنی گواہ بنا کر بھیجا، ہر اس پر جس کی طرف آپ کو مبعوث کیا گیا، ان کی تکذیب و تصدیق پر یعنی آپ کا قول اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور آپ کی بات ان کے لئے بھی معتبر ہو گی اور ان کے خلاف بھی معتبر ہو گی جیسے کہ فیصلہ میں عادل شاہد کا قول قبول کیا جاتا ہے۔

---

[239] (تفسیر الکشاف، ص ۸۵۹، دار المعرفہ، بیروت)

گیارہواں نکتہ

حضور نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو "صفتِ شاہدیت" سے کیوں متصف کیا گیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں حضور نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی کمال درجہ کی عزت و تکریم اور غایت درجہ کی عظمت و رفعت پنہاں ہے، اس کی وجہ صاف ظاہر کہ عموماً گواہ کی گواہی پر ہی فیصلہ کرکے مدعی اور منکر کے حق میں یا ان کے خلاف فیصلہ ہوتا ہے اور سابقہ نکتہ سے معلوم ہوا کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم بشمول جملہ انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے تمام خلائق اور امم کے گواہ ہیں تو آپ کی گواہی پر ہی کسی کے حق میں یا کسی کے خلاف فیصلہ کیا جائے گا، آپ کی گواہی پر ہی کسی کو جنت میں داخل کیا جائے گا اور آپ کی گواہی پر ہی کسی کو جہنم میں داخل کیا جائے گا، گویا کہ محشر کی بزم کا مدار اور انحصار آپ کی گواہی پر ہی ہوگا اور عام گواہوں کے احوال کی تو تفتیش و تحقیق کی جاتی ہے کہ وہ ثقہ و عادل اور معتبر ہیں یا نہیں اور تحقیق و تفتیش کے بعد ان کی گواہی کو قبول کیا جاتا ہے لیکن حضور نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کے ایسے عظیم گواہ ہیں کہ آپ کی گواہی پر کوئی تفتیش و تحقیق کا عمل نہیں ہوگا بلکہ جوں ہی آپ کے مبارک لب ہلیں گے توں ہی آپ کی گواہی قبول فرمالی جائے گی اور اس میں حضور نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی عند اللہ جو عظیم منزلت و وجاہت پنہاں و مخفی ہے وہ صاحبانِ لب، صاحبانِ خرد و فہم اور صاحبانِ بصیرت پر عیاں ہے۔

بارہواں نکتہ

گواہی کی چند شرائط و لوازمات ہیں۔ جن میں ایک شرط یہ ہے کہ گواہ موقع پر موجود ہو، معاملہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھے اور حقیقت کا پورا عارف ہو، اگر کوئی بندہ موقع پر موجود نہ ہو، معاملہ کی

حقیقت کو نہ جانتا ہو تو وہ دنیا کی کسی عدالت میں گواہ نہیں بن سکتا بلکہ خود حدیث میں اس بندے کی گواہی کو مسترد کیا گیا۔

امام حاکم روایت کرتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : ذُكِرَ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّجُلَ يَشْهَدُ بِشَهَادَةٍ ، فَقَالَ لِي : يَا ابْنَ عَبَّاسٍ ، لاَ تَشْهَدُ إِلاَّ عَلَى مَا يُضِيءُ لَكَ كَضِيَاءِ هَذَا الشَّمْسِ۔[240]

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی بارگاہ میں ایک آدمی کا ذکر کیا گیا جو گواہی دیتا ہے۔ تو حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اے ابن عباس! تو اس بات پر گواہی دے کہ جو تجھ پر اس طرح روشن و عیاں ہو کہ جیسے کہ سورج کی روشنی تجھ پر عیاں ہوتی ہے۔

امام حاکم نے اس حدیث کو صحیح الاسناد قرار دیا ہے جب کہ امام ذہبی نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ گواہی دینے کے مقتضیات ولوازمات میں یہ بات ہے کہ گواہ کو معاملے کی پوری بصیرت و معرفت ہو اور یہ تب ممکن ہے جبکہ وہ گواہ موقع پر موجود ہو اور اس معاملے کا اپنی آنکھوں کے ساتھ یا نگاہِ بصیرت کے ساتھ مشاہدہ کرے۔ یہ بات اس لئے بھی ضروری ہے کہ شاہد اور شہید کا مادۂ اشتقاق "**شھادۃ**" ہے۔ اسی سے شہود اور مشاہدہ ہے اور ان تمام کے معانی میں حضوری اور موجودگی کا معنی پایا جاتا ہے۔

---

240 (المستدرک، ج۵، ص ۱۳۳، رقم الحدیث: ۷۱۲۷، دار المعرفہ، بیروت)

چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ (البقرة ١٨٥)

ترجمہ: پس جو تم میں یہ مہینہ موجود پائے تو اسے چاہیئے کہ وہ اس کے روزے رکھے۔

أَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ (البقرة ١٣٣)

ترجمہ: کیا تم اس وقت موجود تھے جب یعقوب کو موت آئی۔

أَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ وَصَّاكُمُ اللَّهُ بِهَذَا (الأنعام ١٤٤)

ترجمہ: کیا تم اس وقت موجود تھے جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس کا حکم دیا تھا۔

أَشَهِدُوا خَلْقَهُمْ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ (الزخرف ١٩)

ترجمہ: کیا وہ ان کی تخلیق کے وقت موجود تھے، عنقریب ان کی گواہی لکھ لی جائے گی۔

ذَرْنِي وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيدًا (١١) وَجَعَلْتُ لَهُ مَالًا مَمْدُودًا (١٢) وَبَنِينَ شُهُودًا (المدثر ١٣)

ترجمہ: اسے مجھ پر چھوڑ جسے میں نے اکیلا پیدا کیا، اور اسے وسیع مال دیا، اور بیٹے دیئے سامنے حاضر رہتے۔

وَإِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ لَيُبَطِّئَنَّ فَإِنْ أَصَابَتْكُمْ مُصِيبَةٌ قَالَ قَدْ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيَّ إِذْ لَمْ أَكُنْ مَعَهُمْ شَهِيدًا (النساء ٧٢)

ترجمہ: اور تم میں کوئی وہ ہے کہ ضرور دیر لگائے گا، پھر اگر تم پر کوئی افتاد پڑے تو کہے: اللہ کا مجھ پر احسان تھا کہ میں ان کے ساتھ حاضر نہ تھا۔

أَمْ خَلَقْنَا الْمَلَائِكَةَ إِنَاثًا وَهُمْ شَاهِدُونَ (الصافات ١٥٠)

ترجمہ: یا ہم نے ملائکہ کو عورتیں پیدا کیا اور وہ حاضر تھے۔

چند احادیث ملاحظہ فرمائیں:

عَنْ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ بَيْنَكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا فِي شَهْرِكُمْ هَذَا فِي بَلَدِكُمْ هَذَا لِيُبَلِّغ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ۔ [241]

ترجمہ: حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: بے شک تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری عزتیں تمہارے درمیان اس طرح حرام ہیں، جس طرح آج کا دن، اس مہینہ میں اور اس شہر میں حرام ہیں، حاضر کو چاہیئے کہ غائب کو یہ حدیث پہنچادے۔

عَنْ أَبِي شُرَيْحٍ، قَالَ قَالَ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم: فَإِنْ أَحَدٌ تَرَخَّصَ لِقِتَالِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهَا فَقُولُوا إِنَّ اللّٰهَ قَدْ أَذِنَ لِرَسُولِهِ وَلَمْ يَأْذَنْ لَكُمْ وَإِنَّمَا أَذِنَ لِي فِيهَا سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ ثُمَّ عَادَتْ حُرْمَتُهَا الْيَوْمَ كَحُرْمَتِهَا بِالْأَمْسِ وَلْيُبَلِّغْ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ۔ [242]

ترجمہ: حضرت ابو شریح رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: سو جو شخص مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے قتال پر

---

241 (صحیح بخاری، کتاب العلم، باب: قول النبی ﷺ، رب مبلغ اوعیٰ من سامع، رقم الحدیث: ٦٧، دار الکتاب العربی، بیروت، صحیح مسلم، کتاب: القسامۃ والمحاربین، باب: تغلیظ تحریم الدماء، رقم الحدیث: ۴۳۸۳، دار الکتاب العربی، بیروت، سنن ابن ماجہ، باب: من بلغ علماء، رقم الحدیث: ۲۳۳، الفتن لنعیم بن حماد، رقم الحدیث: ۴۵۳، سنن دارمی، رقم الحدیث: ۱۹۱۲، السنن الکبریٰ للنسائی، رقم الحدیث: ۴۰۹۱، صحیح ابن حبان، رقم الحدیث: ۳۸۴۸، السنن الکبریٰ للبیہقی، ج۳، ص۲۹۸، مصنف ابن ابی شیبہ، ج۱۵، ص۲٦، مسند البزار، رقم الحدیث: ۳٦۱٦، مسند احمد، رقم الحدیث: ۲۰۳۸۷)

242 (صحیح بخاری، کتاب: العلم، باب: لیبلغ الشاھد الغائب، رقم الحدیث: ۱۰۴، دار الکتاب العربی، بیروت، صحیح مسلم، کتاب: الحج، باب: تحریم مکۃ، رقم الحدیث: ۳۳۰۴، دار الکتاب العربی، بیروت، سنن الترمذی، کتاب الحج، باب: ماجاء فی الدعاء فی الصلوٰۃ علی الجنازۃ، رقم الحدیث: ۱۴۹۸ دار السلام، ریاض، صحیح ابن حبان، رقم الحدیث: ۳۰۷۰، المستدک، رقم الحدیث: ۱۳٦٦، الدعاء للطبرانی، رقم الحدیث: ۱۱۷۴، السنن الکبریٰ للبیہقی، ج۴، ص۴۱، مسند امام احمد، ج۲، ص۳٦۷)

رخصت پر استدلال کرے تو اس سے کہو: بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اجازت دی تھی اور تمہیں اجازت نہیں دی ہے اور مجھے اس میں صرف دن کی ایک ساعت میں اجازت تھی، آج اس کی حرمت پھر لوٹ آئی ہے جیسا کہ کل اس کی حرمت تھی اور شاہد (حاضر) کو چاہیئے غائب کو (یہ حدیث) پہنچادے۔

اسی طرح نماز جنازہ میں جو معروف دعا پڑھی جاتی ہے، اس میں بھی شاہد کے بمعنی حاضر کے ہے، حدیث میں ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: كَانَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى عَلَى جِنَازَةٍ قَالَ: "اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا، وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا، وَصَغِيرِنَا وَكَبِيرِنَا، وَذَكَرِنَا وَأُنْثَانَا۔[243]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم جب کسی جنازہ پر نماز پڑھتے تو عرض کرتے: اے اللہ! ہمارے زندہ کو اور مردہ کو بخش دے اور ہمارے شاہد (حاضر) کو اور غائب کو بخش دے اور ہمارے چھوٹے اور بڑے کو بخش دے اور ہمارے مرد و عورت کو بخش دے۔

243 (سنن ابو داؤد، کتاب الجنائز، باب الدعاء للمیت، رقم الحدیث: ۳۲۰۱، دار السلام، ریاض، سنن الترمذی، کتاب الجنائز، باب: ما یقول فی الصلوٰۃ علی المیت: رقم الحدیث: ۱۰۲۹، دار المعرفہ، بیروت، سنن ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب: ما جاء فی الدعاء فی الصلوٰۃ علی الجنازۃ، رقم الحدیث: ۱۴۹۸، دار السلام، ریاض، صحیح ابن حبان، رقم الحدیث: ۳۰۷۰، المستدرک، رقم الحدیث: ۱۳۶۶، الدعاء للطبرانی، رقم الحدیث: ۱۱۷۴، السنن الکبریٰ للبیہقی، ج۴، ص ۴۱، مسند امام احمد، ج۲، ص۳۶۷)

عَنْ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ شَهِدَ الْجَنَازَةَ حَتَّى يُصَلِّيَ فَلَهُ قِيرَاطٌ وَمَنْ شَهِدَ حَتَّى تُدْفَنَ كَانَ لَهُ قِيرَاطَانِ قِيلَ وَمَا الْقِيرَاطَانِ قَالَ مِثْلُ الْجَبَلَيْنِ الْعَظِيمَيْنِ۔[244]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: جو جنازہ پر حاضر ہوا یہاں تک کہ اس نے جنازہ کی نماز پڑھی تو اس کو ایک قیراط اجر و ثواب ملے گا اور جو دفن تک حاضر رہا تو اس کو دو قیراط اجر و ثواب ملے گا۔ عرض کی گئی: دو قیراط سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: دو عظیم پہاڑوں کی مثل ثواب۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَصُومُ الْمَرْأَةُ وَبَعْلُهَا شَاهِدٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ۔[245]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: خاوند کی موجودگی میں عورت روزہ نہ رکھے (یعنی نفلی روزہ) مگر اس کی اجازت کے ساتھ۔

عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، قَالَ: صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا الصُّبْحَ، فَقَالَ: أَشَاهِدٌ فُلَانٌ، قَالُوا: لَا، قَالَ: أَشَاهِدٌ فُلَانٌ، قَالُوا: لَا، قَالَ: «إِنَّ هَاتَيْنِ الصَّلَاتَيْنِ أَثْقَلُ الصَّلَوَاتِ عَلَى الْمُنَافِقِينَ۔[246]

---

[244] (صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب: من انتظر حتی تدفن، رقم الحدیث: ۱۳۲۵، دار الکتاب العربی، بیروت، صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب فصل الصلوٰۃ علی الجنازۃ واتباعھا، رقم الحدیث: ۲۱۸۹، دار الکتاب العربی، بیروت، سنن النسائی، کتاب الجنائز، باب: ثواب من صلی علی جنازۃ، رقم الحدیث: ۱۹۹۱، دار الفکر، بیروت)

[245] (صحیح بخاری، کتاب: النکاح، باب: صوم المرأۃ باذن زوجھا تطوعا، رقم الحدیث: ۵۱۹۲، دار الکتاب العربی، بیروت، صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب: ما انفق العبد من مال مولاہ، رقم الحدیث: ۲۳۷۰، دار الکتاب العربی، بیروت، مسند احمد، رقم الحدیث: ۸۱۹۵، صحیح ابن حبان، ۳۵۷۲، سنن دارمی، ج۲، ص ۱۲)

[246] (سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب: فی فضل صلاۃ الجماعۃ، رقم الحدیث: ۵۵۴، دار السلام، ریاض)

ترجمہ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ہمیں ایک دن فجر کی نماز پڑھائی تو آپ نے پوچھا: کیا فلاں (نماز میں) حاضر ہوا ہے؟ انہوں نے عرض کی: نہیں! پھر فرمایا: کیا فلاں نماز میں حاضر ہوا ہے؟ انہوں نے عرض کی: نہیں! آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: بے شک یہ دو نمازیں منافقین پر تمام نمازوں سے زیادہ بھاری ہیں۔

قَالَتْ عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنها: يَرْحَمُ اللّٰهُ أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ مَا اعْتَمَرَ عُمْرَةً إِلَّا وَهُوَ شَاهِدُهُ۔[247]

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ابوعبدالرحمٰن پر رحم فرمائے! رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے جو بھی عمرہ فرمایا تو وہ اس وقت موجود تھے۔

قارئین! احادیث کے تتبع سے ایسی سینکڑوں احادیث پیش کی جاسکتی ہیں کہ جن میں "شاہد" کا لفظ حاضر اور موجود ہونے کے معنی میں استعمال ہوا ہے، طوالت کے خوف سے صرف چند آیات و احادیث پیش کی ہیں جو کہ طالبانِ حق اور صاحبانِ فہم و بصیرت کے لئے کافی ووافی ہیں۔ اب چند جلیل القدر ائمہ و محققین کی تصریحات ملاحظہ فرمائیں، اس پر کہ شہد، شاہد اور شہید کے معنی میں حضوری، مشاہدہ اور موجودگی کا معنی پایا جاتا ہے۔

امام راغب اصفہانی مفردات میں بیان کرتے ہیں:

الشُّهُودُ والشَّهَادَةُ: الحضور مع المشاهدة، إمّا بالبصر، أو بالبصيرة۔[248]

---

[247] (صحیح بخاری، کتاب العمرة، باب: كم اعتمر النبی ﷺ، رقم الحدیث: ۱۷۷۵، دار الکتاب العربی، بیروت، صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۳۰۳۶، سنن الترمذی، رقم الحدیث: ۹۳۶، سنن ابن ماجه، رقم الحدیث: ۲۹۹۸)

[248] (المفردات فی غریب القرآن، ص ۲۷۱، قدیمی کتب خانه، کراچی)

ترجمہ: شہود اور شہادت کا معنی ہے: مشاہدہ کے ساتھ موجود ہونا، مشاہدہ خواہ بصارت کے ساتھ ہو یا بصیرت کے ساتھ۔

لغت کی مستند کتاب ”المنجد“ میں ”شہید“ کا معنی یہ لکھا ہے:

”الشَہید و الشِہید“ حاضر، گواہی میں امانت دار، وہ ذات جس کے علم سے کوئی چیز غائب نہ ہو۔[249]

امام قرطبی مالکی فرماتے ہیں:

فاما الشهادة، فصفة سمی حاملها بالشاهد ویبالغ بشهید، و الشهادة ثلاثة شروط لا تتم الا بتمامها وهی الحضور، والوعی، والادا، اما الحضور: فهو شهود الشاهد المشهود۔ والوعی: زم ما شاهده وعلمه فی شهوده، والاداء: هو الاتیان بالشهادة علی وجهها دفی موضع الحاجة الیٰ ذلک، هذا معنی الشهادة۔[250]

ترجمہ: بہر حال شہادت، تو وہ ایک صفت ہے جس کے اٹھانے والے کو شاہد اور مبالغةً شہید کہا جاتا ہے (یعنی شہید میں شاہد کی بہ نسبت زیادہ مبالغہ ہوتا ہے) اس لئے شاہد کا وزن فاعل ہے اور شہید کا وزن فعیل ہے۔ جیسے کریم اور رحیم۔ تو فعیل میں فاعل کی بہ نسبت زیادہ مبالغہ ہوتا ہے۔ شہادت کی تین شرائط ہیں، ان کے بغیر شہادت مکمل نہیں ہوتی: ۱۔ موقع پر حاضر ہونا ۲۔ اس کو محفوظ کرنا، ۳۔ اس کی ادائیگی کرنا۔

بہر حال حضور کا معنی ہے: گواہ، مشہود کو دیکھے۔ الوعی کا معنی ہے: جو اس نے دیکھا اسے محفوظ رکھے۔ اور ”الاداء“ کا معنی ہے: ضرورت کے وقت گواہی اسی طرح ادا کرے۔

---

249 (المنجد، ص ۴۵۰، خزینہ علم وادب، اردو بازار، لاہور)

250 (التذکرة، ص ۱۴۵، دار الکتب العربی، بیروت)

علامہ ابو بکر محمد بن الحسن الازدی لکھتے ہیں:

والشاھد: خلاف الغائب۔[251]

ترجمہ: شاہد غائب کے بر خلاف یعنی حاضر کو کہتے ہیں۔

امام ابو نصر الفارابي لکھتے ہیں:

والمشاهدة: المعاينة. وشهده شُهوداً: أي حَضَرَه، فهو شاهدٌ. وقومٌ شُهودٌ، أي حُضورٌ۔[252]

ترجمہ: مشاہدہ کا معنی معائنہ کرنا، دیکھا اور **شہد، شہود** کا معنی ہے: حاضر ہونا تو حاضر کو شاہد کہتے ہیں اور قوم شہود سے مراد ہے: حاضر قوم۔

یہاں تک ائمہ لغت کی تصریحات سے بھی معلوم ہو گیا کہ "**شَهِدَ**" اور "**شَاهِدٌ**" میں حضوری اور مشاہدہ و معائنہ کا معنی پایا جاتا ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو شاہد قرار دیا اور علی الاطلاق قرار دیا۔ ائمہ لغت اور قرآن و حدیث کی تائیدات کی وجہ سے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ نے **شاھد** کا ترجمہ "حاضر و ناظر" کیا ہے اور یہ ترجمہ قرآن و حدیث اور لغت کے عین مطابق ہے۔ بعض لوگ اس ترجمہ پر تنقید کرتے ہیں اور حاضر و ناظر کے لفظ سے سیخ پا ہو کر **العیاذ باللہ** کفر و شرک کے فتوے لگا دیتے ہیں، ان لوگوں کو سوچنا چاہیئے کہ قرآن و حدیث کے سینکڑوں مقامات پر جو شہادت "**شَهِدَ**" اور **شاھد** کا لفظ حضوری اور حاضر و ناظر ہونے کے معنی میں استعمال ہوا ہے، تو کیا وہاں بھی کفر و شرک لازم آئے گا؟ اور وہاں بھی اسی

---

251 (جمهرة اللغة، ج ۲، ص ۶۵۳، بیروت)

252 (الصحاح تاج اللغة وصحاح العربية، ج ۲، ص ۴۳۴)

طرح تنقید کی جائے گی؟ اور جب وہاں تنقید نہیں کی جاتی تو یہاں لفظ **"شاھد"** کو حاضر وناظر کے معنی میں لینے پر کیوں تنقید کی جاتی ہے؟

حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حاضر وناظر ہونے کی بحث

"حاضر وناظر" ایک اصطلاح ہے اور اصطلاحات میں وسعت وگنجائش ہوتی ہے، لہٰذا اگر کوئی "حاضر وناظر" کی اصطلاح استعمال نہ بھی کرے اور حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام پر لفظ "شاہد" یا گواہ کا اطلاق کرے اور گواہی کی تمام مقتضیات ولوازمات کو تسلیم کرے تو اہل سنت کا اس سے کوئی نزاع واختلاف نہیں۔ اہل سنت کے علماء نے ان سینکڑوں نصوص وتصریحات ائمہ جن سے شاہد کا معنی "حاضر" ثابت ہوتا ہے، کے پیش نظر حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام پر "حاضر وناظر" کا اطلاق کیاہے۔ لیکن اس باب میں اہل سنت کے عقیدہ کی وضاحت از حد ضروری ہے، بعض کم فہم اور کج فہم نادان لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اہل سنت کے نزدیک حضور اکرم شفیع معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے "حاضر وناظر" ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام جسمانی طور پر ہر جگہ موجود ہیں اور ناظر ہیں، پھر وہ اس مفہوم کو نشانۂ تضحیک بناتے ہیں اور کبھی کہتے ہیں کہ جب حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام "حاضر وناظر" ہیں تو تم لوگ آواز کیوں بلند کرتے ہو؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر جگہ موجود ہیں تو تم لوگ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی موجودگی میں دوسرے سے امامت کیوں کرواتے ہو؟ یہ سب رکیک اور سطحی باتیں ہیں اور حاضر وناظر کے تصور سے ناآشنائی اور جہالت پر مبنی باتیں ہیں۔ اس لئے کہ یہ سب باتیں یعنی امام کا ہونا یا آواز کا اونچا ہونا، اس صورت میں ہے کہ جب ہم حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جسمانی طور پر ہر جگہ موجود مانتے ہیں، جب اہل سنت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ

وسلم کو جسمانی طور پر ہر جہ حاضر نہیں مانتے بلکہ جسد حقیقی کو قبر انور میں مانتے ہیں تو اس قسم کے اعتراضات بالکلیہ ساقط الا عتبار ہیں۔

اہل سنت کے نزدیک حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے حاضر وناظر ہونے کا مفہوم کیاہے؟اس کو ہم چند مقدمات سے ترتیب دے کر پھر دلائل کا سلسلہ شروع کریں گے۔

حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حاضر ہونے کا مفہوم یہ ہے:

ا۔ حضور نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اپنی قبر انور میں حسی حیات کے ساتھ دنیاوی حیات سے اقویٰ واعلیٰ حیات کے ساتھ زندہ ہیں اور آپ کے تمام حواس وادراکات مثل سمع وبصر، دنیوی حیات کی بہ نسبت زیادہ قوی اور زیادہ کامل ہیں۔

۲۔ حضور نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے لئے تمام بر وبحر اور مشرق ومغرب بلکہ آسمان وزمین کی وسعتوں کو سمیٹ دیا گیاہے اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی قبر انور میں دور کی اشیاء کو اس طرح ملاحظہ فرماتے ہیں اور دور کی اصوات کو اس طرح سنتے ہیں کہ جیسے کہ قریب کی اشیاء کو دیکھتے اور سنتے ہیں، باذن اللہ تعالیٰ!

۳۔ نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر امت کے تمام افراد کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں۔ امت خواہ اُمت اجابت ہو اُمت دعوت، افراد خواہ متقین ومطیعین ہوں یا فاجرین وفاسقین آپ پر تمام کے اعمال پیش ہوتے ہیں۔

۴۔ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام جسدِ مثالی کے ساتھ کائنات کی سیر فرماتے ہیں اور اپنے غلاموں کو مشرف بہ دیدار بھی فرماتے ہیں اور کسی غلام کے پاس قدم رنجہ بھی فرماسکتے ہیں۔

۵۔ صوفیاء کے نزدیک اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی روح کو جانِ کائنات بنایا ہے اور آپ کی روح کائنات میں ایسی ہے کہ جیسے جسم میں روح نے حلول اور سرایت کیا ہوتا ہے، اس کا معنی یہ ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح مبارک اپنے امتیوں سے قریب ہے اور آپ روحانی و نورانی طور پر اُمت سے بعید نہیں ہیں۔

اب ان تمام مقدمات پر تفصیلی دلائل بعون اللہ تعالیٰ ملاحظہ فرمائیں:

مقدمہ نمبر ۱: حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی برزخی حیات پر دلائل

حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی برزخی حیات پر پوری امت کے محققین کا اتفاق و اجماع ہے اور امت میں کوئی ایسا قابل ذکر عالم نہیں سوائے چند وہابیہ اور اہل حدیثوں کے کہ جس نے اس میں اختلاف کیا ہو، یہ عقیدہ پوری امت کے مابین متفق علیہ ہے۔ جیسا کہ عنقریب تصریحاتِ ائمہ سے ثابت ہو گا۔ سر دست ایک فرمان شیخ عبد الحق محدث دہلوی کا پڑھ لیں جن کی شخصیت پر تمام مسالک کے علماء کا اتفاق و اطباق ہے اور وہ مجدد وقت تھے، آپ فرماتے ہیں:

بچندیں اختلاف و کثرت مذاہب کہ در علمائے اُمت است یک کس را دریں مسئلہ خلاف نیست کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم بحقیقت حیات حسی زندہ است و بر اعمال امت حاضر و ناظر است۔ (اقرب السبل)

ترجمہ: اس امت میں بہت اختلاف اور کثیر مذاہب ہیں لیکن علمائے امت میں سے کسی ایک کا اس مسئلہ میں اختلاف نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اپنی قبر انور میں حقیقی، حسی حیات کے ساتھ زندہ ہیں اور امت کے اعمال پر حاضر وناظر ہیں۔

حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قبر انور میں زندہ ہونے کی پہلی دلیل یہ آیت کریمہ ہے:

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً (النحل ۹۷)

ترجمہ: جو کوئی مرد یا عورت نیک عمل کرے بشرطیکہ وہ مؤمن ہو تو ہم ضرور اس کو پاکیزہ زندگی عطا فرمائیں گے۔

اس آیت سے استدلال اس طرح ہے کہ آیت میں فاء جزائیہ ہے اور تعقیب مع الوصل کے لئے ہے جو کہ فوری ترتب کا تقاضا کرتی ہے۔ سو یہ پاکیزہ زندگی نیک ایمان والوں کو قبر میں نصیب ہوگی کیونکہ قبر وآخرت، دارالجزاء ہیں اور فاء جزائیہ ہے اور اس کے فوری ترتب کے تقاضا کے پیش نظر یہاں قبر وبرزخ کی حیات مراد ہے جیسا کہ احادیثِ کثیرہ متواترہ سے ثابت ہوتا ہے کہ مؤمن کی قبر کو کشادگی دے دی جاتی ہے، جنت کی طرف سے کھڑکی کھل جاتی ہے اور اسے جنتی بچھونے اور جنتی نعمتیں عطا کر دی جاتی ہیں۔

فخر الملۃ والدین امام فخر الدین رازی شافعی فرماتے ہیں:

قَالَ السُّدِّيّ إِنَّ هَذِهِ الْحَيَاةَ الطَّيِّبَةَ إِنَّمَا تَحْصُلُ فِي الْقَبْرِ۔[253]

ترجمہ: سدی نے کہا کہ یہ پاکیزہ حیات قبر میں حاصل ہوگی۔

---

[253] (التفسیر الکبیر، ج۷، ص ۲۶۱، دار الفکر، بیروت)

سید محمد آلوسی حنفی فرماتے ہیں:

قال شریک: هي حياة تكون في البرزخ فقد جاء القبر روضة من رياض الجنة أو حفرة من حفر النار۔ [254]

ترجمہ: شریک نے کہا کہ یہ حیات برزخی حیات ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے: "القبر روضة من رياض الجنة او حفرة من حفر النار" (سنن الترمذی) قبر جنت کے باغوں سے باغ ہے یا جہنم کے گڑھوں سے گڑھا ہے"۔

یہی قول علامہ ابن جوزی نے "زاد المیسر" میں نقل فرمایا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں: زاد المیسر، ج ۲، ص ۵۸۲۔

سو اگر ایک عام مؤمن کو قبر میں حیات میسر آتی ہے تو جس محبوب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے توسل و تصدق سے ایمان و تقویٰ کی دولت میسر آئی ہے وہ حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی قبر انور میں زندہ کیوں نہیں ہوں گے؟

دوسری دلیل

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللهِ وَكُنْتُمْ أَمْوَاتًا فَأَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ (البقرۃ ۲۸)

ترجمہ: تم اللہ تعالیٰ کا کیسے انکار کرسکتے ہو حالانکہ تم مردہ تھے، پس اللہ تعالیٰ نے تمہیں زندہ فرما دیا، پھر تمہیں موت دے گا، پھر تمہیں زندہ فرمائے گا، پھر تم اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

---

[254] (تفسیر روح المعانی، ج ۱۴، ص ۲۲۲، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اس آیت کریمہ میں "ثم الیہ ترجعون" سے مراد آخرت میں لوٹنا اور پلٹنا ہے اور آخرت میں پلٹنے سے قبل اور "ثم یمیتکم" کے بعد ایک حیات ہے جس کو "ثم یحییکم" کے ساتھ بیان فرمایا ہے، کئی مفسرین کے نزدیک یہاں آخرت کی حیات نہیں ہے کیوں کہ اس کا مستقل ذکر "ثم الیہ ترجعون" میں فرما دیا گیا ہے تو یہاں لا محالہ آخرت سے قبل کی حیات کا بیان ہے اور وہ قبر و برزخ کی حیات ہے۔

مفسر شہیر امام فخر الدین رازی شافعی فرماتے ہیں:

وَلِقَائِلٍ أَنْ يَقُولَ: إِنَّ اللّٰہَ تَعَالَى ذَكَرَ حَيَاةَ الْقَبْرِ فِي هَذِهِ الْآيَةِ. لأن قوله في يحييكم ليس هو الحياة الدائمة وإلا لم صَحَّ أَنْ يَقُولَ: ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ لِأَنَّ كَلِمَةَ ثُمَّ تَقْتَضِي التَّرَاخِي، وَالرُّجُوعُ إِلَى اللّٰهِ تَعَالَى حَاصِلٌ عَقِبَ الْحَيَاةِ/ الدَّائِمَةِ مِنْ غَيْرِ تَرَاخٍ فَلَوْ جَعَلْنَا الْآيَةَ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ دَلِيلًا عَلَى حَيَاةِ الْقَبْرِ كَانَ قَرِيبًا۔[255]

ترجمہ: کہنے والا یہ کہہ سکتا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں قبر کی حیات اور زندگی کو بیان فرمایا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے فرمان "ثم یحییکم" میں ابدی حیات (یعنی آخرت کی زندگی) مراد نہیں ہے ورنہ یہ "ثم الیہ ترجعون" کہنا صحیح نہ ہوتا، کیونکہ کلمہ "ثم" تراخی کو چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع تو دائمی حیات کے فورًا بعد ہو جائے گا، پس اگر ہم اس آیت کو اس طریقے سے قبر کی حیات پر دلیل بنائیں تو یہ بات آیت کے اسلوب کے قریب ہے۔

حافظ عماد الدین اسماعیل بن کثیر الدمشقی لکھتے ہیں:

قَالَ الثَّوْرِيّ عَنْ السُّدِّيّ عَنْ أَبِي صَالِح " كَيْف تَكْفُرُونَ بِاَللّٰهِ وَكُنْتُمْ أَمْوَاتًا، الخ" قَالَ يُحْيِيكُمْ فِي الْقَبْر ثُمَّ يُمِيتكُمْ۔[256]

---

255 (التفسیر الکبیر، ج ا، ص ۲۱۴، دار الفکر، بیروت)

256 (تفسیر ابن کثیر، ج ا، ص ۸۶، مؤسسة الریان، بیروت)

ترجمہ: ثوری نے سدی سے روایت کیا انہوں نے ابو صالح سے روایت کیا، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ أَمْوَاتًا، الخ" فرمایا: (ثم یحییکم) سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں قبر میں زندہ فرمائے گا، پھر تمہیں موت دے گا۔

علامہ ابو السعود اس آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ثم یحییکم بالنشور یوم ینفخ فی الصور او السوال فی القبور وایاما کان فھو متراخ من زمان الاماتۃ۔[257]

ترجمہ: پھر وہ تمہیں زندہ کرے گا کا مطلب یہ ہے کہ نفخۂ ثانیہ کے بعد قبروں سے تمہیں نکالے گا، یا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ قبور میں سوال کے لئے تمہیں زندہ فرمائے گا، کچھ بھی ہو یہ حیات زمانہ اماتت کے بعد ہو گی۔

یہی عبارت تفسیر بیضاوی، جلد اول، ص ۱۵۰ پر بھی ہے۔

اس معنی اور مفہوم کی تائید بہت سی احادیث صحیحہ سے ہوتی ہے جن کو یہاں خوفِ طوالت سے ذکر نہیں کیا جا رہا۔ صرف ایک روایت جو محدثین کے نزدیک درجۂ صحت پر پہنچی ہوئی ہے، ملاحظہ فرمائیں:

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِي جِنَازَةِ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَانْتَهَيْنَا إِلَى الْقَبْرِ، وَلَمَّا يُلْحَدْ، فَجَلَسَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَجَلَسْنَا حَوْلَهُ، كَأَنَّ عَلَى رُءُوسِنَا الطَّيْرَ، وَفِي يَدِهِ عُودٌ يَنْكُتُ فِي الْأَرْضِ، فَرَفَعَ رَأْسَهُ، فَقَالَ: "اسْتَعِيذُوا بِاللهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ مَرَّتَيْنِ، أَوْ ثَلَاثًا"، ثُمَّ قَالَ: "إِنَّ الْعَبْدَ الْمُؤْمِنَ إِذَا كَانَ فِي انْقِطَاعٍ مِنَ الدُّنْيَا وَإِقْبَالٍ مِنَ الْآخِرَةِ، نَزَلَ إِلَيْهِ مَلَائِكَةٌ مِنَ السَّمَاءِ بِيضُ الْوُجُوهِ، كَأَنَّ وُجُوهَهُمُ الشَّمْسُ، مَعَهُمْ كَفَنٌ مِنْ أَكْفَانِ الْجَنَّةِ، وَحَنُوطٌ مِنْ حَنُوطِ الْجَنَّةِ، حَتَّى يَجْلِسُوا مِنْهُ مَدَّ الْبَصَرِ، ثُمَّ يَجِيءُ مَلَكُ

[257] (تفسیر ابو السعود، جلد اول، ص ۶۲)

الْمَوْتِ، عَلَيْهِ السَّلَامُ، حَتَّى يَجْلِس عِنْدَ رَأْسِهِ، فَيَقُولُ: أَيَّتُهَا النَّفْسُ الطَّيِّبَةُ، اخْرُجِي إِلَى مَغْفِرَةٍ مِنَ اللهِ وَرِضْوَانٍ". قَالَ: "فَتَخْرُجُ تَسِيلُ كَمَا تَسِيلُ الْقَطْرَةُ مِنْ فِي السِّقَاءِ، فَيَأْخُذُهَا (الیٰ) حَتَّى يُنْتَهَى بِهِ إِلَى السَّمَاءِ السَّابِعَةِ، فَيَقُولُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: اكْتُبُوا كِتَابَ عَبْدِي فِي عِلِّيِّينَ، وَأَعِيدُوهُ إِلَى الْأَرْضِ، فَإِنِّي مِنْهَا خَلَقْتُهُمْ، وَفِيهَا أُعِيدُهُمْ، وَمِنْهَا أُخْرِجُهُمْ تَارَةً أُخْرَى". قَالَ: "فَتُعَادُ رُوحُهُ فِي جَسَدِهِ، فَيَأْتِيهِ مَلَكَانِ، فَيُجْلِسَانِهِ، فَيَقُولَانِ لَهُ: مَنْ رَبُّکَ؟، الخ۔[258]

ترجمہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ ہم نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے ساتھ ایک انصاری کے جنازہ کی طرف گئے۔ پس جب ہم قبر تک پہنچے تو وہ ابھی تک کھودی نہیں گئی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تشریف فرما ہو گئے اور ہم حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے ارد گرد بیٹھ گئے، یوں کہ گویا ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے تھے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے دست مبارک میں لکڑی تھی جس سے آپ زمین کو کرید رہے تھے، پھر آپ نے اپنا رخ انور اٹھایا اور فرمایا: قبر کے عذاب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو۔ آپ نے دو یا تین مرتبہ فرمایا، پھر فرمایا: بندۂ مؤمن کا جب دنیا سے منقطع ہونے کا اور آخرت کی طرف متوجہ ہونے کا وقت آتا ہے تو آسمان سے سفید چہروں والے فرشتے اس کی طرف اترتے ہیں، گویا کہ ان کے چہرے سورج کی طرح منور ہوتے ہیں۔ ان کے پاس جنتی کفن اور جنتی خوشبو ہوتی ہے، حتیٰ کہ وہ اس کے پاس حدِ نظر تک بیٹھ جاتے ہیں، پھر ملک الموت علیہ السلام آتے ہیں اور اس کے سر کے پاس بیٹھ جاتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں: اے اطمینان والی جان! لوٹ جا اللہ کی مغفرت اور اس کی رضا کی طرف۔ فرمایا: تو اس کی روح (اس طرح آسانی

---

258 (مسند احمد، رقم الحدیث: ۱۸۵۳۴، مصنف ابن ابی شیبۃ، رقم الحدیث: ۱۲۰۵۹، السنۃ لعبد اللہ بن احمد، رقم الحدیث: ۱۴۳۸، الشریعۃ للاجری، رقم الحدیث: ۱۸۶۴، الایمان لابن مندہ، رقم الحدیث: ۱۰۶۴، اثبات عذاب القبر للبیھقی، رقم الحدیث: ۴۴، شعب الایمان، رقم الحدیث: ۳۹۰، سنن ابی داؤد، کتاب السنۃ، باب: المسالۃ فی القبر وعذاب القبر، رقم الحدیث: ۴۷۵۳، المستدرک، ج ۱، ص ۳۹)

سے) نکلتی ہے جیسے مشک میں سے پانی کے قطرے نکلتے ہیں پھر وہ اس کی روح کو پکڑتے ہیں۔۔۔ الیٰ۔۔۔ یہاں تک کہ وہ اس کی روح کو ساتویں آسمان تک لے جاتے ہیں، تو اللہ رب العزت فرماتا ہے: میرے بندہ کا نامۂ اعمال علیین مین درج کرو اور اس کو زمین کی طرف لوٹا دو کیونکہ میں نے ان کو مٹی سے ہی پیدا فرمایا ہے اور اسی میں ان کو لوٹاؤں گا اور اسی سے ان کو دوبارہ نکالوں گا۔ (حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا:) پھر اس بندۂ مومن کی روح اس کے بدن میں پلٹا دی جاتی ہے، اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں جو اس کو بٹھاتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں: بتا! تیرا رب کون ہے؟ الیٰ آخر الحدیث۔

اس حدیث کے متعلق امام حاکم فرماتے ہیں:

ھذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین۔[259]

ترجمہ: یہ حدیث شیخین کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔

علامہ ذہبی اس روایت کے متعلق فرماتے ہیں:

وھو علیٰ شرطھما فقد احتجا بالمنھال۔[260]

ترجمہ: یہ روایت بخاری اور مسلم کی شرط پر صحیح ہے کیونکہ امام بخاری اور امام مسلم دونوں نے منھال سے احتجاج کیا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کے استاد حافظ نور الدین الہیثمی اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں:

رواہ احمد ورجالہ رجال صحیح۔[261]

ترجمہ: اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحیح اور ثقہ ہیں۔

---

259 (مستدرک، ج ۱، ص ۳۹)

260 (تلخیص المستدرک، ج ۱، ص ۳۸)

261 (مجمع الزوائد، ج ۳، ص ۵۰)

علامہ منذری فرماتے ہیں:

قال البیهقی: هذا حدیث صحیح الاسناد۔[262]

حافظ ابن قیم لکھتے ہیں:

هذا حدیث مشهور مستفیض صححه جماعة من الحفاظ ولا نعلم احدًا من ائمة الحدیث طعن فیه بل رووه فی کتبهم وتلقون بالقبول وجعلوه اصلاً من اصول الدین فی عذاب القبر ونعیمه ومسئلة منکر ونکیر وقبض الارواح وصعودها الی بین یدی الله ثم رجوعها الی القبر۔[263]

ترجمہ: یہ حدیث مشہور اور مستفیض ہے، حفاظ کی ایک جماعت نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اور ہم نہیں جانتے کہ ائمہ حدیث میں سے کسی ایک نے اس حدیث میں طعن کیا ہو بلکہ انہوں نے اس حدیث کو اپنی کتابوں میں نقل فرمایا ہے اور اس کو قبول کیا ہے اور انہوں نے اس حدیث کو اصولِ دین کی ایک اصل بنایا، عذاب وراحت میں، منکر نکیر کے سوال و جواب، ارواح کے قبض کرنے اور ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف لے جانے اور پھر ان کو قبر کی طرف لوٹانے کے سلسلہ میں۔

اسی طرح علامہ قرطبی نے التذکرہ صفحہ ۳۴ پر، ابن تیمیہ نے شرح حدیث النزول، ص ۴۷ پر، قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے تفسیر مظہری، ج ۱۰، ص ۲۲۴ پر، علامہ سبکی نے شفاء السقام، ص ۱۵۰ پر، مولانا عبدالعزیز فرہاوری نے نبراس، ص ۳۲۴ اور مسلک دیوبند کی ثقہ شخصیت مولوی سرفراز خان گکھڑوی نے تسکین الصدور، ص ۱۱۰ پر اس حدیث کو صحیح اور رواۃ کو ثقہ قرار دیا ہے۔

محل استدلال واستشہاد یہ ہے کہ اگر ایک عام میت اپنی قبر میں زندہ ہوتی ہے اور اس کی حیات نصوصِ قرآنی سے اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اور اس کا انکار غوایت و گمراہی ہے تو نبی مکرم،

---

262 (الترغیب والترهیب، ج ۲، ص ۲۶۵)

263 (کتاب الروح، ص ۵۸، ۵۹)

رسول معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اپنی قبر انور میں زندہ بحیات کیوں نہیں ہوں گے جو کہ مخلوقات کے ہر کمال میں برزخِ کبریٰ اور وسیلۂ عظمیٰ ہیں اور جن کی متابعت اور غلامی سے غلام و امتی حیاتِ جاوداں پارہے ہیں تو کتنی سخت بے قدری ہوگی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی۔ کہ اگر آپ کو آپ کی قبر میں مردہ اور العیاذ باللہ تعالیٰ شعور و ادراک سے بے بہرہ مانا جائے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ تو اس بندے کو بھی ملحد قرار دیتے ہیں کہ جو عام میت کی حیات اور اس کے ادراک و شعور کا انکار کرے، تو سوچیئے ان کے نزدیک حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی برزخی حیات کا انکار کس قدر اشد واغلظ ہوگا۔

حضرت شاہ صاحب کے الفاظ یہ ہیں:

بالجملہ انکار شعور وادراک اموات اگر کفر نباشد در الحاد بودن او شبہ نیست۔[264]

ترجمہ: حاصل کلام یہ ہے کہ اگر اموات کے ادراک و شعور کا انکار کفر نہ ہو تو اس کے الحاد ہونے میں تو کوئی شبہ نہیں ہے۔

تیسری اور چوتھی دلیل

اللہ ذوالمجد والعلیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلَاتَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلٰكِنْ لَاتَشْعُرُونَ (البقرۃ ۱۵۴)

ترجمہ: اور تم مردہ نہ کہو ان کو جو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں قتل کیے جائیں بلکہ وہ زندہ ہیں، ہاں تمہیں خبر نہیں۔

---

264 (فتاویٰ عزیزی، ج ۱، ص ۸۸)

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ (۱۶۹) فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ (آل عمران ۱۷۰)

ترجمہ: اور جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارے گئے ہر گز ان کو مردہ خیال نہ کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں روزی پاتے ہیں، شاد ہیں اس پر جو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے دیا ہے۔

ان دو آیات سے معلوم ہوا کہ شہید زندہ ہیں اور ان کی حیات قرآن مجید کی نصِ قطعی سے ثابت ہے۔ یہ آیات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور بالخصوص نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی برزخی حیات پر متعدد وجوہ سے بڑی واضح دلیل ہیں۔ ان میں سے چند یہ ہیں:

۱۔ قرآن عظیم الشان کی نص قطعی سے ثابت ہے کہ شہداء تیسرے درجے پر فائز ہیں جبکہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پہلے درجے پر فائز ہیں۔

اللہ جل مجدہٗ نے ارشاد فرمایا:

وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَئِكَ رَفِيقًا (النساء ۶۹)

ترجمہ: جو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ کی اطاعت کرے تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہو گا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے، وہ نبی، صدیق، شہید اور صالح لوگ ہیں اور یہ کتنے اچھے ساتھی ہیں۔

سو پہلا درجہ نبوت کا ہے اور تیسرا درجہ شہادت کا۔ تو بڑے تعجب کی بات ہو گی کہ تیسرے درجے پر فائز ہونے والے تو حیاتِ جاوداں سے سرفراز ہو جائیں اور پہلے درجے والے حیاتِ جاوداں سے محروم رہیں۔ بلکہ یہ ترتیب اس امر کی متقاضی ہے کہ حیاتِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام، حیاتِ شہداء سے اقویٰ و اکمل ہے کیونکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا مرتبہ ومقام، عزت ووجاہت، شہداء سے فزوں تر ہے۔

چنانچہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ:

حیـاتـ انبیاء قوی تراز حیـاتـِ اولیـاء و حیـاتـ شہـداء۔[265]

ترجمہ: انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیاتِ برزخی، اولیاء اور شہداء کی زندگیوں سے زیادہ قوی ہے۔

دلیل یہ ہے کہ شہید کے مرنے کے بعد اس کی بیوی سے بعد از عدت نکاح کیا جا سکتا ہے جبکہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے وصال کے بعد آپ کی ازواج سے نکاح کرنا حرام وممنوع ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ:

وَلَا أَنْ تَنْكِحُوا أَزْوَاجَهُ مِنْ بَعْدِهِ أَبَدًا (الأحزاب ۵۳)

ترجمہ: اور تم ان کے بعد کبھی ان کی ازواج سے نکاح مت کرو۔

نیز شہید کی میراث حسبِ حکمِ شریعت تقسیم ہوتی ہے، جبکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا کوئی وارث نہیں ہوتا بلکہ وہ جو چھوڑیں امت پر صدقہ ہوتا ہے۔

معروف حدیث میں ہے:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عن ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم قال: لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ۔[266]

---

[265] (مدارج النبوۃ، ج ۱، ص ۱۹۶)

[266] (صحیح بخاری، فرض الخمس، باب: فرض الخمس، رقم الحدیث: ۳۰۹۳، دار الکتاب العربی، بیروت، صحیح بخاری، اطراف الحدیث: ۳۷۱۲، ۴۰۳۶، ۴۲۴۱، ۶۷۲۶، صحیح مسلم، کتاب الجهاد، باب: حکم الفیء، رقم الحدیث: ۴۵۵۲، دار الکتاب العربی، بیروت، سنن ابی داؤد، کتاب الخراج، باب: فی صفایا رسول اللہ ﷺ من الاموال، رقم الحدیث: ۲۹۶۳، ۲۹۶۴، سنن الترمذی، کتاب السیر، باب: ما جاء فی ترکۃ رسول اللہ ﷺ، رقم الحدیث: ۱۶۱۰، دار المعرفه، بیروت، سنن النسائی، کتاب: قسم الفیء، رقم الحدیث: ۴۱۵۹، دار الفکر بیروت، مسند احمد، رقم الحدیث: ۱۰، صحیح ابن حبان، رقم الحدیث: ۶۶۰۸، شرح السنه، رقم الحدیث: ۳۷۳۲)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: ہمارا کوئی وارث نہیں، ہم جو چھوڑ جائیں، وہ صدقہ ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ فَاطِمَةَ جَاءَتْ أَبَا بَكْرٍ، وَعُمَرَ، تَسْأَلُ مِيرَاثَهَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَا: سَمِعْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنِّي لَا أُورَثُ۔[267]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی وراثت کا سوال کرنے آئیں تو ان دونوں نے فرمایا: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ میرا کوئی وارث نہیں ہو گا، یعنی میرے ترکہ میں وراثت تقسیم نہیں ہو گی۔

۲۔ شہید جو مرتبۂ شہادت کی کرامت پر فائز ہوا ہے تو نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی غلامی، آپ کی پیروی اور متابعت کی وجہ سے ہوا ہے، اگر کوئی آدمی حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان نہ لائے اور آپ کی پیروی و متابعت نہ کرے تو وہ شہید تو کجا مؤمن و مسلمان ہی نہیں بلکہ کافر و جہنمی ہے جس پر قرآن و حدیث کے سینکڑوں، ہزاروں دلائل ہیں۔ سو جب نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی پیروی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل ہونے والا شہید زندہ ہے تو جن کی پیروی سے یہ کرامت ملی ہے وہ خود اپنی قبر انور میں زندہ و بحیات کیوں نہ ہوں گے؟ یہ عجیب قسم ہو گی کہ محکوم، امتی اور خادم تو خدمت و غلامی کی وجہ سے قبر میں زندہ ہوں اور حاکم، نبی اور

---

267 (سنن الترمذی، کتاب السیر، باب ماجاء فی ترکۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، رقم الحدیث: ۱۶۰۹، دار المعرفہ، بیروت)

مخدوم حیات و ادراک اور شعور و احساس سے کلیۃً عاری و محروم ہوں۔ **العیاذ باللہ تعالیٰ من سوء العقیدۃ۔**

۳۔ شہید کی صرف موت اللہ تعالیٰ کے راستے میں ہوتی ہے، ضروری نہیں کہ اس کی زندگی بھی اللہ تعالیٰ کے رستے میں گزری ہو، کچھ ایسے کافر بھی تھے جنھوں نے میدانِ جنگ میں اسلام قبول کیا اور وہیں میدانِ جنگ میں مرتبۂ شہادت پر فائز المرام ہو کر حیاتِ ابدی سے بہرہ یاب ہوئے۔

چنانچہ حدیث پاک میں ہے کہ:

ایک بندے نے اس وقت ایمان قبول کیا جبکہ مسلمان غزوۂ احد میں تھے تو وہ بھی غزوۂ احد میں شامل ہو کر لڑا اور شہید ہو گیا۔[268]

سو شہید کی موت فی سبیل اللہ ہوتی ہے، اس کی زندگی ضروری نہیں کہ فی سبیل اللہ ہو جبکہ نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی فقط وفات فی سبیل اللہ نہیں بلکہ حیات اقدس کا ایک ایک لمحہ فی سبیل اللہ ہے، آپ نے اپنی حیات طیبہ میں باطل وطغیان اور شرک و کفر کی بیخ کنی و استیصال کے لئے مساعی جمیلہ بلیغہ اور جہد مسلسل فرمائی، دلیل و حجت کے ذریعے بھی جہاد فرمایا اور سیف و سنان کے ذریعے بھی جہاد و قتال فرمایا۔ یہاں تک کہ دینِ حق، دینِ اسلام کو ایک غالب دین کی حیثیت میں پوری دنیا پر آشکارا فرمایا۔ سو بڑی حیران کن بات ہو گی کہ جس کی فقط موت فی سبیل اللہ ہے وہ تو ہو ازندہ و جاوید اور جس مبارک ہستی کا ایک ایک لمحہ اور وصال و حیات فی سبیل اللہ ہے، ان کے متعلق یہ نظریہ ہو کہ وہ مر کر مٹی میں مل گئے ہیں تو اس سے بڑھ کر ناانصافی کیا ہو گی؟

---

[268] (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: ۲۵۳۷)

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (١٦٢) لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ (الأنعام ١٦٣)

ترجمہ: محبوب فرما دو! بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا وفات پانا اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے، اور مجھے اسی بات پر مامور کیا گیا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔

شہید کی برزخی حیات کی علت "فی سبیل اللہ" یعنی اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل ہونا ہے، اگر یہ علت نکل جائے تو پھر شہادت اور حیاتِ جاوداں کا کوئی معنی نہیں رہتا۔ کتنے ہی لوگ کافر قتل کئے جاتے ہیں لیکن وہ شہید نہیں حتیٰ کہ کتنے مسلمان قصاصًا قتل ہوتے ہیں بلکہ میدانِ جنگ میں قتل ہوتے ہیں لیکن مقصود اعلائے کلمۃ اللہ کی بجائے ریا و سمع اور مال و زر ہوتا ہے تو وہ بھی شہید نہیں کہلاتے، سو معلوم ہوا کہ شہید کی شہادت وحیات کی علت "فی سبیل اللہ" ہے اور یہی علت نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی حیات ووصال میں قرآن بیان فرمارہا ہے: مَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (الأنعام ١٦٢) سو اگر شہید اس علت کی وجہ سے زندہ ہے تو یقینًا قطعًا نبی مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام میں یہ علت بطریق اتم پائی جاتی ہے، سو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم بھی اپنی قبر انور میں زندہ وبحیات ہیں۔ والحمد للہ علیٰ ذلک!

۴۔ شہید دو طرح کے ہیں: حقیقی اور حکمی۔ حقیقی شہید وہ ہے جو میدانِ جنگ میں کافروں کے ہاتھوں مارا جائے اور کچھ لوگ وہ ہیں کہ جو میدانِ جنگ میں تو نہیں مارے جاتے لیکن شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں بھی شہید قرار دیا ہے۔ وہ حکمی شہداء ہیں، ان کی تعداد کے متعلق مختلف

اقوال ہیں۔ یہاں پر نہ تو تمام اقوال نقل کئے جاسکتے ہیں اور نہ ہی حکمی شہداء پر دلالت کرنے والی تمام احادیث نقل کی جاسکتی ہیں، تبرکًا وتیمنًا دو عدد احادیث ملاحظہ فرمائیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الشُّهَدَاءُ خَمْسَةٌ الْمَطْعُونُ وَالْمَبْطُونُ وَالْغَرِيقُ وَصَاحِبُ الْهَدْمِ وَالشَّهِيدُ فِي سَبِيلِ اللهِ۔[269]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: شہید پانچ ہیں (اس میں حصر نہیں) (۱) طاعون میں مرنے والا (۲) پیٹ کے مرض میں مرنے والا (۳) غرق ہونے والا (۴) دب کر مرنے والا، اور (۵) اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل ہونے والا۔

ایک اور حدیث میں ہے:

عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ قُتِلَ دُونَ مَالِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ، وَمَنْ قُتِلَ دُونَ أَهْلِهِ، أَوْ دُونَ دَمِهِ، أَوْ دُونَ دِينِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ۔[270]

ترجمہ: حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جو اپنے مال کی حفاظت میں مارا جائے وہ

---

269 (صحیح بخاری، کتاب: الجهاد والسیر، باب: الشهادة سبع سوی القتل، رقم الحدیث: ۲۸۲۹، دار الکتاب العربی، بیروت، صحیح مسلم، کتاب: الامارة، باب: بیان الشهداء، رقم الحدیث: ۴۹۴۰، دار الکتاب العربی، بیروت، سنن ابو داؤد، کتاب: الجنائز، باب: فی فضل من مات بالطاعون، رقم الحدیث: ۳۱۱۱، دار السلام، ریاض، سنن الترمذی، کتاب: الجنائز، باب: ماجاء فی الشهداء من هم؟ باب: ۱۰۶۳، دار المعرفه، بیروت، مؤطا امام مالک، رقم الحدیث: ۴۳۱، مصنف عبدالرزاق، رقم الحدیث: ۶۶۹۵، مسند احمد، رقم الحدیث: ۸۳۰، شعب الایمان، رقم الحدیث: ۹۴۱۲)

270 (سنن ابو داؤد، کتاب: السنة، باب: فی قتال اللصوص، رقم الحدیث: ۴۷۷۲، دار السلام، ریاض، سنن الترمذی، کتاب: الدیات، باب: ماجاء فیمن قتل دون ماله فهو شهید، رقم الحدیث: ۱۴۲۰، دار المعرفه، بیروت، سنن النسائی، کتاب: تحریم الدم، باب: من قتل دون ماله، رقم الحدیث: ۴۱۰۱، دار الفکر، بیروت، سنن ابن ماجه، کتاب: الحدود، باب: من قتل دون ماله فهو شهید، رقم الحدیث: ۲۵۸۰، دار السلام، ریاض)

شہید ہے، جو اپنے دین کی حفاظت میں مارا جائے وہ شہید ہے، اور جو اپنے خون کی حفاظت میں مارا جائے وہ شہید ہے، اور جو اپنی بیوی کی حفاظت میں مارا جائے وہ شہید ہے۔

علامہ عینی نے احادیث کے حوالے سے حکمی شہداء کی تعداد گیارہ لکھی ہے۔[271]

حافظ ابن حجر عسقلانی نے ان کی تعداد بیس لکھی ہے۔[272]

اور علامہ شامی نے لکھا ہے کہ حافظ سیوطی نے ان کی تعداد تیس بیان کی ہے۔[273]

اور شیخ الحدیث علامہ غلام رسول سعیدی نور اللہ مرقدہ نے ان کی تعداد احادیث کی روشنی میں پینتالیس بیان فرمائی ہے۔[274]

ان حکمی شہداء میں ایک قسم شہید کی یہ ہے کہ جسے زہر دے کر مارا گیا ہو اور یہ بات درجۂ استناد پر پہنچی ہوئی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو بھی زہر دیا گیا اور آپ کا وصال مبارک بھی اسی زہر کے اثر سے ہوا۔

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو زہر دینے کی روایت یہ ہے:

عن أبی سلمۃ قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم یأکل الھدیۃ ولا یقبل الصدقۃ فأھدت لہ امرأۃ من یھود خیبر شاۃ مصلیۃ فتناول منھا وتناول منھا بشر بن البراء ثم رفع النبی یدہ ثم قال: إن ھذہ تخبرنی أنھا مسمومۃ۔ فمات بشر بن البراء فأرسل إلیھا النبی ما حملک علی ما صنعت۔ فقالت إن کنت نبیا لم یضرک شیء۔[275]

---

271 (عمدۃ القاری، ج۵، ص ۲۵۳)

272 (فتح الباری، ج۳، ص ۲۶۰)

273 (ردالمحتار، ج۳، ص ۲۶۱)

274 (شرح صحیح مسلم، ج۵، ص ۹۴۵)

275 (سنن ابو داؤد، کتاب: الدیات، باب: من قتل بعد اخذ الدیۃ، رقم الحدیث: ۴۵۱۲، دار السلام، ریاض، سنن الدارمی، رقم الحدیث: ۶۸، المستدرک، رقم الحدیث: ۴۹۶۷، سنن کبریٰ، رقم الحدیث: ۱۵۷۸۴، المعجم الکبیر، رقم الحدیث: ۱۲۰۲، الادب المفرد، رقم الحدیث: ۲۴۳، مصنف عبدالرزاق، رقم الحدیث: ۱۰۰۱۹)

ترجمہ: حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تحفے کو تناول فرمالیتے لیکن صدقہ قبول نہ فرماتے، خیبر کے رہنے والے یہودیوں میں سے ایک عورت نے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں بھنی ہوئی بکری ہدیۃً پیش کی۔ آپ نے اسے کھانا شروع کیا، آپ کے ہمراہ بشر بن براء نے بھی کھانا شروع کیا۔ پھر نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے اپنا دست مبارک اٹھالیا اور فرمایا: اس گوشت نے مجھے خبر دی ہے کہ اس میں زہر ملا ہوا ہے، بشر تو فوت ہوگئے، نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے اس عورت کی طرف پیغام بھیجا کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ اس عورت نے جواب دیا کہ اگر آپ نبی ہیں تو آپ کو کوئی چیز نقصان نہ دے گی۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی حکمت و مشیت سے اس زہر کے اثر کو روک لیا۔ یہاں تک کہ جب نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے وصال مبارک کا وقت آیا تو اس زہر کا اثر عود کر آیا تاکہ محبوب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم مرتبۂ شہادت سے بھی سرفراز ہو جائیں۔

حدیث پاک میں ہے:

عَنْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ يَا عَائِشَةُ مَا أَزَالُ أَجِدُ أَلَمَ الطَّعَامِ الَّذِي أَكَلْتُ بِخَيْبَرَ فَهَذَا أَوَانُ وَجَدْتُ انْقِطَاعَ أَبْهَرِي مِنْ ذَلِكَ السُّمِّ۔[276]

[276] (صحیح بخاری، کتاب: المغازی، باب: مرض النبی ﷺ و وفاتہ، رقم الحدیث: ۴۴۲۸، دار الکتاب العربی، بیروت، سنن ابو داؤد، کتاب: الدیات، باب: من قتل بعد اخذ الدیۃ، رقم الحدیث: ۴۵۱۲، دار السلام، جامع معمر بن راشد، رقم الحدیث: ۱۹۸۱۵، مسند احمد، رقم الحدیث: ۲۳۹۳۳، سنن الدارمی، رقم الحدیث: ۶۸، مسند البزار، رقم الحدیث: ۱۱۴، المستدرک، رقم الحدیث: ۴۹۶۶، السنن الکبریٰ للبیہقی، ج ۱۰، ص ۱۸، معرفۃ السنن و الآثار، رقم الحدیث: ۱۹۴۲۹)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ جس مرض میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا وصال ہوا تھا، اس میں آپ نے فرمایا: اے عائشہ! میں ہمیشہ اس کھانے کا درد محسوس کرتا ہوں جو میں نے خیبر میں کھایا تھا اور اس زہر کی وجہ سے اب میری رگِ حیات کے منقطع ہونے کا وقت آگیا ہے۔

یہ احادیث اس امر پر دلالت کر رہی ہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا وصال مبارک اس زہر کے اثر سے ہوا تھا اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے مرتبۂ شہادت عطا فرمایا تھا۔ چنانچہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے جلیل المرتبت صحابی فرماتے ہیں کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام شہید ہیں۔

لفظ یہ ہیں:

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، قَالَ: لأَنْ أَحْلِفَ تِسْعًا أَنَّ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قُتِلَ شَہِیدًا أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَحْلِفَ وَاحِدَۃً أَنَّہُ لَمْ یُقْتَلْ، ذٰلِکَ أَنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ جَعَلَہُ نَبِیًّا، وَاتَّخَذَہُ شَہِیدًا۔[277]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نو مرتبہ قسم اٹھاؤں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم شہید کئے گئے ہیں تو یہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں ایک مرتبہ قسم اٹھا کر کہوں کہ آپ کو شہید نہیں کیا گیا۔ اور یہ اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبی بھی بنایا ہے اور شہید بھی بنایا ہے۔

---

277 (مصنف عبدالرزاق، رقم الحدیث: ۹۵۷۱، مسند احمد، رقم الحدیث: ۳۸۷۳، المستدرک، رقم الحدیث: ۴۳۹۴)

سو چونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا وصال مبارک زہر کے اثر کی وجہ سے ہوا اور اسی وجہ سے آپ کی رگ منقطع ہوئی تو یہ اس بات پر دلیل ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو معنوی اور حکمی شہادت کا درجہ عطا فرمایا ہے۔

بعض محققین نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی معنوی اور حکمی شہادت پر اس سے استدلال کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی قلبی تمنا اور خواہش تھی کہ آپ کو حقیقی شہادت ملے، صرف ایک بار نہیں بلکہ کئی مرتبہ شہادت ملے۔

حدیثِ صحیح میں ہے:

عَنْ اَبِیْ ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم قال وَلَوَدِدْتُ أَنِّي أُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ أُحْيَا ثُمَّ أُقْتَلُ ثُمَّ أُحْيَا ثُمَّ أُقْتَلُ۔[278]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: میری تمنا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل کر دیا جاؤں پھر زندہ ہو جاؤں، پھر قتل کر دیا جاؤں، پھر زندہ ہو جاؤں اور پھر قتل کر دیا جاؤں۔

ایک طرف محبوب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی یہ تمنا وخواہش تھی اور دوسری طرف اللہ جل مجدہ کا وعدہ ہے:

---

278 (صحیح بخاری، کتاب: الایمان، باب: الجهاد من الایمان، رقم الحدیث: ۳۶، اطراف الحدیث: ۲۷۸۷، ۲۷۹۷، ۲۹۷۲، ۳۱۲۳، ۷۲۲۶، ۷۴۵۷، ۷۴۲۳، دار الکتاب العربی، بیروت، صحیح مسلم، کتاب الجهاد، باب: فضل الجهاد والخروج فی سبیل اللہ، رقم الحدیث: ۴۸۵۹، دار الکتاب العربی، بیروت، سنن النسائی، کتاب: الجهاد، باب: الرخصة فی التخلف عن السریة، رقم الحدیث: ۳۰۹۵، دار الفکر، بیروت، مسند الحمیدی، رقم الحدیث: ۱۰۷۰، مصنف ابن ابی شیبة، رقم الحدیث: ۱۹۳۱۵، مسند احمد، رقم الحدیث: ۹۴۸۰، مسند البزار، رقم الحدیث: ۹۳۹۸، السنن الکبریٰ للنسائی، رقم الحدیث: ۴۲۹۱، مسند الشامیین للطبرانی، رقم الحدیث: ۱۲۰۰، شرح السنة للبغوی، رقم الحدیث: ۲۶۱۲)

وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ (المائدۃ ۶۷)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔

اللہ جل مجدہ کے وعدہ میں خلاف نہیں ہوتا۔ کما قال اللہ تعالیٰ:

إِنَّ اللّٰہَ لَا یُخْلِفُ الْمِیعَادَ (آل عمران ۹)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں فرماتا۔

وَعْدَ اللّٰہِ لَا یُخْلِفُ اللّٰہُ الْمِیعَادَ (الزمر ۲۰)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے (اور) اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں فرماتا۔

اور دوسری طرف نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی تمنا اور خواہش ہے شہادت کا مرتبہ پانے کی، اور محبوب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی خواہش، تمنا اور چاہت کو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے مسترد نہیں فرمایا۔ کما فی الحدیث:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْهَا قَالَتْ: مَا أُرَی رَبَّکَ إِلَّا یُسَارِعُ فِي هَوَاکَ۔[279]

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کی: (یارسول اللہ!) میں نے تو یہ دیکھا ہے کہ آپ کا رب عزوجل آپ کی خواہش اور تمنا کو فورًا پورا فرمادیتا ہے۔

تو ہوا یہ کہ محبوب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اور آپ کے محبوب لخت جگر اور نواسے، امام عالی مقام، سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان اتنی وحدت، اتنا اتصال اور اتحاد فرمادیا گیا کہ دونوں شخصیت کے معاملات ایک قرار پائے۔

چنانچہ معروف حدیث میں ہے:

---

[279] (صحیح بخاری، کتاب: التفسیر سورۃ الاحزاب، رقم الحدیث: ۴۷۸۸، دار الکتاب العربی، بیروت، صحیح مسلم، کتاب: النکاح، باب: جواز هبتها نوبتها لضرتها، رقم الحدیث: ۳۶۳۱، دار الکتاب العربی، بیروت، سنن النسائی، کتاب: النکاح، باب: ذکر امر رسول اللہ ﷺ، رقم الحدیث: ۳۱۹۶، دار الفکر، بیروت)

عَنْ يَعْلَى بْنِ مُرَّةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: حُسَيْنٌ مِنِّي وَأَنَا مِنْ حُسَيْنٍ، أَحَبَّ اللهُ مَنْ أَحَبَّ حُسَيْنًا۔[280]

ترجمہ: حضرت یعلیٰ بن مرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں، جو حسین سے محبت کرے گا، اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرے گا۔

اس حدیث میں ہے: "حسین منی" حسین مجھ سے ہے، یہ بات تو سمجھ میں آتی ہے کہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے نواسے اور بیٹے ہیں، کما قال: ھذان ابنای۔

لیکن یہ بات کہ "انا من حسین" میں حسین سے ہوں کا کیا مطلب ہو گا؟ جواب یہ ہے کہ عرفاً یہ جملہ اس وقت بولا جاتا ہے جب فریقین کے درمیان اتنا اتحاد والصاق اور اتصال و قرب ہو جائے کہ ان کے معاملات میں کوئی فرق نہ رہے، بلکہ معاملات میں وحدت و یگانگت ہو جائے، سو یہاں حضور نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم یہ ظاہر فرمانا چاہتے ہیں کہ حسین اور میرے درمیان اتنا قرب، اتصال اور اتنا اتحاد والصاق ہے کہ اس کا اور میرا معاملہ ایک ہے، جو حسین سے محبت کرے گا وہ مجھ سے محبت کرے گا، جو حسین سے عداوت رکھے گا وہ مجھ سے عداوت رکھے گا، جو حسین کا ذکر کرے گا وہ میرا ذکر کرے گا، جو حسین سے جنگ کرے گا وہ مجھ سے جنگ کرے گا، جو حسین سے صلح کرے گا وہ مجھ سے صلح کرے گا اور جو حسین کو شہید کرے گا وہ مجھے شہید کرے گا۔

---

280 (سنن الترمذی، کتاب: المناقب، باب: مناقب الحسن والحسین رضی اللہ تعالیٰ عنھما، رقم الحدیث: ۳۷۷۵، دار المعرفہ بیروت، سنن ابن ماجہ، المقدمۃ، ج ۱، ص ۵۱، مصنف ابن ابی شیبہ، رقم الحدیث: ۳۲۱۹۶، فضائل الصحابۃ لاحمد بن حنبل، رقم الحدیث: ۱۳۶۱، مسند احمد، ج ۲۹، ص ۱۰۳، رقم الحدیث: ۱۷۵۶۱، الادب المفرد، ج ۱، ص ۱۹۰، صحیح ابن حبان، ج ۱۵، ص ۴۲۸، المعجم الکبیر، رقم الحدیث: ۲۵۸۶، المستدرک، رقم الحدیث: ۴۸۲۰)

سو اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے اپنے حبیب مکرم، رسول معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے اپنا وعدہ عصمت و حفاظت اس طرح پورا فرمایا کہ آپ میدان جنگ میں تو شہید نہ ہوئے لیکن آپ کے حسنین کو آپ کا مظہر بنادیا اور حسین پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کربلا میں شہادت عطا فرمادی، اور اس شہادت کو امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے حقیقی شہادت بنادیا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے لئے معنوی اور حکمی شہادت بنادیا۔

تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا شہید ہونا اس بات پر دلیل ہے کہ آپ قرآنی نص کی رو سے زندہ و جاوید ہیں اور برزخ و قبر میں حیات جاوداں سے متصف ہیں۔ **واللہ تعالیٰ اعلم!**

پانچویں دلیل

انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے قبروں میں زندہ ہونے کی ایک دلیل یہ آیت کریمہ ہے۔

اللہ رب العالمین نے ارشاد فرمایا:

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ فَلَا تَكُنْ فِي مِرْيَةٍ مِنْ لِقَائِهِ (السجدۃ ٢٣)

ترجمہ: بے شک ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا فرمائی تو تم اس کے ملنے میں شک نہ کرو۔

کئی مفسرین کے نزدیک "لقائہ" میں "ہ" ضمیر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہے۔ اس صورت میں معنی یہ ہو گا کہ اے محبوب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم! آپ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ ملاقات حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے معراج کی رات میں ہوئی جیسا کہ احادیثِ کثیرہ صحیحہ سے ثابت ہے، نہ صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی بلکہ تمام انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام بیت المقدس میں جمع ہوئے، نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملاقاتیں

ہوئیں، حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے امامت کروائی، تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اقتداء میں نماز پڑھی، بشمول حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے خطبے پڑھے اور اپنے فضائل و مناقب بیان فرمائے جیسا کہ احادیث کے دلائل میں وضاحت سے ثابت ہو گا۔ تو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا بیت المقدس میں جمع ہونا، حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیچھے نماز پڑھنا، اور خطبے پڑھنا اور سماعت کرنا ان کے زندہ و بحیات ہونے کی اتنی قوی دلیل و برہان ہے کہ کوئی بھی ذی شعور اور عقل مند انسان اس کا انکار نہیں کر سکتا۔

امام علامہ ابو جعفر محمد بن جریر طبری فرماتے ہیں:

يقول تعالى ذكره: ولقد آتينا موسى التوراة، كما آتيناك الفرقان يا محمد (فَلا تَكُنْ فِي مِرْيَةٍ مِنْ لِقائِهِ) يقول: فلا تكن في شكّ من لقائه، فكان قتادة يقول: معنى ذلك: فلا تكن في شكّ من أنك لقيته، أو تلقاه ليلة أُسري بك، وبذلك جاء الأثر عن رسول الله صلى الله عليه وسلم۔

عن ابن عباس - قال: قال نبيّ الله صلى الله عليه وسلم: أُرِيتُ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي مُوسَى بنَ عِمْرَانَ، الخ۔[281]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور بے شک ہم نے موسیٰ کو تورات عطا فرمائی، جیسا کہ اے محمد! ہم نے آپ کو فرقان عطا فرمایا۔ پس تم اس کی ملاقات میں شک نہ کرنا۔ قتادہ کہتے ہیں: اس کا معنی یہ ہے کہ معراج کی رات جو تمہاری موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملاقات ہوئی اس میں شک نہ کرنا۔ اس طرح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے حدیث بھی ثابت ہے۔

---

281 (جامع البيان، ج۲۰، ص۲۵۰، رقم الحديث: ۲۸۲۹۹، دار الكتب العلمية، بيروت)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: معراج کی رات مجھے (حضرت) موسیٰ بن عمران دکھائے گئے تھے۔

حدیث پاک میں ہے:

عَنْ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَأَيْتُ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي مُوسَى رَجُلًا آدَمَ طُوَالًا جَعْدًا كَأَنَّهُ مِنْ رِجَالِ شَنُوءَةَ وَرَأَيْتُ عِيسَى رَجُلًا مَرْبُوعًا مَرْبُوعَ الْخَلْقِ إِلَى الْحُمْرَةِ وَالْبَيَاضِ سَبِطَ الرَّأْسِ وَرَأَيْتُ مَالِكًا خَازِنَ النَّارِ وَالدَّجَّالَ فِي آيَاتٍ أَرَاهُنَّ اللهُ إِيَّاهُ {فَلَا تَكُنْ فِي مِرْيَةٍ مِنْ لِقَائِهِ}۔[282]

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس رات مجھے معراج کرائی گئی، اس رات میں نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا، ان کا گندمی رنگ، لمبا قد اور گھنگریالے بال تھے، وہ ایسے لگتے تھے جیسے قبیلہ شنوءہ کا کوئی شخص ہو اور میں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا، ان کا درمیانہ قد، درمیانہ جسم، رنگ سرخ وسفید اور سر کے بال سیدھے تھے، اور میں نے مالک کو دیکھا جو جہنم کے داروغہ تھے اور دجال کو بھی دیکھا، یہ ان نشانیوں میں سے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مجھے دکھائی ہیں، پس تم ان سے ملاقات کے متعلق کوئی شک وشبہ نہ رکھنا۔

امام طبرانی کی معجم کبیر میں یہ لفظ ہیں:

عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي قَوْلِهِ: (وَجَعَلْنَاهُ هُدًى لِبَنِي إِسْرَائِيلَ) (الإسراء: ٢) قَالَ: جَعَلَ مُوسَى هُدًى لِبَنِي إِسْرَائِيلَ۔ وَفِي قَوْلِهِ: (فَلَا تَكُنْ فِي مِرْيَةٍ مِنْ لِقَائِهِ) (السجدة: ٢٣) قَالَ: مِنْ لِقَاءِ مُوسَى عليه الصلوٰة والسلام۔[283]

---

[282] (صحیح بخاری، کتاب: بدء الخلق، باب: ۷، رقم الحدیث: ۳۲۳۹، دار الکتاب العربی، بیروت، صحیح مسلم، کتاب: الایمان باب: الاسراء برسول اللہ ﷺ الی السموات، رقم الحدیث: ۴۱۹، دار الکتاب العربی، بیروت)

[283] (المعجم الکبیر للطبرانی، ج ۱۲، ص ۱۶۰، رقم الحدیث: ۱۲۷۵۸)

ترجمہ: ابو العالیہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان (وَ جَعَلْنٰهُ هُدًى لِبَنِي إِسْرَائِيلَ) کے متعلق فرمایا: اللہ تعالیٰ نے موسیٰ (علیہ السلام) کو بنی اسرائیل کے لئے ہدایت بنایا اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان (فَلَا تَكُنْ فِي مِرْيَةٍ مِنْ لِقَائِهِ) کے متعلق فرمایا کہ تم موسیٰ کی ملاقات میں شک نہ کرنا۔

درج ذیل کتب تفاسیر میں بھی یہ تفسیر موجود ہے:

تفسیر مجاہد، ج۱، ص۵۴۵، تفسیر ابن ابی حاتم، رقم الحدیث:۱۷۸۵۳، تفسیر سمرقندی، ج۳، ص۳۹، التفسیر الوسیط للواحدی، ج۳، ص۴۵۵، تفسیر بغوی، رقم الحدیث:١٦٦٨، زاد المیسر، ج۳، ص۴۴۳، تفسیر البیضاوی، ج۴، ص۲۲۲، تفسیر ابن کثیر، ج۳، ص۱۸۲۹، تفسیر نسفی، ج۳، ص۱۱، تفسیر الخازن، ج۳، ص۴۰٦، تفسیر الجلالین، ج۱، ص۵۴۷۔

سو حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا معراج کی رات جملہ انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام سے ملنا اور ان انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا بیت المقدس میں جمع ہو کر حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اقتداء میں نماز ادا کرنا، اس امر پر قوی برہان ہے کہ تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ اور وہ باذن اللہ تعالیٰ جہاں جانا چاہیں وہاں جاسکتے ہیں۔ اس پر ایک دلیل یہ آیت کریمہ بھی ہے۔

چھٹی دلیل

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

وَاسْأَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُسُلِنَا أَجَعَلْنَا مِنْ دُونِ الرَّحْمَنِ آلِهَةً يُعْبَدُونَ (الزخرف ۴۵)

ترجمہ: اور ان سے پوچھو جو ہم نے تم سے پہلے رسول بھیجے، کیا ہم نے رحمٰن کے سوا کچھ اور الٰہ ٹھہرائے جن کی عبادت کی جائے۔

حافظ ابن کثیر الدمشقی اس آیت کے تحت نقل فرماتے ہیں:

قَالَ عَبْد الرَّحْمَن بْن زَيْد بْن أَسْلَم وَاسْأَلْهُمْ لَيْلَة الْإِسْرَاء فَإِنَّ الْأَنْبِيَاء عَلَيْهِمْ الصَّلَاة وَالسَّلَام جُمِعُوا لَهُ۔[284]

ترجمہ: عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم نے کہا کہ آیت کا معنی یہ ہے کہ اے محبوب! تم انبیاء و مرسلین سے معراج کی رات سوال کرو کیونکہ وہ سب اس رات میں حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے جمع تھے۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

قال ابن زيد، في قوله: (وَاسْأَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ) ...الآية، قال: جمعوا له ليلة أُسري به ببيت المقدس، فأمهم، وصلى بهم، فقال الله له: سلهم، قال: فكان أشدّ إيمانا ويقينا بالله وبما جاء من الله أن يسألهم فلم يكن فى شكّ، ولم يسأل الأنبياء، ولا الذين يقرءون الكتاب۔[285]

ترجمہ: ابن زید نے اللہ تعالیٰ کے فرمان (وَاسْأَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ) الایۃ کے متعلق فرمایا: شب معراج تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے بیت المقدس میں جمع کیا گیا، تو حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو امامت کرائی اور انہیں نماز پڑھائی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ ان سے سوال کر لیں اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ کی ذات پر کامل

---

284 (تفسیر ابن کثیر، ج۳، ص ۲۰۹۲، مؤسسة الريان، بيروت)

285 (جامع البيان، ج ۱۱، ص ۱۹۲، رقم الحديث: ۳۰۸۸۷، دار الكتب العلميه، بيروت)

یقین تھا اور آپ کو اس مسئلہ میں کوئی شک نہیں تھا، اس لئے آپ نے نہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے سوال کیا اور نہ ان کی امتوں سے۔

یہ تفسیر بھی درج ذیل کتابوں میں موجود ہے:

تفسیر کبیر، ج۹، ص۶۳۵، الجامع لاحکام القرآن، ج۱۶، ص۸۸، تفسیر بیضاوی مع الخفاجی، ج۹، ص۳۹۴، روح البیان، ج۸، ص۵۰۱، روح المعانی، ج۲۵، ص۱۳۲، الکشاف، ج۴، ص۲۵۸، حاشیہ شیخ زادہ علی البیضاوی، ج۷، ص۴۷۱۔

انبیاء کرام اور رُسل عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے سوال تب ہو سکتا ہے جب ان کے اندر قوتِ سامعہ، قوتِ مدرکہ، قوتِ ناطقہ اور قوت تکلم تسلیم کی جائے، اس لئے کہ ان قوی اور حواس کے بغیر سوال پوچھنا ناممکن و محال ہے جیسا کہ جمادات و نباتات جو ان قویٰ سے محروم ہیں سے سوال کرنا غیر معقول ہے۔ اور یہ قویٰ، یہ مدرکات، یہ احساسات، حیات کے لوازمات و مقتضیات میں سے ہیں۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ قوتِ سماعت ہو پر حیات نہ ہو، قوتِ مدرکہ و ناطقہ ہو پر حیات نہ ہو، قوتِ تکلم ہو پر حیات نہ ہو۔ سو قرآن عظیم الشان کی یہ آیت واضح تصور دے رہی ہے کہ تمام انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام قبر و برزخ میں اپنے قویٰ ادراکات واحساسات سمیت زندہ وبحیات ہیں۔

والحمدللہ علیٰ ذٰلک!

ساتویں دلیل

انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے زندہ وبحیات ہونے کی ایک دلیل قرآنِ مجید، فرقان حمید کی یہ آیت کریمہ ہے۔

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلَىٰ مَوْتِهِ إِلَّا دَابَّةُ الْأَرْضِ تَأْكُلُ مِنسَأَتَهُ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ أَن لَّوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوا فِي الْعَذَابِ الْمُهِينِ (سبا ۱۴)

ترجمہ: پھر جب ہم نے اس پر موت کا حکم بھیجا جنوں کو اس کی موت نہ بتائی مگر زمین کی دیمک نے کہ اس کا عصا کھاتی تھی پھر جب سلیمان زمین پر آیا تو جنوں کو حقیقت کھل گئی، اگر غیب جانتے ہوتے تو اس خواری کے عذاب میں مبتلا نہ ہوتے۔

جنات و شیاطین، حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تابع و مسخر تھے، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان جنات کو بیت المقدس کی تعمیر، تکمیل اور تتمیم کا حکم دیا، لوگوں میں جنات کے متعلق یہ غلط فہمی مشہور تھی کہ وہ غیب دان ہیں اور مخفی معاملات ان پر منکشف ہوتے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے لوگوں کے اس زعم باطل کو غلط ظاہر فرمانے کے لئے بیت المقدس کی تعمیر کے دوران ہی حضرت سلیمان علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام پر موت وارد فرما دی۔ آپ اس وقت اپنے عصا سے ٹیک لگا کر جنات کے کام کو ملاحظہ فرما رہے تھے۔ سو جب آپ پر موت وارد ہوئی تو جنات، حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ڈر اور دبدبہ کی وجہ سے مسلسل کام میں لگے رہے، یہ سمجھتے ہوئے کہ حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمارے سر پر کھڑے ہو کر ہمارے کام کا مشاہدہ فرما رہے ہیں۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک سال تک اسی حالت میں کھڑے رہے اور جنات مسلسل کام کرتے رہے یہاں تک کہ جب آپ کے عصا کو دیمک نے چاٹ لیا اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام زمین پر تشریف لائے تو اس وقت جنات پر عیاں ہوا کہ آپ تو کافی عرصہ پہلے انتقال فرما چکے تھے اور لوگوں کے اس غلط گمان کا بھی ابطال ہو گیا کہ جنات غیب جانتے ہیں۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری فرماتے ہیں:

عن قتادة، قال: كانت الجن تخبر الإنس أنهم كانوا يعلمون من الغيب أشياء، وأنهم يعلمون ما في غد، فابتلوا بموت سليمان، فمات فلبث سنة على عصاه وهم لا يشعرون بموته، وهم مسخرون تلک السنة يعملون دائبين (فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ أَنْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوا فِي الْعَذَابِ الْمُهِينِ) ويعملون له حولا۔[286]

ترجمہ: قتادہ کہتے ہیں: جنات نے انسانوں کو خبر دی کہ وہ کچھ غیب کو جانتے ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ آئندہ کل میں کیا ہوگا۔ پس وہ آزمائے گئے حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی موت کے ساتھ۔ جب حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کا انتقال ہوا تو وہ ایک سال اپنے عصا پر کھڑے رہے اور جنات کو ان کی موت کا علم نہ ہوا اور وہ اس سال میں مسخر ہو کر پورا سال کام کرتے رہے، پس جب سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام گر گئے تو جنات پر واضح ہو گیا کہ اگر وہ غیب جانتے تو ذلت والے عذاب میں ٹھہرے نہ رہتے۔

اس آیت کریمہ سے حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات پر استدلال و استشہاد اس طرح ہے کہ حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام پورا ایک سال کھڑے رہے اور اگر عصا نہ گرتا تو آپ کبھی زمین پر تشریف نہ لاتے اور پورے سال میں آپ کے بدن میں کوئی تغیر بھی رونما نہ ہوا، نہ جسم پھٹا، نہ جسم پھولا بلکہ بدن صحیح و سالم رہا بلکہ لکڑی جس میں انسانی بدن سے زیادہ صلابت و سختی ہوتی ہے اس میں تغیر رونما ہو گیا، وہ لکڑی ٹوٹ گئی لیکن اللہ عزوجل کا نبی تغیر و تبدل سے محفوظ رہا، جو کہ اس بات کی بین و صریح دلیل ہے کہ وصال کے بعد انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ابدان و اجسام تغیر و تبدل سے اور تعفن و تفسخ سے محفوظ و سالم ہوتے ہیں اور بدن کا محفوظ رہنا بھی حیات و زندگی کا مقتضی ہے۔ معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بعد از وصال جسمانی حیات سے نوازا جاتا ہے۔

---

286 (جامع البیان، ج ۱۰، ص ۳۵۹، رقم الحدیث: ۲۸۷۷۹، دار الکتب العلمیة، بیروت)

احادیث کے دلائل۔۔۔۔ آٹھویں دلیل

کثیر احادیث صحاح سے بالعموم انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی اور بالخصوص نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی برزخی حیات ثابت ہے، جن میں سے چند احادیث ملاحظہ فرمائیں!

امام حافظ ابویعلیٰ احمد بن علی بن مثنیٰ تمیمی روایت کرتے ہیں:

حدثنا ابو الجهم الازرق بن علی حدثنا یحیی بن ابی بکیر حدثنا المستلم بن سعید عن الحجاج عن ثابت البنانی عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ - صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ يُصَلُّونَ۔[287]

ترجمہ: (امام ابویعلیٰ بیان کرتے ہیں) ہم سے حدیث روایت کی ابو الجہم الازرق بن علی نے وہ کہتے ہیں: ہمیں حدیث روایت کی یحییٰ بن ابی بکیر نے، وہ کہتے ہیں: ہمیں حدیث روایت کی ہے مستلم بن سعید نے، انہوں نے حجاج سے، انہوں نے ثابت البنانی سے اور انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: انبیاء کرام (علیہم الصلوٰۃ والسلام) اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔

حافظ الحدیث علامہ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں:

وقد جمع البيهقي كتابا لطيفا في حياة الانبياء في قبورهم أورد فيه حديث أنس الانبياء أحياء في قبورهم يصلون أخرجه من طريق يحيى بن أبي كثير وهو من رجال الصحيح عن المستلم بن سعيد وقد وثقه أحمد وابن حبان عن الحجاج الاسود وهو بن أبي زياد البصري وقد وثقه أحمد وابن معين عن ثابت عنه وأخرجه أيضا أبو يعلى في مسنده من هذا الوجه

---

[287] (مسند ابویعلی، مسند ثابت البنانی عن انس، ج۳، ص ۱۴۰، رقم الحدیث: ۳۴۲۵۔ دار الفکر، بیروت، مجمع الزوائد للھیثمی، ج۸، ص ۲۱۱، حیاۃ الانبیاء للبیھقی، ص ۳، مسند البزار، رقم الحدیث: ۶۸۸۸، المطالب العالیۃ، رقم الحدیث: ۳۴۵۲، سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ للالبانی، رقم الحدیث: ۶۲۱)

وأخرجه البزار لكن وقع عنده عن حجاج الصواف وهو وهم والصواب الحجاج الاسود كما وقع التصريح به في رواية البيهقي وصححه البيهقي۔[288]

ترجمہ: اور بے شک امام بیہقی نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی قبروں میں حیات کے متعلق لطیف و نفیس کتاب جمع فرمائی ہے اور اس میں یہ حدیثِ انس بھی وارد کی ہے کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔ اس حدیث کو امام بیہقی نے روایت کیا ہے یحییٰ بن ابی کثیر سے اور وہ صحیح و ثقہ رجال میں سے ہے۔ اور یحییٰ نے روایت کیا ہے مستلم بن سعید سے اور امام احمد اور امام ابن حبان نے مستلم کی توثیق کی ہے اور مستلم نے روایت کیا ہے الحجاج الاسود، اور وہ ابن ابی زیاد بصری ہے، اس کی امام احمد اور امام یحییٰ بن معین نے توثیق کی ہے اور الحجاج الاسود نے روایت کیا ہے ثابت البنانی سے اور انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔ ابو یعلیٰ نے بھی اپنی مسند میں یہ حدیث اسی سند کے ساتھ روایت کی ہے۔ امام بزار نے اس بھی اس حدیث کی تخریج کی ہے مگر ان کی سند میں حجاج الصواف کا ذکر ہے لیکن یہ ان کا وہم ہے، صحیح الحجاج الاسود ہے جیسا کہ بیہقی کی روایت میں صراحت واقع ہوئی ہے اور امام بیہقی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

قارئین کرام! ملاحظہ فرمائیں کہ حافظ الحدیث ابن حجر عسقلانی اس حدیث کے تمام رواۃ و رجال کو صحیح اور ثقہ قرار دے رہے ہیں اور یہ علامہ ابن حجر عسقلانی وہ ہیں کہ جن کی تہذیب اور تدریب پر رواۃ کی تصحیح و تضعیف کا دارومدار ہے۔ ان کی توثیق کے بعد اگرچہ کسی کی وضاحت کی ضرورت نہیں لیکن اس حدیث کی صحت کے متعلق چند مزید علماء کی آراء ملاحظہ فرمائیں۔

---

[288] (فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج۶، ص۴۸۷، دار المعرفہ، بیروت)

محقق احناف ملا علی قاری فرماتے ہیں:

صح خبر: الْأَنْبِيَاءَ أَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ يُصَلُّونَ۔[289]

ترجمہ: صحیح حدیث ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں۔

علامہ زین الدین محمد عبد الرؤف بن علی بن زین العابدین المناوی فرماتے ہیں:

(الأنبياء أحياء في قبورهم يصلون) لأنهم كالشهداء بل أفضل وقال السمهودي رجاله ثقات وصححه البيهقي۔[290]

ترجمہ: انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں، نماز پڑھتے ہیں کیونکہ وہ شہداء کی طرح ہیں بلکہ انکی حیات شہداء کی حیات سے افضل ہے۔ علامہ سمہودی نے فرمایا: اس حدیث کے رواۃ ثقہ ہیں اور امام بیہقی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

امام محمد بن عبد الباقی بن یوسف الزرقانی فرماتے ہیں:

جمع البيهقي كتاباً لطيفاً في حياة الأنبياء وروى فيه بإسناد صحيح عن أنس مرفوعاً: الأنبياء أحياء في قبورهم يصلون۔[291]

ترجمہ: امام بیہقی نے ایک لطیف و نفیس کتاب جمع فرمائی ہے انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات پر اور اس میں سندِ صحیح کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعًا روایت کیا: انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔

---

[289] (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، باب: الجمعۃ، ج۳، ص ۱۰۲۰، دار الفکر، بیروت)

[290] (التیسیر بشرح الجامع الصغیر، ج ۱، ص ۴۲۶، مکتبۃ الامام الشافعی، الریاض)

[291] (شرح الزرقانی علی المؤطا، باب: صفۃ عیسیٰ بن مریم و الدجال، ج۴، ص ۴۴۷، القاھرۃ)

علامہ محمد بن علی بن محمد بن عبد اللہ الشوکانی لکھتے ہیں:

وَوَرَدَ النّصّ فِي كِتَابِ اللهِ فِي حَقّ الشُّهَدَاءِ أَنَّهُمْ أَحْيَاء يُرْزَقُونَ وَأَنّ الْحَيَاة فِيهِمْ مُتَعَلّقَة بِالْجَسَدِ فَكَيْف بِالْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ. وَقَدْ ثَبَتَ فِي الْحَدِيثِ: أَنّ الْأَنْبِيَاءَ أَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ رَوَاهُ الْمُنْذِرِيّ وَصَحّحَهُ الْبَيْهَقِيّ۔[292]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی کتاب میں شہداء کے حق میں نص وارد ہوئی ہے کہ بے شک وہ زندہ ہیں، انہیں روزی دی جاتی ہے اور بے شک زندگی ان میں، ان کے جسم کے ساتھ متعلق ہوتی ہے (یعنی شہداء کی حیات جسمانی ہوتی ہے) تو پھر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات کتنی اعلیٰ ہوگی اور تحقیق حدیث سے ثابت ہے کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں۔ اس حدیث کو منذری نے روایت کیا اور امام بیہقی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

یہی عبارت علامہ عظیم آبادی کی عون المعبود شرح سنن ابی داؤد، ج۳، ص۲۶۱ پر موجود ہے۔

علامہ ابن الملقن سراج الدین عمر بن علی بن احمد الشافعی فرماتے ہیں:

قَالَ الْبَيْهَقِيّ: وَقد رُوِيَ من حَدِيث يَحْيَى بن أبي بكير، عَن المستلم بن سعيد بِهِ، قَالَ أَعنِي الْبَيْهَقِيّ فِي غير هَذَا الْكتاب: وَهَذَا إِسْنَاد صَحِيح. وَهُوَ كَمَا قَالَ؛ لِأَن رِجَاله كلهم ثِقَات۔[293]

ترجمہ: امام بیہقی نے فرمایا: یہ حدیث یحییٰ بن ابی بکیر سے مروی ہے اور انہوں نے مستلم بن سعید سے روایت کی۔ علامہ ابن ملقن فرماتے ہیں: امام بیہقی نے اس حدیث کو صحیح الاسناد قرار دیا ہے اور بات یہی ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے کیونکہ اس حدیث کے تمام رجال ثقہ ہیں۔

---

[292] (نیل الاوطار، باب: انعقاد الجمعۃ باربعین، ج۳، ص۲۹۵، دار الحدیث مصر)

[293] (البدر المنیر فی تخریج الاحادیث والآثار، ج۵، ص۲۸۵، دار الھجرۃ، ریاض)

علامہ نور الدین علی بن ابی بکر بن سلیمان الہیثمی فرماتے ہیں:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ يُصَلُّونَ. رَوَاهُ أَبُو يَعْلَى وَالْبَزَّارُ، وَرِجَالُ أَبِي يَعْلَى ثِقَاتٌ.[294]

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔ اس حدیث کو ابو یعلیٰ اور بزار نے روایت کیا ہے اور ابو یعلیٰ کے راوی ثقہ ہیں۔

ابو عبد الرحمٰن محمد ناصر الدین الالبانی لکھتے ہیں:

قوله عليه الصلوٰة والسلام: الْأَنْبِيَاءُ أَحيَاءٌ فِي قُبُورِهِم يصلونَ. وهو حديث صحيح.[295]

ترجمہ: نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا فرمان ہے: انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں، یہ حدیث صحیح ہے۔

ابن تیمیہ سے سوال ہوا:

السوال: هل صحّ أن الأنبياءَ أحياءٌ في قبورِهم يُصلُّون؟

الجواب: الحمد لله، الأنبياءُ أحياءٌ في قبورهم، وقد يُصلُّون كما ثبتَ عن النبي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.[296]

ترجمہ: سوال: کیا یہ صحیح ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں؟

---

[294] (مجمع الزوائد، باب: ماجاء فی الخضر علیہ السلام، ج۸، ص ۲۱۱، مکتبہ القدسی، القاھرۃ)

[295] (سلسلة الاحاديث الصحيحة، رقم الحديث: ۱۲۲۲، سلسلة الاحاديث الضعيفة، ج ۱، ص ۳۶۶، رقم الحديث: ۲۰۳)

[296] (جامع المسائل لابن تیمیہ، ج۴، ص ۱۹۱)

جواب: الحمد للہ! انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبروں میں زندہ بھی ہوتے ہیں اور کبھی کبھی نماز بھی پڑھتے ہیں جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے ثابت ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

ابو یعلیٰ بنقل ثقات از روایت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ آوردہ:

قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم :الْأَنْبِيَاء أَحيَاء فِي قُبُورهم يصلونَ۔[297]

ترجمہ: امام ابو یعلیٰ ثقہ راویوں کی نقل سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔

علامہ سید سمہودی لکھتے ہیں:

رواہ أبو يعلى برجال ثقات، ورواه البيهقي وصححه۔[298]

ترجمہ: اس حدیث کو امام ابو یعلیٰ نے ثقہ راویوں سے روایت کیا ہے اور امام بیہقی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے اور اس کی تصحیح بھی فرمائی ہے۔

علمائے دیوبند کے عظیم شیخ الحدیث و مصنف سرفراز خان گکھڑوی نے بھی اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں: تسکین الصدور، ص ۲۲۰، مکتبہ صفدریہ، گوجرانوالہ۔

---

297 (مدارج النبوۃ، ج۲، ص۷۴۴، جذب القلوب، ص ۱۸۰)

298 (وفاء الوفاء، ج۲، ص ۴۰۵)

سو اس قدر عظیم القدر، وقیع المرتبت علماء اعلام کا اس حدیث کو صحیح قرار دینا اور اس سے استناد اور استدلال و استخراج کرنا اس امر پر واضح دلیل ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور حیاتِ جسمانی کے ساتھ متصف ہیں۔ والحمد للہ رب العالمین!

نویں دلیل

عَنْ أَوْسِ بْنِ أَوْسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم إِنَّ مِنْ أَفْضَلِ أَيَّامِكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِيهِ خُلِقَ آدَمُ وَفِيهِ قُبِضَ وَفِيهِ النَّفْخَةُ وَفِيهِ الصَّعْقَةُ فَأَكْثِرُوا عَلَيَّ مِنَ الصَّلاَةِ فِيهِ فَإِنَّ صَلاَتَكُمْ مَعْرُوضَةٌ عَلَيَّ۔ قَالَ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَكَيْفَ تُعْرَضُ صَلاَتُنَا عَلَيْكَ وَقَدْ أَرِمْتَ يَقُولُونَ بَلِيتَ. فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ حَرَّمَ عَلَى الأَرْضِ أَجْسَادَ الأَنْبِيَاءِ۔[299]

ترجمہ: حضرت اوس بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: بے شک تمہارے تمام دنوں سے افضل دن جمعہ کا دن ہے۔ اس میں آدم علیہ السلام پیدا ہوئے، اور اس میں ان کی روح قبض ہوئی، اسی دن میں صور پھونکا جائے گا، اور اسی دن میں بے ہوشی ہو گی، پس تم اس دن میں کثرت سے مجھ پر درود پڑھو، بے شک تمہارا درود مجھ پر پیش ہوتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم! ہمارا درود آپ پر کیسے پیش ہو گا حالانکہ آپ فوت ہو چکے ہوں گے؟ یا عرض کی: آپ کی ہڈیاں بوسیدہ ہو چکی ہوں گی؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اجسام کو کھانے کو حرام فرما دیا ہے۔

---

299 (سنن ابو داؤد، کتاب: الصلوٰۃ، باب: فضل یوم الجمعة ولیلة، رقم الحدیث: ۱۰۴۷، دار السلام، ریاض، سنن النسائی، کتاب: الجمعة، باب: اکثار الصلوٰۃ علی النبی ﷺ یوم الجمعة، رقم الحدیث: ۱۳۷۰، دار الفکر، بیروت، سنن ابن ماجه، کتاب: اقامة الصلوٰۃ، باب: فی فضل الجمعة، رقم الحدیث: ۱۰۸۵، دار السلام، ریاض، مسند احمد، ج۴، ص۸، سنن کبریٰ للبیهقی، ج۳، ص ۲۳۹، المستدرک، ج۴، ص ۵۶۰، کنز العمال، رقم الحدیث: ۲۲۳۰۱، صحیح ابن حبان، رقم الحدیث: ۹۱۰)

یہ حدیث ابو داؤد میں ہے اور اس حدیث کے صحیح اور جید ہونے کی یہی دلیل کافی ہے کہ امام ابو داؤد نے اس حدیث پر کوئی تنقید یا جرح نہیں فرمائی چونکہ امام ابو داؤد نے اپنی سنن میں اس بات کا التزام کیا تھا کہ جس حدیث میں کوئی سقم یا کمزوری ہوگی تو وہ اس کے ضعف، سقم اور کمزوری کو بیان فرمادیں گے۔

چنانچہ علامہ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی فرماتے ہیں:

قال ابن داسة: سمعت أبا داود يقول: ذكرت في "السنن" الصحيح وما يقاربه، فإن كان فيه وهن شديد بينته۔[300]

ترجمہ: ابو بکر بن داسہ کہتے ہیں کہ میں نے امام ابو داؤد کو سناوہ فرمارہے تھے: میں نے اپنی سنن میں صحیح احادیث یا جو صحیح کے قریب ہیں وہ احادیث ذکر فرمائی ہیں، پس اگر اس میں شدید کمزوری ہوئی تو میں اس کو بیان کردوں گا۔

اس حدیث کو امام ابن ابی شیبہ نے مصنف، ج ۲، ص ۲۵۳، رقم الحدیث: ۸۶۹۷، میں بیان فرمایاہے۔ امام دارمی نے سنن الدارمی، ج ۲، ص ۹۸۱ میں بیان فرمایاہے۔ امام بزار نے مسند البزار کی ج ۸، ص ۴۱۱ پر نقل کیا ہے۔ امام نسائی نے السنن الکبریٰ، ج ۲، ص ۲۶۲، رقم الحدیث: ۱۶۷۸ پر نقل فرمایاہے۔ امام طبرانی نے المعجم الاوسط، ج ۵، ص ۹۷، رقم الحدیث: ۴۷۸۰ پر نقل فرمایاہے۔ امام ابن خزیمہ نے صحیح ابن خزیمہ، ص ۴۰۱، رقم الحدیث: ۷۳۳ پر نقل فرمایاہے۔

حافظ الحدیث علامہ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں:

وعنه ابی داؤد والنسائی وصححه ابن خزیمة وغیره۔[301]

---

300 (سیر اعلام النبلاء، ج ۱۳، ص ۲۱۳)

301 (فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج ۶، ص ۴۸۸)

ترجمہ: یہ حدیث ابو داؤد اور نسائی میں ہے اور ابن خزیمہ اور ان کے ماسوا محققین نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

محقق احناف ملا علی قاری فرماتے ہیں:

قال میرک: رواہ ابن حبان فی صحیحہ والحاکم وصححہ وزاد ابن حجر بقولہ وقال: صحیح علیٰ شرط البخاری ورواہ ابن خزیمۃ في صحیحہ والبیھقي في الدعوات الکبیر قال النووي اسنادہ صحیح۔[302]

ترجمہ: میرک نے کہا: اس حدیث کو ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور امام حاکم نے اس کو روایت کیا اور اس حدیث کو صحیح قرار دیا۔ امام ابن حجر نے امام حاکم کے قول پر اس بات کا اضافہ فرمایا کہ یہ حدیث امام بخاری کی شرط کے مطابق صحیح ہے اور امام ابن خزیمہ نے اس حدیث کو اپنی صحیح میں روایت کیا اور امام بیہقی نے "الدعوات الکبیر" میں نقل فرمایا۔ علامہ نووی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

علامہ زین الدین محمد عبد الرؤف المناوی فرماتے ہیں:

قال الدمیري رجالہ ثقات۔[303]

ترجمہ: امام دمیری نے کہا: اس حدیث کے رواہ ثقہ ہیں۔

البانی نے بھی اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

ملاحظہ فرمائیں: سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ، رقم الحدیث: ۲۲۱۲۔

---

302 (مرقاۃ المفاتیح، ج۳، ص ۱۰۴، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

303 (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر، ج ۲، ص ۸۷، مصر)

علامہ نووی نے ریاض الصالحین میں اس حدیث کو نقل فرمانے کے بعد فرمایا:

رواہ ابو داؤد باسناد صحیح۔[304]

ترجمہ: امام ابو داؤد نے اس حدیث کو سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

حافظ ابن القیم فرماتے ہیں:

وَمن تَأمل هَذَا الْإِسْنَاد لم يشک فِي صِحَّته لثقة رُوَاته وشهرتهم وَقبُول الْأَئِمَّة أَحَادِيثهم۔[305]

ترجمہ: جو شخص بھی اس کی سند میں غور و فکر کرے گا تو اس کو اس حدیث کی صحت میں کوئی شک نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کے تمام راوی ثقہ اور مشہور ہیں اور ائمہ کرام نے ان کی حدیثیں قبول کی ہیں۔

علامہ عینی لکھتے ہیں:

صح عنه صلى الله عليه وسلم أن الأرض لا تأكل أجساد الأنبياء عليهم الصلاة والسلام۔[306]

ترجمہ: نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے صحیح طور پر ثابت ہو چکا ہے کہ آپ نے فرمایا: زمین، حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اجسان کو نہیں کھاتی۔

بحمدہٖ تعالیٰ! علمائے اعلام کی تصریحات سے اظہر من الشمس ہو گیا کہ یہ حدیث جید، صحیح اور مستند ہے، محققین نے اس کو قبول فرمایا ہے اور اس حدیث سے استدلال و استشہاد کرتے ہوئے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی جسمانی حیات کو ثابت کیا ہے۔ اب جو ان احادیثِ صریحہ واضحہ کے بعد

---

304 (ریاض الصالحین، ص ۲۶۱، رقم الحدیث: ۱۳۹۹، دار الکتاب العربی، بیروت)

305 (جلاء الافہام، ص ۴۰، دار الکتاب العربی، بیروت)

306 (عمدۃ القاری، ج ۶، ص ۲۹)

بھی یہ عقیدہ رکھے کہ العیاذ باللہ تعالیٰ! انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبروں میں زندہ نہیں ہیں تو یقیناً وہ بندہ قعرِ ضلالت میں گر چکا ہے اور رُشد و ہدایت سے برگشتہ ہے اور اللہ تعالیٰ ہی حق کی ہدایت دینے والا ہے۔

وهو ولی التوفيق والارشاد!

دسویں دلیل

نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی قبر انور میں حیات پر ایک واضح دلیل یہ حدیث ہے:

عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَكْثِرُوا الصَّلَاةَ عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَإِنَّهُ مَشْهُودٌ تَشْهَدُهُ الْمَلَائِكَةُ وَإِنَّ أحدا لن يُصَلِّي عَلَيَّ إِلَّا عُرِضَتْ عَلَيَّ صَلَاتُهُ حَتَّى يَفْرُغَ مِنْهَا قَالَ: قُلْتُ: وَبَعْدَ الْمَوْتِ؟ قَالَ: إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ فَنَبِيُّ اللَّهِ حَيٌّ يُرْزَقُ۔[307]

ترجمہ: حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو کیونکہ یہ یومِ شہود ہے، اس میں ملائکہ حاضر ہوتے ہیں اور بے شک تم میں سے جو بھی مجھ پر درود بھیجتا ہے تو اس کے فارغ ہونے سے پہلے وہ درود مجھ تک پہنچا دیا جاتا ہے۔ میں نے عرض کی: موت کے بعد بھی؟ فرمایا: جی ہاں! موت کے بعد بھی، بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام کو کھانا حرام فرما دیا ہے، پس اللہ تعالیٰ کا نبی زندہ ہے اور اس کو رزق دیا جاتا ہے۔

---

307 (سنن ابن ماجه، كتاب: الجنائز، باب: ذكر وفاته ودفنه ﷺ، رقم الحديث: ١٦٣٧، دار السلام، رياض، مشكوٰة المصابيح، كتاب: الصلوٰة، باب: الجمعة، رقم الحديث: ١٣٦٦، البداية والنهاية، ج٤، ص ٢٥٨)

علمائے دیوبند کے شیخ الحدیث سرفراز خان صفدر اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

حافظ منذری فرماتے ہیں:

اسنادہ جید۔ [308]

ترجمہ: اس حدیث کی سند جید ہے۔

علامہ عزیزی لکھتے ہیں:

ورجالہ ثقات۔ [309]

ترجمہ: اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں۔

علامہ مناوی فرماتے ہیں:

قال الدمیری رجالہ ثقات۔ [310]

ترجمہ: دمیری نے کہا: اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں۔

علامہ زرقانی فرماتے ہیں:

رواہ ابن ماجہ برجال ثقات۔ [311]

ترجمہ: ابن ماجہ نے اس حدیث کو ثقہ راویوں کے ساتھ روایت کیا ہے۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

قلت رجالہ ثقات۔ [312]

ترجمہ: میں کہتا ہوں: اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں۔

---

308 (ترجمان السنۃ، ج۳، ص۲۹۷)

309 (السراج المنیر، ج۱، ص۲۹۰)

310 (فیض القدیر، ج۲، ص۸۷)

311 (زرقانی شرح مواھب، ج۵، ص۳۳۶)

312 (تھذیب التھذیب، ج۳، ص۳۹۸)

اور علامہ سمہودی فرماتے ہیں:

رواہ ابن ماجۃ باسناد جید۔[313]

ترجمہ: امام ابن ماجہ نے اس حدیث کو جید سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

اور حضرت ملا علی قاری ارشاد فرماتے ہیں:

باسناد جید نقلہ میرک عن المنذری ولہ طرق کثیرۃ۔[314]

ترجمہ: اس کی سند جید ہے، محدث میرک نے امام منذری سے اس کو نقل کیا ہے اور اس کے بہت سے طرق ہیں۔

قاضی شوکانی فرماتے ہیں:

وقد اخرج ابن ماجۃ باسناد جید۔[315]

ترجمہ: امام ابن ماجہ نے جید سند کے ساتھ اس کی تخریج کی ہے۔

مولانا شمس الحق صاحب عظیم آبادی لکھتے ہیں:

باسناد جید۔[316]

ترجمہ: اس کی سند جید اور کھری ہے۔[317]

امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی لکھتے ہیں:

روى الحاكم وقال: صحيح الإسناد والبيهقي في شعب الإيمان، وحياة الأنبياء في قبورهم۔[318]

---

313 (خلاصۃ الوفاء، ص ۴۸)

314 (مرقاۃ المفاتیح، ج ۲، ص ۲۱۲)

315 (نیل الاوطار، ج ۳، ص ۲۶۴)

316 (عون المعبود، ج ۱، ص ۴۰۵)

317 (تسکین الصدور، ص ۳۱۸، ۳۱۹، مکتبہ صفدریہ، گوجرانوالہ)

318 (سبل الھدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، ج ۱۲، ص ۳۴۴، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

ترجمہ: امام حاکم نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور اس کو صحیح الاسناد قرار دیا ہے اور امام بیہقی نے اس حدیث کو شعب الایمان اور حیاۃ الانبیاء میں روایت کیا ہے۔

اس حدیث کی شرح میں محقق احناف علامہ شیخ علی بن سلطان محمد القاری فرماتے ہیں:

(قَالَ: "إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ")، أَيْ مَنَعَهَا مَنْعًا كُلِّيًّا ("أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ")، أَيْ: جَمِيعَ أَجْزَائِهِمْ، فَلَا فَرْقَ لَهُمْ فِي الْحَالَيْنِ، وَلِذَا قِيلَ: أَوْلِيَاءُ اللَّهِ لَا يَمُوتُونَ وَلَكِنْ يَنْتَقِلُونَ مِنْ دَارٍ إِلَى دَارٍ، وَفِيهِ إِشَارَةٌ إِلَى أَنَّ الْعَرْضَ عَلَى مَجْمُوعِ الرُّوحِ وَالْجَسَدِ مِنْهُمْ بِخِلَافِ غَيْرِهِمْ، وَمَنْ فِي مَعْنَاهُمْ مِنَ الشُّهَدَاءِ وَالْأَوْلِيَاءِ، فَإِنَّ عَرْضَ الْأُمُورِ وَمَعْرِفَةَ الْأَشْيَاءِ إِنَّمَا هُوَ بِأَرْوَاحِهِمْ مَعَ أَجْسَادِهِمْ۔

("فَنَبِيُّ اللَّهِ"): يَحْتَمِلُ الْجِنْسَ وَالِاخْتِصَاصَ بِالْفَرْدِ الْأَكْمَلِ، وَالظَّاهِرُ هُوَ الْأَوَّلُ; لِأَنَّهُ رَأَى مُوسَى قَائِمًا يُصَلِّي فِي قَبْرِهِ، وَكَذَلِكَ إِبْرَاهِيمُ كَمَا فِي حَدِيثِ مُسْلِمٍ، وَصَحَّ خَبَرُ: الْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ يُصَلُّونَ، قَالَ الْبَيْهَقِيُّ: وَحُلُولُهُمْ فِي أَوْقَاتٍ مُخْتَلِفَةٍ فِي أَمَاكِنَ مُتَعَدِّدَةٍ جَائِزٌ عَقْلًا، كَمَا وَرَدَ بِهِ خَبَرُ الصَّادِقِ: ("حَيٌّ")، أَيْ دَائِمًا ("يُرْزَقُ"): رِزْقًا مَعْنَوِيًّا فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَالَ فِي حَقِّ الشُّهَدَاءِ مِنْ أُمَّتِهِ {بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ} [آل عمران: 169] فَكَيْفَ سَيِّدُهُمْ بَلْ رَئِيسُهُمْ; لِأَنَّهُ حَصَلَ لَهُ أَيْضًا مَرْتَبَةُ الشَّهَادَةِ مَعَ مَزِيدِ السَّعَادَةِ بِأَكْلِ الشَّاةِ الْمَسْمُومَةِ وَعُودِ سُمِّهَا الْمَغْمُومَةِ۔[319]

ترجمہ: حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: (إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ) اس سے مراد ہے کہ کلی طور پر زمین کو منع فرمادیا ہے (أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ) مراد ہے کہ انبیاء کے تمام اجزاء زمین پر حرام ہیں۔ پس انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی قبل از وصال اور بعد از وصال دونوں حالتوں میں کوئی فرق نہیں ہے اور اسی لئے کہا گیا ہے: اللہ تعالیٰ کے ولی مرتے نہیں (یعنی فنائے محض اور کلی عدم کے ساتھ) بلکہ وہ ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف منتقل ہوتے ہیں (اور یہی ان کی موت کا معنی

---

319 (مرقاۃ المفاتیح، کتاب: الصلوٰۃ، باب: الجمعۃ، رقم الحدیث: ۱۳۶۶، ج۳، ص ۴۱۵، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

ہے)اس حدیث میں اشارہ ہے کہ درود و سلام حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جسم اور آپ کی روح دونوں پر پیش کیا جاتا ہے، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر بھی اور جو ان کے معنی میں شہداء اور اولیاءہیں کیونکہ امور کا پیش ہونا اور اشیاء کی معرفت ہونا، روح اور جسم دونوں کے ساتھ ہوتا ہے۔

(فَنَبِيُّ اللّٰهِ) یہ لفظ جنس کا بھی احتمال رکھتا ہے (یعنی مراد سارے نبی ہوں) اور فرد اکمل کے ساتھ اختصاص کا بھی احتمال رکھتا ہے (یعنی مراد فقط حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات ہو) اور ظاہر یہ ہے کہ پہلا احتمال ہی مراد ہو کیونکہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کی قبر میں نماز پڑھتے دیکھا اور اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی دیکھا جیسا کہ مسلم شریف کی حدیث میں ہے اور صحیح حدیث میں ہے کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں۔ امام بیہقی نے فرمایا: انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا مختلف اوقات میں متعدد جگہوں پر حلول کرنا عقلی طور پر جائز ہے جیسا کہ خبر صادق میں وارد ہوا ہے۔ (حی) سے مراد ہے: دائمی طور پر زندہ ہیں۔ (یرزق) یعنی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو رزقِ معنوی دیا جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے شہداء کے حق میں فرمایا: بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس روزی دیئے جاتے ہیں۔

تو جب شہداء کو رزق دیا جاتا ہے تو جو ان کے بھی سردار اور رئیس ہیں، یعنی نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ان کو قبر انور میں روزی کیوں نہ دی جاتی ہو گی؟ جبکہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مزید سعادت کے طور پر شہادت کا مرتبہ بھی حاصل ہے، زہر آلود بکری کھانے اور وقتِ وصال اس کے اثر کے عود کر آنے کی وجہ سے"۔ (جیسا کہ چند صفحات پہلے احادیث کے حوالہ سے بیان ہوا ہے۔ محمد عاطف غفرلہ)۔

گیارہویں دلیل

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: مَا مِنْ أَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ إِلاَّ رَدَّ اللَّهُ عَلَيَّ رُوحِي حَتَّى أَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلاَمَ۔[320]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو کوئی مجھ پر سلام عرض کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح مجھ پر لوٹا دیتا ہے یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

اس حدیث کے ثقہ، جید اور صحیح ہونے کی دلیل یہی ہے کہ امام ابو داؤد جیسے عظیم محدث نے اس حدیث کو بلا جرح و تنقید کے نقل فرمایا ہے لیکن چند محققین کی تصریحات اس حدیث کی صحت کے متعلق ملاحظہ فرمائیں:

حافظ عماد الدین ابی الفداء اسماعیل بن کثیر الدمشقی فرماتے ہیں:

تَفَرَّدَ بِهِ أَبُو دَاوُدَ وَصَحَّحَهُ النَّوَوِيُّ فِي الْأَذْكَارِ۔[321]

ترجمہ: اس حدیث کے ساتھ ابو داؤد متفرد ہیں اور علامہ نووی نے الاذکار میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

محمد جمال الدین قاسمی کی بھی یہی عبارت ہے، ملاحظہ فرمائیں: تفسیر القاسمی، ج۸، ص۱۰۸۔

---

320 (سنن ابی داؤد، کتاب: المناسک، باب: زیارۃ القبور، رقم الحدیث: ۲۰۴۱، دار السلام، ریاض، مسند احمد، رقم الحدیث: ۱۰۸۱۵، المعجم الاوسط، رقم الحدیث: ۳۰۹۲، السنن الصغیر للبیهقی، رقم الحدیث: ۱۷۶۹، السنن الکبریٰ للبیهقی، رقم الحدیث: ۱۰۲۷۰، شعب الایمان، رقم الحدیث: ۱۴۷۹، معرفة السنن والآثار، رقم الحدیث: ۱۰۹۳۵، معجم ابن عساکر، رقم الحدیث: ۱۱۳۲، مجمع الزوائد، ج ۱، ص ۱۶۲، مشکوٰۃ المصابیح، رقم الحدیث: ۹۲۵، الترغیب والترهیب، ج۲، ص ۴۹۹، کنز العمال، رقم الحدیث: ۲۲۰۰۰)

321 (تفسیر ابن کثیر، ج۶، ص ۴۷۴، دار طیبة)

امام یحییٰ بن شرف النووی الشافعی فرماتے ہیں:

رويناه فيه أيضاً بإسناد صحيح، عن أبي هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: مَامِنْ أحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ، الخ۔[322]

ترجمہ: ہم نے اس حدیث کو سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے (آگے مکمل حدیث ہے)۔

حافظ ابن القیم حنبلی لکھتے ہیں:

وقد صح اسناد هذا الحديث۔[323]

ترجمہ: بے شک اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

رواته ثقات۔[324]

ترجمہ: اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں۔

علامہ سخاوی اور ملا علی قاری نے امام نووی کی تصحیح کو برقرار رکھا۔ ملاحظہ فرمائیں: القول البدیع، مرقاۃ المفاتیح، ج ۲، ص ۳۴۷۔

امام مناوی فرماتے ہیں:

قال في الأذكار والرياض: إسناده صحيح وقال ابن حجر: رواته ثقات۔[325]

ترجمہ: علامہ نووی نے الاذکار اور ریاض الصالحین میں اس حدیث کی سند کو صحیح قرار دیا ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا: اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں۔

علامہ زرقانی مؤطا کی شرح میں فرماتے ہیں:

---

322 (الاذکار، کتاب: الصلوٰۃ علی رسول اللہ ﷺ، رقم الحدیث: ۳۴۲، ص ۹۳، دار الکتاب العربی، بیروت)

323 (جلاء الافهام، الباب الاول، ماجاء فی الصلوٰۃ علی رسول اللہ، رقم الحدیث: ۲۴، ص ۲۳، دار الکتاب العربی، بیروت)

324 (فتح الباری، ج ۶، ص ۴۸۸)

325 (فیض القدیر، ج ۵، ص ۴۶۷)

اخرجہ ابو داؤد ورجالہ ثقات۔[326]

ترجمہ: اس حدیث کی امام ابو داؤد نے تخریج کی ہے اور اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں۔

قاضی شوکانی اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں:

اصح ما ورد فی ذلک ما رواہ احمد و ابو داؤد الیٰ آخر الحدیث۔[327]

ترجمہ: اس بارے میں صحیح ترین حدیث وہ ہے جس کو امام احمد اور امام ابو داؤد نے روایت کیا ہے (یعنی ما من احد یسلم علی، الخ۔)۔

علامہ ناصر الدین البانی نے اس حدیث کو "حسن" قرار دیا ہے، ملاحظہ فرمائیں: الجامع الصحیح، رقم الحدیث: ۵۶۷۹۔

اگرچہ صواب یہ ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے جیسا کہ علامہ نووی نے بیان فرمایا۔ و اللہ تعالیٰ اعلم!

ابن تیمیہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

وھو حدیث جید۔[328]

ترجمہ: یہ حدیث جید ہے۔

علامہ شمس الدین محمد بن احمد بن عبد الہادی حنبلی لکھتے ہیں:

وأعلم أن هذا الحديث هو الذي اعتمد عليه الإمام أحمد وأبو داود وغيرهما من الأئمة في مسألة الزيارة، وهو أجود ما استدل به في هذا الباب۔[329]

ترجمہ: جان لے کہ یہ حدیث وہ ہے جس پر امام احمد، امام ابو داؤد اور دیگر ائمہ نے مسئلہ زیارت میں اعتماد کیا ہے اور اس باب میں یہ بہت عمدہ استدلال ہے۔

---

326 (شرح الزرقانی علی المؤطا، ج۳، ص۴۴۷)

327 (نیل الاوطار، ج۵، ص۱۱۴)

328 (فتاویٰ ابن تیمیہ، ج۴، ص۳۶۱)

329 (الصارم المنکی، ج۱، ص۱۸۹، مؤسسۃ الریان، بیروت)

علامہ ابن الملقن الشافعی فرماتے ہیں:

رواہ ابو داؤد فی سننہ باسناد جید۔[330]

ترجمہ: امام ابو داوٗد نے اس حدیث کو اپنی سنن میں سندِ جید کے ساتھ روایت کیا ہے۔

محققین اور اصولیین کے نزدیک جید اور صحیح میں کوئی فرق نہیں ہے۔

چنانچہ امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

أن ابن الصلاح یری التسویة بین الجید و الصحیح, کذا قال البلقيني: من ذلک یعلم أن الجودة یعبر بها عن الصحة. و في "جامع الترمذي" في الطب: هذا حديث جيد حسن۔[331]

ترجمہ: ابن الصلاح جید اور صحیح کو ایک ہی قرار دیتے ہیں۔ اور اسی لئے البلقینی نے کہا کہ یہاں سے معلوم ہوا کہ صحت کی تعبیر جودت کے ساتھ کی جاسکتی ہے اور امام ترمذی نے کتاب الطب میں ایک حدیث کے تحت فرمایا: یہ حدیث جید (یعنی صحیح) اور حسن ہے۔

حافظ ابن الحجر العسقلانی "التلخیص الحبیر" میں اس حدیث کے متعلق تاثرات دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

اصح ما ورد فی ذلک ما رواہ احمد و ابو داؤد ۔۔۔ فذکر الحدیث باسنادہ۔[332]

ترجمہ: اس بارے میں جو صحیح ترین حدیث وارد ہوئی ہے، وہ ہے جسے امام احمد اور امام ابو داوٗد نے روایت کیا ہے، یعنی ما من احد یسلم علی، الخ۔

مفتی نجد، ابن باز نے بھی اس حدیث کو صحیح قرار دیا۔ ملاحظہ فرمائیں: فتاویٰ نور علی الارب لابن باز، ج۱۴، ص۴۸۵، اور مجموع فتاویٰ ابن باز، ج۲، ص۳۸۶۔

---

[330] (البدر المنیر، ج۶، ص۲۹۹، دار الهجرة، ریاض)

[331] (تدریب الراوی، ص۱۰۴، مطبوعہ مصر)

[332] (تلخیص الحبیر، ج۲، ص۵۷۲، رقم الحدیث: ۱۰۷۵، دار الکتب العلمیة، بیروت)

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی فرماتے ہیں:

روی الامام الاحمد و ابو داؤد و البیھقی بسند صحیح۔[333]

ترجمہ: اس حدیث کو امام احمد، امام ابو داوٗد اور امام بیہقی نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

ملا علی قاری فرماتے ہیں:

سندہ حسن۔[334]

ترجمہ: اس حدیث کی سند حسن ہے۔

یہاں تک اس حدیث کی صحت، ثقاہت اور اس کا قابلِ احتجاج واستدلال ہونا اظہر من الشمس ہو گیا۔ لیکن اس حدیث کے متعلق معرکۃ الآراء بحث اور اس حدیث پر وارد ہونے والا اشکال بہت توجہ طلب ہے اور وہ یہ ہے کہ اس حدیث میں جملہ آیا ہے: "رد اللہ الی روحی" اس کا لفظی ترجمہ یہ ہے کہ جب کوئی مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح مجھ پر لوٹا دیتا ہے یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔ منکرین حیات الانبیاء نے "رد اللہ الیٰ روحی" سے استدلال کرتے ہوئے کہا: یہ حدیث نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی قبر انور میں حیات کی نفی پر دلیل ہے اور وہ اس طرح کہ مسلم کے سلام پڑھنے سے پہلے آپ کی روح آپ کے بدن مبارک میں موجود نہیں ہوتی اور جب کوئی سلام پڑھتا ہے تو روح مبارک بدن میں لوٹا دی جاتی ہے۔ لہٰذا معلوم یہ ہوا کہ اصلاً نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی قبر انور میں زندہ نہیں ہیں۔

اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ محققین اعلام اور علمائے عظام نے اس تاویل کو مسترد کر دیا ہے، اس کی دو وجوہات ہیں، ایک وجہ تو یہ ہے کہ انفصالِ روح، موت کو کہتے ہیں اور اتصال روح حیات کو

---

[333] (سبل الھدیٰ والرشاد، الباب الحاوی عشر: فی حیاتہ ﷺ فی قبرہ، ۱۲، ص ۳۵۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

[334] (شرح الشفا، ج ۲، ص ۱۴۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

کہتے ہیں اور قرآن کی نصِ قطعی دو زندگیاں اور دو موتیں ثابت کر رہی ہے۔ اور اگر یہ تاویل تسلیم کر لی جائے تو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر تو العیاذ باللہ کئی موتیں واقع ہوں گی اور اس کا کوئی بھی ذی شعور اور منصف مزاج قائل نہیں ہے۔

قرآن مجید میں دو موتوں کا ذکر یوں فرمایا، اللہ رب العالمین نے ارشاد فرمایا:

كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَكُنتُمْ أَمْوَاتًا فَأَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ (البقرۃ ۲۸)

ترجمہ: تم کیونکر اللہ تعالیٰ کے منکر ہوگے حالانکہ تم مردہ تھے پس اس نے تمہیں زندہ فرمادیا، پھر تمہیں موت دے گا، پھر تمہیں زندہ فرمائے گا، پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

قَالُوا رَبَّنَا أَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَأَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ (غافر ۱۱)

ترجمہ: وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! تو نے ہمیں دو بار مردہ کیا اور دو بار زندہ کیا۔

اور حدیث پاک میں ہے کہ جب نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا وصال مبارک ہوا تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضرِ خدمت ہوئے:

فَكَشَفَ عَنْ وَجْهِهِ ثُمَّ أَكَبَّ عَلَيْهِ فَقَبَّلَهُ ثُمَّ بَكَى فَقَالَ بِأَبِي أَنْتَ يَا نَبِيَّ اللَّهِ لَا يَجْمَعُ اللَّهُ عَلَيْكَ مَوْتَتَيْنِ أَمَّا الْمَوْتَةُ الَّتِي كُتِبَتْ عَلَيْكَ فَقَدْ مُتَّهَا۔[335]

---

[335] (صحیح بخاری، کتاب: الجنائز، باب: الدخول علی المیت بعد الموت، رقم الحدیث: ۱۲۴۱، دار الکتاب العربی، بیروت، صحیح بخاری، اطراف الحدیث: ۳۶۶۷، ۳۶۷۰، ۴۴۵۲، ۴۴۵۵، ۴۴۵۷، ۵۷۱۰، ۵۷۱۱، سنن النسائی، کتاب: الجنائز، باب: تقبیل المیت، رقم الحدیث: ۱۸۳۷، دار الفکر، بیروت، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۴۲۶۴، مسند احمد، رقم الحدیث: ۳۰۹۰، مصنف عبدالرزاق، رقم الحدیث: ۹۷۵۵، السنن الکبریٰ للنسائی، رقم الحدیث: ۱۹۸۰، صحیح ابن حبان، رقم الحدیث: ۳۰۳۰، المعجم الاوسط، رقم الحدیث: ۳۵۹۰، المستدرک، رقم الحدیث: ۳۱۶۲، السنن الکبریٰ للبیہقی، رقم الحدیث: ۶۷۱۰)

ترجمہ: تو انہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے چہرۂ اقدس سے کپڑا ہٹایا، پھر حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جھک گئے اور آپ کو بوسہ دیا تو رونے لگ گئے اور عرض کرنے لگے: میرا باپ، یا نبی اللہ آپ پر قربان ہو! اللہ تعالیٰ آپ پر اس موت کے بعد دوسری موت جمع نہیں فرمائے گا، بہر حال وہ موت جو آپ کے لئے لکھی گئی تھی وہ آپ پر آچکی ہے۔

سو قرآن کی آیات اور یہ حدیث اس پر دلالت کر رہی ہے کہ معروف موت کے بعد حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام پر دوسری موت نہیں آئے گی اور "رد اللہ الی روحی" کی انفصالِ روح اور اتصالِ روح کی تاویل یہ ظاہر کرتی ہے کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام پر معروف موت کے بعد کئی موتیں آئیں گی، لہٰذا یہ تاویل نصوصِ قرآنی اور نصوصِ احادیث کے خلاف ہے۔

اس تاویل کے مسترد ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر یہاں "رد اللہ الی روحی" کو انفصالِ روح کے بعد اتصالِ روح سے تعبیر کریں تو بار بار انفصالِ روح یقیناً ایک کرب ناک اور اذیت ناک عمل ہے۔ کما قال: "ان للموت سکرات" ولہٰذا حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شانِ محبوبی کا اقتضاء یہ ہے کہ آپ پر ایسی تکالیف اور اذیتیں وارد نہ ہوں۔

چنانچہ حدیث میں ہے:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: لَمَّا وَجَدَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ كَرْبِ الْمَوْتِ مَا وَجَدَ، قَالَتْ: فَاطِمَةُ وَاكَرْبَ أَبَتَاهُ، فَقَالَ: رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا كَرْبَ عَلَى أَبِيكِ بَعْدَ الْيَوْمِ۔[336]

---

336 (سنن ابن ماجہ، ذکر وفاته ﷺ، رقم الحدیث: ۱۶۲۹، دار السلام، ریاض، مسند اسحاق بن راھویہ، ج۵، ص ۱۴، مسند احمد، رقم الحدیث: ۱۲۴۳۴، مسند البزار، رقم الحدیث: ۶۶۷۳، مسند ابویعلیٰ، رقم الحدیث: ۲۷۶۹، صحیح ابن حبان، رقم الحدیث: ۶۶۲۲)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے موت کی تکلیف پائی جو پائی تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا: ہائے میرے والد گرامی کو کتنی تکلیف پہنچی ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: آج کے بعد تمہارے والد کو کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔

سو یہ تاویل کہ بار بار آپ کی روح آپ سے منفصل ہوتی ہے اور مسلم کے سلام کے وقت عود کر آتی ہے اور بدن سے اتصالِ روح ہوتا ہے، اس حدیث کے خلاف ہے۔

اگر یہ تاویل تسلیم بھی کر لی جائے تب بھی یہ حدیث نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی حیاتِ برزخیہ کی نفی میں پیش نہیں کی جاسکتی، بلکہ اس تاویل کی رو سے بھی یہ حدیث آپ کی حیاتِ برزخیہ پر دلیل ہے اور وہ اس طرح کہ مسلم کے سلام کے وقت اتصالِ روح ہوتا ہے اور روح بدن کی طرف عود کر آتی ہے، یہاں تک کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام، مسلم کے سلام کا جواب عنایت فرماتے ہیں، سو کائنات کا کون سا لمحہ ایسا ہے جس میں عرش تا فرش کوئی مسلم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی خدمت میں صلوٰۃ وسلام کا ہدیہ پیش نہ کر رہا ہو۔ ہمہ وقت زائرین بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم مواجہہ شریف اور مسجد نبوی میں محوِ صلوٰۃ وسلام ہوتے ہیں، شرق تا غرب، اربوں غلام آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر درود وسلام پڑھ رہے ہوتے ہیں، قدسیانِ فلک اور خاص ستر ستر ہزار فرشتے جو قبر انور پر مامور ہوتے ہیں، صلوٰۃ وسلام پڑھ رہے ہوتے ہیں۔ اس وقت کائنات کا کوئی لمحہ مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر صلوٰۃ وسلام سے خالی نہیں تو اس تاویل کی رو سے بھی حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زندہ و جاوید ہونا ثابت ہوتا ہے۔

امام جلال الدین سیوطی شافعی فرماتے ہیں:

وتکرر الرد یستلزم تکرار المفارقۃ، وتکرار المفارقۃ یلزم منہ محذوران، احدھما: تالیم الجسد الشریف بتکرار خروج الروح منہ او نوع ما من مخالفۃ التکریم ان لم یکن تالیم، والآخر: مخالفۃ سائر الناس۔ الشھداء وغیرھم فانہ لم یثبت لاحد منھم ان یتکرر لہ مفارقۃ الروح وعودھا فی البرزخ، والنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اولیٰ بالاستمرار الذی ھو اعلیٰ مرتبۃ۔

ومحذور ثالث: ھو مخالفۃ القرآن فانہ دل علیٰ انہ لیس الا موتتان وحیاتان، وھذا التکرار یستلزم موتات کثیرۃ، وھو باطل۔

ومحذور رابع: وھو مخالفۃ الاحادیث المتواترۃ وما خالف القرآن والمتواترۃ من السنۃ وجب تاویلہ، وان لم یقبل التاویل کان باطل۔[337]

ترجمہ: ردِروح کا تکرار، مفارقت روح کے تکرار کا مستلزم ہے۔ اور مفارقۃ روح کے تکرار سے چند محذورات وممنوعات لازم آتے ہیں:

۱۔ مفارقتِ روح سے جسد اقدس کو تکلیف اور تالیم پہنچے گی، یا اگر تکلیف نہ بھی ہو تو یہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی تکریم وتوقیر کے خلاف ہو گا۔

۲۔ تمام لوگوں یعنی شہداء اور ان کے ماسوا کی مخالفت لازم آئے گی۔ کیونکہ ان میں سے کسی ایک کے لئے روح کی مفارقت اور عود الروح ثابت نہیں، اور نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اس بات کے زیادہ حق دار ہیں کہ آپ کی روح مبارک مستمر رہے کیونکہ استمرارِ روح اعلیٰ مرتبہ ہے۔

---

[337] (الحاوی للفتاویٰ، انباء الاذکیاء بحیاۃ الانبیاء، ص ۵۵۷، ۵۵۸، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

۳۔ مفارقتِ روح سے قرآن کی مخالفت لازم آتی ہے کیونکہ قرآن دو موتوں اور دو حیاتوں پر دلالت کرتا ہے اور یہ مفارقتِ روح کا تکرار تو بہت سی موتوں کو مستلزم ہے اور یہ باطل ہے۔

۴۔ مفارقتِ روح سے احادیثِ متواترہ کی مخالفت لازم آتی ہے اور جو بات قرآن اور احادیثِ متواترہ کے خلاف ہو تو اس کی تاویل واجب ہے اور اگر وہ تاویل کو قبول نہ کرے تو وہ باطل ہے۔

یہی امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

إِنَّ الرَّدَّ يَسْتَلْزِمُ الِاسْتِمْرَارَ ;لِأَنَّ الزَّمَانَ لَا يَخْلُو مِنْ مُصَلٍّ عَلَيْهِ فِي أَقْطَارِ الْأَرْضِ فَلَا يَخْلُو مِنْ كَوْنِ الرُّوحِ فِي بَدَنِهِ۔[338]

ترجمہ: ردِّ روح مفارقتِ روح کو لازم نہیں بلکہ استمرارِ روح اور استمرارِ حیات کو لازم ہے کیونکہ کوئی زمانہ اس سے خالی نہیں کہ تمام زمین کے اطراف میں نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر کوئی درود پڑھنے والا نہ ہو۔

پس معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا بدن مبارک زمانے کے کسی حصہ میں روح سے خالی نہیں ہوتا۔

علامہ احمد بن محمد الخفاجی مصری حنفی فرماتے ہیں:

فیہ دلیل علیٰ انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم حی حیاۃ مستمرۃ لان الکون لا یخلو من مسلم یسلم علیہ فی کل لخطۃ۔[339]

ترجمہ: اس حدیث میں اس امر پر دلیل ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم حیاتِ مستمرہ، دائمہ کے ساتھ زندہ ہیں کیونکہ کوئی علاقہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر ہر لحظہ سلام پڑھنے والوں سے خالی نہیں ہے۔

---

[338] (الحاوی للفتاویٰ انباء الاذکیاء بحیاۃ الانبیاء، ص ۵۵۸، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

[339] (نسیم الریاض، ج۳، ص ۴۹۹، طبع مصر)

اس حدیث کی تاویل کے متعلق مجدد و محدث امام جلال الدین سیوطی نے پندرہ اقوال نقل فرمائے ہیں جن میں سے چند اقوال قارئین کی نذر کرتے ہیں:

پہلا قول: ایک قول اس حدیث کی تاویل میں یہ ہے کہ یہاں لفظ "قد" محذوف ہے اور دراصل حدیث کی عبارت یوں ہے:

مامن احد یسلم علی الا و قد رد اللہ علی روحی قبل ذلک فارد علیہ۔

ترجمہ: جو کوئی بھی مجھ پر سلام عرض کرتا ہے تو بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھ پر پہلے سے میری روح لوٹادی ہے تو میں اس کو اس کے سلام کا جواب دیتاہوں۔

امام جلال الدین سیوطی نے اس تاویل کو اقویٰ قرار دیاہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

أَنَّ قَوْلَهُ: " رَدَّ اللهُ " جُمْلَةٌ حَالِيَةٌ، وَقَاعِدَةُ الْعَرَبِيَّةِ أَنَّ جُمْلَةَ الْحَالِ إِذَا وَقَعَتْ فِعْلًا مَاضِيًا قُدِّرَتْ فِيهَا قَدْ كَقَوْلِهِ تَعَالَى: أَوْ جَاءُوكُمْ حَصِرَتْ صُدُورُهُمْ (النساء ۹۰) أَيْ: قَدْ حَصِرَتْ، وَكَذَا تُقَدَّرُ هُنَا وَالْجُمْلَةُ مَاضِيَةٌ سَابِقَةٌ عَلَى السَّلَامِ الْوَاقِعِ مِنْ كُلِّ أَحَدٍ وَحَتَّى لَيْسَتْ لِلتَّعْلِيلِ، بَلْ مُجَرَّدُ حَرْفِ عَطْفٍ بِمَعْنَى الْوَاوِ، فَصَارَ تَقْدِيرُ الْحَدِيثِ: مَا مِنْ أَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ إِلَّا قَدْ رَدَّ اللهُ عَلَيَّ رُوحِي قَبْلَ ذَلِكَ فَأَرُدُّ عَلَيْهِ۔[340]

ترجمہ: "رد اللہ" کا جملہ حالیہ ہے اور عربی کا قاعدہ یہ ہے کہ جملہ حالیہ جب فعل ماضی ہو تو اس میں حرف "قد" محذوف و مقدر ہوتا ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان: أَوْ جَاءُوكُمْ حَصِرَتْ صُدُورُهُمْ (النساء ۹۰) میں حرف "قد" مقدر ہے اور گویا عبارت یوں ہے: "قد حصرت"۔ اسی طرح یہاں بھی "قد" مقدر ہے اور ماضی کا جملہ ہر سلام کرنے والے کے سلام سے پہلے ہے اور "حتی" تعلیل کے لئے نہیں بلکہ محض حرفِ عطف ہے جو واؤ کے معنی میں ہے۔ پس اب حدیث کی تقدیر یوں بنے

340 (الحاوی للفتاوی، ص۵۵۷، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

گی: ترجمہ: جو کوئی شخص مجھ پر سلام عرض کرتا ہے تو اس حال میں کہ اللہ تعالیٰ نے میری روح پہلے سے (میرے بدن کی طرف) پلٹادی ہے اور میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

اس تاویل کو امام بیہقی نے بھی شعب الایمان میں ذکر کیا ہے، فرماتے ہیں:

مَعْنَاهُ وَاللهُ أَعْلَمُ، إلاّ وَقَدْرَدّاللهُ عَلَيّ رُوحِي, فَأَرُدّ عَلَيْهِ السّلاَمَ۔[341]

ترجمہ: حدیث کا معنی یہ ہے اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے: "إلاّ وَقَدْرَدّاللهُ عَلَيّ رُوحِي" یعنی اللہ تعالیٰ میری روح مجھ پر لوٹا چکا ہے۔

دوسرا قول: اس قول کو امام جلال الدین سیوطی پہلے قول سے بھی قوی تر قرار دیتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ نبی مکرم رسول معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی روح مبارک عالمِ برزخ میں ملکوت کے مشاہدہ اور انوار و تجلیاتِ الٰہیہ کے استغراق وانہماک میں ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ جب کوئی سلام عرض کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی روح مبارک کو اس کی طرف متوجہ فرمادیتا ہے۔ یہاں تک کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم بنفسہٖ اس مسلم کا سلام سماعت فرماکر اس کو جواب عنایت فرماتے ہیں۔ سو یہاں ردّ روح سے مراد اس جذب و استغراق کی کیفیت کو مسلم کی طرف متوجہ فرمانا ہے۔

ارشاد فرماتے ہیں:

أَنّهُ لَيسَ الْمرَادُ بِرَدِّ الرّوحِ عَوْدَهَا بَعْدَ الْمُفَارَقَةِ لِلْبَدَنِ، وَإِنّمَا النّبِيُّ صَلّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلّمَ فِي الْبَرْزَخِ مَشْغُولٌ بِأَحْوَالِ الْمَلَكُوتِ مُسْتَغْرِقٌ فِي مُشَاهَدَةِ رَبِّهِ كَمَا كَانَ فِي الدُّنْيَا فِي حَالَةِ الْوَحْيِ وَفِي أَوْقَاتٍ أُخَرَ، فَعَبّرَ عَنْ إِفَاقَتِهِ مِنْ تِلْكَ الْمُشَاهَدَةِ وَذَلِكَ الِاسْتِغْرَاقِ بِرَدِّ الرُّوحِ۔[342]

---

[341] (شعب الایمان، ج٦، ص ٥٢)

[342] (الحاوی للفتاویٰ، انباء الاذکیاء، ص ٥٥٨، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

ترجمہ: یہاں "ردّ روح" سے مراد بدن سے مفارقت کے بعد پلٹنا نہیں ہے بلکہ نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم عالمِ برزخ میں ملکوت کے احوال میں مشغول اور اپنے رب عزوجل کے مشاہدہ میں مستغرق ہوتے ہیں جیسا کہ دنیا میں وحی کی حالت میں اور دوسرے اوقات میں آپ کی ایسی کیفیت ہو جاتی تھی۔ تو اس مشاہدہ اور استغراق سے افاقہ کو "ردروح" سے تعبیر کیا گیا ہے۔

یہ تاویل حافظ ابن حجر عسقلانی نے "فتح الباری" میں بیان کی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں: فتح الباری، ج۶، ص ۳۵۲۔

علامہ سخاوی نے بھی امام سبکی کے حوالہ سے اس تاویل کو نقل فرمایا ہے، ملاحظہ فرمائیں: القول البدیع، ص ۱۲۷۔

علامہ سبکی نے شفاء السقام، ص ۳۸ میں یہ بات بیان کی ہے۔

تیسرا قول: امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ تاج الدین بن الفاکھانی المالکی کی کتاب "الفجر المنیر فیما فضل بہ البشیر النذیر" میں اس جملے کی ایک اور تاویل پڑھی اور وہ یہ ہے کہ "روحی" سے مراد "نطق" ہے یعنی جب کوئی مسلمان مجھ پر سلام عرض کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ مجھے صفت نطق و تکلم عطا فرماتا ہے، یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب عطا کرتا ہوں۔ علامہ فاکھانی مالکی فرماتے ہیں کہ چونکہ نطق، روح کے بغیر ممکن نہیں اور نطق روح کے لوازمات میں سے ہے، لہٰذا اس کی مناسبت سے روح بول کر نطق مراد لیا جا سکتا ہے۔

چنانچہ فرماتے ہیں:

الْمُرَادُ بِالرُّوحِ هُنَا النُّطْقُ مَجَازًا، فَكَأَنَّهُ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: إِلَّا رَدَّ اللهُ إِلَيَّ نُطْقِي وَهُوَ حَيٌّ عَلَى الدَّوَامِ، لٰكِنْ لَا يَلْزَمُ مِنْ حَيَاتِهِ نُطْقُهُ، فَاللهُ سُبْحَانَهُ يَرُدُّ عَلَيْهِ النُّطْقَ عِنْدَ سَلَامِ كُلِّ مُسَلِّمٍ،

وَعَلَاقَةُ الْمَجَازِ أَنَّ النُّطْقَ مِنْ لَازِمِهٖ وُجُوْدُ الرُّوْحِ كَمَا أَنَّ الرُّوْحَ مِنْ لَازِمِهٖ وُجُوْدُ النُّطْقِ بِالْفِعْلِ أَوِ الْقُوَّةِ، فَعَبَّرَ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِأَحَدِ الْمُتَلَازِمَيْنِ عَنِ الْآخَرِ۔[343]

ترجمہ: یہاں روح سے مجازاً نطق یعنی تکلم مراد ہے گویا کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر میرے نطق کو لوٹا دیتا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم دائماً زندہ ہیں لیکن زندہ ہونے سے ناطق ہونا لازم نہیں آتا۔ پس اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہر مسلم کے سلام کے وقت آپ پر نطق، گویائی اور تکلم کو لوٹا دیتا ہے۔ مجازاً نطق کا روح سے تعلق یہ ہے کہ نطق کے لوازمات میں سے روح کا وجود ہے یعنی روح کے بغیر نطق نہیں پایا جاسکتا، جیسا کہ روح کے لوازمات میں سے نطق ہے، خواہ بالفعل ہو یا بالقوۃ ہو۔ پس حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ایک متلازم سے دوسرے متلازم کو تعبیر فرمایا۔

لیکن امام اجل جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے اس تاویل کو مسترد کر دیا اور فرمایا کہ اس تاویل کی رو سے لازم آتا ہے کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام قبر انور میں تو زندہ ہیں لیکن بعض اوقات واحیان میں نطق پر قادر ہوتے ہیں۔ اور بعض اوقات واحیان میں نطق پر قادر نہیں ہوتے اور یہ تاویل احادیث کے خلاف ہے کیونکہ احادیث سے عام اموات اور شہداء کا نطق وتکلم ثابت ہے جو کہ ان کی قدرت علی النطق کی دلیل ہے، تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ عام اموات اور شہداء تو نطق پر قادر ہوں لیکن حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام فقط بعض احیان میں یعنی عند سلام المسلم، نطق، تکلم اور گویائی پر قادر ہوں؟ ولہٰذا! یہ تاویل درست نہیں ہے۔

چوتھا قول: ایک تاویل یہ ہے کہ "رد اللہ الی روحی" میں "روح" سے مراد قبر انور پر مؤکل فرشتہ ہو اور جب کوئی مسلم سلام عرض کرتا ہے تو وہ فرشتہ سلام بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ

---

[343] (الحاوی للفتاویٰ، انباء الاذکیاء، ص ۵۵۹، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم میں پیش کرتا ہے اور پھر حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کلام کا جواب مرحمت فرماتے ہیں۔

امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

أَنَّ الْمُرَادَ بِالرُّوحِ الْمَلَکُ الَّذِي وُكِّلَ بِقَبْرِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُبَلِّغُهُ السَّلَامَ، وَالرُّوحُ يُطْلَقُ عَلَى غَيْرِ جِبْرِيلَ أَيْضًا مِنَ الْمَلَائِكَةِ، قَالَ الرَّاغِبُ: أَشْرَافُ الْمَلَائِكَةِ تُسَمَّى أَرْوَاحًا وَمَعْنَى "رَدَّ اللَّهُ إِلَيَّ رُوحِي" أَيْ: بَعَثَ إِلَيَّ الْمَلَکُ الْمُوَكَّلَ بِتَبْلِيغِي السَّلَامَ وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔[344]

ترجمہ: روح سے مراد وہ فرشتہ ہے جو نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی قبر انور پر مؤکل ومقرر ہے اور "روح" کا اطلاق حضرت جبرئیل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ماسوا فرشتوں پر بھی ہوتا ہے۔ راغب نے کہا: معزز ملائکہ کو ارواح کہا جاتا ہے۔ اب "رد اللہ الی روحی" کا معنیٰ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ قبر پر مؤکل فرشتے کو میری طرف سلام کی تبلیغ کے لئے بھیجے گا، واللہ تعالیٰ اعلم!۔

اس تاویل کا امام حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی ذکر فرمایا ہے، ملاحظہ فرمائیں: فتح الباری، ج۷، ص ۳۵۲۔

پانچواں قول: "رد اللہ الی روحی" کی ایک تاویل امام جلال الدین سیوطی کے مطابق "سمعی" کے ساتھ ہے، یعنی یہاں پر روح بول کر سمع مراد ہے۔

تقدیر حدیث یوں ہے:

مامن احد یسلم علی الا رد اللہ الی سمعی حتی ارد علیہ السلام۔

یعنی جو کوئی بھی مجھ پر سلام عرض کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ مجھ پر میری سمع کو لوٹا دیتا ہے یہاں تک کہ میں اس کا جواب عطا فرماتا ہوں۔

---

[344] (الحاوی للفتاویٰ، انباء الاذکیاء، ص ۵۶۰، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

لیکن یہاں وہی اشکال عود کر آئے گا کہ جو "نطق" کی تاویل پر امام سیوطی نے تاج الدین فاکھانی پر کیا تھا کہ پھر اس طرح تو لازم آئے گا کہ مسلم کے سلام کے وقت ہی سمع مبارک ہو اور عدم سلام کی صورت میں سمع مبارک نہ ہو۔ تو اس سوال کا جواب دیتے ہوئے امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں کہ سمع کی دو قسمیں ہیں: سمع معتاد یعنی عادۃً سماعت، جس سے بندہ قریب کی اصوات کا ادراک کرتا ہے اور سمع غیر معتاد یعنی خرق عادت سماعت جس سے بندہ قریب کی اصوات کے ساتھ ساتھ دور اور بعید کی اصوات کا بھی ادراک کر سکتا ہے جیسا کہ نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے زمین پر تشریف فرما ہو کر آسمانوں کے چڑچڑانے کی آواز سماعت فرمائی۔

سو نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی قبر انور میں سمع معتاد ہر آن برقرار رہتی ہے، لیکن جب کوئی مسلم آپ کی بارگاہ میں سلام عرض کرتا ہے تو مسلم صرف قرب ہی سے عرض نہیں کرتا بلکہ اطرافِ ارض، عرب و عجم اور مشرق و مغرب میں حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مسلم پھیلے ہوئے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ مسلم کے سلام کے وقت آپ کو غیر معتاد سمع مبارک عطا فرما دیتا ہے یہاں تک کہ آپ بلا واسطہ مسلم کا سلام سنتے ہیں (خواہ وہ بعید ہی کیوں نہ ہو)، اور پھر اس کو اپنی زبان مبارک سے جواب عطا فرماتے ہیں۔

امام جلال الدین سیوطی کی عبارت یہ ہے:

الجواب آخر وهو أن تكون الروح كتابة عن السمع، ويكون المراد أن الله يرد عليه سمعه الخارق للعادة بحيث يسمع المسلم وأن بعد قطره ويرد عليه من غير احتياج إلى واسطة مبلغ، وليس المراد سمعه المعتاد وقد كان له صلى الله عليه وسلّم في الدنيا حالة يسمع فيها سمعاً خارقاً للعادة بحيث كان يسمع أطيط السماء۔[345]

---

[345] (الحاوی للفتاوی، انباء الاذکیاء، ص ۵۵۹، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

ترجمہ: ایک اور جواب ہے اور وہ یہ ہے کہ روح سے مراد کنایۃً سماعت ہو اور مطلب یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کی خلافِ عادت سمع لوٹا دیتا ہے، اس طرح کہ آپ مسلم کا سلام بنفس نفیس سنتے ہیں، اگرچہ وہ سلام پڑھنے والا دور ہی کیوں نہ ہو اور پھر اس کو مبلغ کے واسطہ کے بغیر سلام کا جواب عطا فرماتے ہیں۔ یہاں سماعت سے مراد وہ سماعتِ معتاد نہیں اور کبھی کبھی حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دنیا میں بھی یہ حالت ہو جاتی تھی کہ آپ خرقِ عادت سماعت کے ساتھ آسمانوں کے چرچرانے کی آواز سماعت فرماتے تھے۔

یہ تاویل علامہ سبکی نے بھی بیان فرمائی ہے:

قد تضمنت الاحادیث المتقدمۃ ان روح النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم ترد علیہ و انہ یسمع و یرد السلام۔[346]

ترجمہ: کہ احادیث مذکورہ اس کو متضمن ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح مبارک آپ پر لوٹا دی گئی ہے اور بے شک آپ سلام کو سنتے ہیں اور اس کا جواب مرحمت فرماتے ہیں۔

علامہ امام یوسف بن اسماعیل النبھانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

و یوید سماع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم سلامہ من یسلم علیہ من قریب و بعید مشروعیۃ السلام علیہ فی التشھد فی الصلوٰۃ بصیغۃ الخطاب اذ یقول المصلی السلام علیک ایھا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ فلو لم یکن حیا یسمع جمیع المصلین اینما کانوا اباسماع اللہ تعالیٰ لہ ذلک لما لھذا الخطاب معنی۔[347]

ترجمہ: کہ نماز کے دوران تشہد میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر صیغہ خطاب کے ساتھ سلام کا مشروع ہونا حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام پر دور و نزدیک سے سلام پڑھنے والوں کے سلام کو سننے

[346] (شفاء السقام، ص ۱۳۳)
[347] (شواھد الحق، ص ۲۲)

کی تائید کرتا ہے کیونکہ نمازی عرض کرتا ہے: اے نبی! آپ پر سلام ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہوں اور برکات ہوں، پس اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی قبر انور میں زندہ نہ ہوں اور اللہ تعالیٰ کے سنوانے سے نمازیوں کا کلام نہ سنیں وہ جہاں بھی ہوں تو اس خطاب کا معنیٰ کیا ہوگا؟ (جس سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اپنی قبر انور میں نہ صرف یہ کہ بحیات ہیں بلکہ امتیوں کا درود وسلام بھی سماعت فرماتے ہیں اور جواب بھی عطا فرماتے ہیں)۔

فصلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وذریتہٖ وازواجہٖ وعلماءملتہٖ واولیاءامتہ اجمعین۔

اس تاویل کی رو سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم بعد از وصال باذن اللہ تعالیٰ دور اور بعید کے غلاموں کا صلوٰۃ وسلام بھی سماعت فرما سکتے ہیں اور اس میں کوئی شرعی استحالہ نہیں، آج کے سائنسی، مادی ایجادات وانکشافات نے عملاً ثابت کر دیا ہے کہ مشرق کے آخری کنارے پر بیٹھ کر بندہ مغرب کے آخری کنارے پر بیٹھے ہوئے انسان سے نہ صرف یہ کہ گفتگو کر سکتا ہے بلکہ اس کی حرکات وسکنات کو بھی ملاحظہ کر سکتا ہے اور وہ دوسرا بندہ بھی دور کی آواز کو سن سکتا ہے، معلوم ہوا کہ دور سے سننا ممکنات میں سے ہے، ممتنعات اور الوہیت کے خواص سے نہیں ہے۔ اور کسی شے سے ارتفاعِ شرک کے لئے اس کا امکان ہی کافی ہے اور جب سائنسی ایجادات سے دور کی آواز سننا ممکن ہے تو اللہ جل مجدہ کی دی ہوئی طاقت وسماعت سے دور کی آواز سننا کیونکہ ناممکن ومحال اور شرک وبدعت ہے؟ اس پر ایک دلیل یہی حدیث "مامن احد یسلم علی الا رد اللہ علی روحی" ہے۔ کیونکہ حدیث میں اس بات کی تخصیص وقید نہیں کہ بندہ قریب ہو یا قبر انور پر حاضر ہو تو حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کی آواز سن کر جواب عنایت فرماتے ہیں بلکہ حدیث عام ہے، ہر قریب کو اور ہر بعید کو۔ عربی میں "احد" نکرہ ہے اور "ما" نافیہ ہے اور نکرہ جب نفی کے تحت ہو تو وہ اعم العام بن جاتا ہے۔ تو یہ حدیث صاف الفاظ میں اہل سنت کی تائید کر رہی ہے کہ نبی

کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اپنی قبر انور میں زندہ بھی ہیں اور قریب و بعید سے، مشرق و مغرب اور اطراف و اکنافِ عالم سے جہاں سے بھی آپ کا اُمتی سلام عرض کرتا ہے تو آپ کی روح اس کی طرف متوجہ ہو کر سلام سماعت کرتی ہے اور اس کو جواب عطا فرماتی ہے۔ باذن اللہ تعالیٰ!

بارہویں دلیل

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی برزخی حیات پر ایک صریح اور واضح دلیل یہ حدیث ہے:

عن أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيَهْبِطَنَّ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا عَدْلاً، وَإِمَامًا مُقْسِطًا وَلَيَسْلُكَنَّ فَجًّا حَاجًّا، أَوْ مُعْتَمِرًا أَوْ بِنِيَّتِهِمَا وَلَيَأْتِيَنَّ قَبْرِي حَتَّى يُسَلِّمَ وَلاَ رُدَّنَ عَلَيْهِ۔[348]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: ضرور عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) عدل کے ساتھ فیصلہ فرمانے والے اور منصف امام کی صورت میں نازل ہوں گے اور یقیناً وہ حج یا عمرہ کی غرض سے یا ان دونوں کی غرض سے مکہ کے طریق پر چلیں گے اور یقیناً وہ میری قبر پر آئیں گے تاکہ مجھے سلام کریں اور یقیناً میں ان کے سلام کا جواب دوں گا۔

امام حاکم اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں:

هذا حديث صحيح الاسناد۔

ترجمہ: یہ حدیث سند کے اعتبار سے صحیح ہے۔

---

[348] (المستدرک، ج۳، ص ۴۹۰، رقم الحدیث: ۴۲۱۸، دار المعرفه، بیروت، مسند ابو یعلی، رقم الحدیث: ۶۵۸۴، مجمع الزوائد، ج۸، ص ۵، تاریخ دمشق، ج۴۳، ص ۴۹۴)

علامہ ذہبی نے بھی تلخیص المستدرک میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

علامہ ہیثمی نے اس حدیث کے رجال کو صحیح قرار دیا اور مسند ابویعلیٰ کے حوالے سے یہ لفظ نقل فرمائے ہیں:

ثُمَّ لَئِنْ قَامَ عَلَى قَبْرِي فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ، لَأُجِيبَنَّهُ۔ [349]

ترجمہ: پھر وہ اگر میری قبر پر کھڑے ہو کر مجھے "یا محمد!" کہہ کر پکاریں گے تو میں ضرور ان کی پکار کا جواب دوں گا۔

علامہ ہیثمی اور علامہ ذہبی جیسے محققین کا اس حدیث کی توثیق و تصحیح کرنا، اس حدیث کے واجب القبول ہونے کی دلیل ہے اور اس حدیث سے قطعی طور پر معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم قبر میں زندہ ہیں، تبھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا سلام اور ان کی پکار سنیں گے، اسے سمجھیں گے اور اس کا جواب مرحمت فرمائیں گے اور یہ سب کچھ حیات کے بغیر ناممکن ہے کیونکہ یہ حیات کے مقتضیات ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

تیرہویں دلیل

حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برزخی حیات کی ایک دلیل یہ روایت ہے:

عَنْ سعيد بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ قَالَ: لَمَّا كَانَ أَيَّامُ الْحَرَّةِ لَمْ يُؤَذَّنْ فِي مَسْجِدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثًا وَلَمْ يُقَمْ وَلَمْ يَبْرَحْ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ الْمَسْجِدَ وَكَانَ لَا يَعْرِفُ وَقْتَ الصَّلَاةِ إِلَّا بِهَمْهَمَةٍ يَسْمَعُهَا مِنْ قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. رَوَاهُ الدَّارِمِيّ۔ [350]

---

[349] (مجمع الزوائد، ج۸، ص ۲۱۱، الناشر: مكتبة القدسي، القاهرة)

[350] (سنن الدارمی، ج ۱، ص ۳۵، رقم الحدیث: ۹۴، مشکوٰۃ المصابیح، کتاب: الفضائل، باب: الکرامات، رقم الحدیث: ۵۹۵۱، دار الکتب العلمیة، بیروت، وفاء الوفا، ج ۱، ص ۱۰۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

ترجمہ: سعید بن عبد العزیز سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ جب ایام حرہ تھے تو مسجد نبوی میں تین دن تک اذان و اقامت کا سلسلہ موقوف رہا لیکن حضرت سعید بن المسیب (اجلہ تابعی) مسجد سے نہ نکلے اور انہیں نماز کے وقت کا صرف اس آواز سے پتہ چلتا تھا جو نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی قبر انور سے آتی تھی۔

چودھویں، پندرھویں اور سولہویں دلیل

نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی برزخی حیات کی دلیل یہ ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان اور ان کے مابعد تابعین و تبع تابعین وغیرہم حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر انور پر آکر اپنی عرضیاں پیش کرتے تھے۔ اور بارگاہِ مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم میں اس کی شنوائی ہوتی اور وہ اپنی مرادوں کو پا کر جاتے تھے۔ ایسے واقعات اتنے کثیر ہیں کہ ان کا اس ایک کتاب میں احصاء نہیں ہو سکتا، تبرکاً یہاں صرف ۳ عدد واقعات بیان کیئے جاتے ہیں جو اس باب میں مشہور و معروف ہیں اور جید محققین نے ان کو قبول کر کے اپنی اپنی کتب میں درج کیا۔

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عَنْ مَالِکِ الدَّارِ، قَالَ: وَكَانَ خَازِنَ عُمَرَ عَلَى الطَّعَامِ، قَالَ: أَصَابَ النَّاسَ قَحْطٌ فِي زَمَنِ عُمَرَ، فَجَاءَ رَجُلٌ إِلَى قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، اسْتَسْقِ لِأُمَّتِکَ فَإِنَّهُمْ قَدْ هَلَكُوا، فَأَتَى الرَّجُلَ فِي الْمَنَامِ فَقِيلَ لَهُ: "ائْتِ عُمَرَ فَأَقْرِئْهُ السَّلَامَ، وَأَخْبِرْهُ أَنَّكُمْ مُسْتَقِيمُونَ وَقُلْ لَهُ: عَلَيْکَ الْكَيْسُ، عَلَيْکَ الْكَيْسُ"، فَأَتَى عُمَرَ فَأَخْبَرَهُ فَبَكَى عُمَرُ ثُمَّ قَالَ: يَا رَبِّ لَا آلُو إِلَّا مَا عَجَزْتُ عَنْهُ۔[351]

[351] (مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۶، ص ۳۵۹، رقم الحدیث: ۳۱۹۹۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

ترجمہ: مالک دار سے مروی ہے جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خازن تھے فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں لوگوں کو قحط پہنچا، پس ایک آدمی (مراد حضرت بلال بن الحارث المزنی صحابیٔ رسول ہیں) نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی قبر انور پر حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا: یارسول اللہ! اپنی امت کے لئے بارش کی دعا کریں کیونکہ وہ ہلاک ہونے والے ہیں، پس اس آدمی کے خواب میں نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تشریف لائے اور اس آدمی سے کہا گیا: عمر کے پاس جانا اور اس کو میرا سلام دینا اور اس کو خبر دینا کہ تم سیر اب کیئے جاؤ گے اور ان سے کہنا: تم پر دانشمندی لازم ہے، تم پر دانش مندی لازم ہے۔ پھر وہ آدمی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہیں خبر دی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رو پڑے اور عرض کی: اے میرے رب! میں کسی کام میں کوتاہی نہیں کرتا مگر یہ کہ میں عاجز ہوں۔[352]

اس حدیث کو حافظ ابن کثیر نے نقل فرما کر فرمایا:

هذا اسند صحيح۔[353]

ترجمہ: یہ روایت سند کے اعتبار سے صحیح ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی اس روایت کے متعلق فرماتے ہیں:

رواه ابن ابی شيبة باسناد صحيح من رواية ابی صالح السمان۔[354]

---

352 (حدیث مذکور کی مزید تخریج: دلائل النبوة للبیهقی، ج۷، ص۴۷، کنز العمال، ج۸، ص ۴۳۱، الاستیعاب، ج۳، ص ۱۱۴۹، شفاء السقام، ج ۱، ص ۱۳۰، البداية والنهاية، ج۵، ص ۱۶۷، الاصابة، ص ۴۷۴، تاريخ طبری، ج۴، ص۹۸، الكامل لابن اثير، ج ۲، ص ۵۵۶، تحريرات حديث از حسين علی وان بهچری، ص ۲۵۵)

353 (البداية والنهاية، ج۵، ص ۱۶۷)

354 (فتح الباری، ج۳، ص ۱۴۸)

ترجمہ: اس روایت کو امام ابن ابی شیبہ نے ابو صالح السمان کی روایت سے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

محقق دیوبند مولوی سرفراز خان صفدر نے بھی اس حدیث کو تسکین الصدور میں صحیح قرار دیتے ہوئے اس حدیث کے رواۃ تذکرہ کرتے ہوئے لکھا:

ابن ابی شیبہ کی سند کے روات یہ ہیں:

۱۔ امام ابو بکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ: الحافظ، عدیم النظیر، الثبت، النحریر جو ثقہ، حافظ اور متقن تھے۔[355]

۲۔ ابو معاویہ محمد بن خازم الحافظ الثبت اور محدث الکوفہ تھے۔[356]

ان پر بعض محدثین نے اضطراب کا الزام لگایا ہے لیکن علامہ ذہبی فرماتے ہیں:

ویضطرب فی غیر حدیث الاعمش۔[357]

کہ امام اعمش کے علاوہ اور حضرات سے روایت کرنے میں یہ اضطراب کرتے ہیں اور یہ روایت حضرت اعمش سے ہے۔

۳۔ اعمش: الحافظ الثقہ اور شیخ الاسلام تھے۔[358]

۴۔ ابو صالح ذکوان السمان الزیات: حضرت امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ وہ **ثقہ من اجل الناس واوثقھم** (یعنی جلیل القدر اور ثقہ تر لوگوں میں شمار تھے)۔[359]

---

[355] (تذکرۃ الحفاظ، ج ۲، ص ۱۸، ۱۹، محصلہ)
[356] (تذکرہ، ج ۱، ص ۲۷۱)
[357] (تذکرہ، ج ۱، ص ۲۷۱)
[358] (تذکرہ، ج ۱، ص ۱۴۵)
[359] (تذکرہ، ج ۱، ص ۸۳)

۵۔ حضرت مالک الدار کو علامہ ذہبی حضرات صحابہ کرام میں شمار کرتے ہیں۔[360]

اور علامہ ابن سعد ان کو تابعین میں شمار کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آزاد کردہ غلام (مولیٰ عمر) تھے اور حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے انہوں نے روایت کی ہے:

وَکَانَ مَعْرُوْفًا۔[361]

اور وہ معروف و مشہور تھے۔

غرض یہ کہ اس روایت کے سب راوی ثقہ ہیں اور حافظ ابن کثیر، حافظ ابن حجر اور علامہ سمہودی وغیرہ اس روایت کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔

امام ابن جریر اور حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ ۱۷ھ کے آخر اور ۱۸ھ کی ابتداء کا ہے۔[362]

اور مؤرخ عبد الرحمٰن بن محمد بن خلدون فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ ۱۸ھ کا ہے۔[363]

عن العتبی قال: کنت جالسا عند قبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ وسلم فجاء اعرابی فقال السلام علیک یا رسول اللہ سمعت اللہ عز و جل یقول (ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاؤک فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابًا رحیمًا) وقد جئتک مستغفر الذنبی، مستشفعا بک الی ربی ثم انشا یقول:

یا خیر من دفنت بالبقاع۔ فطاب من طیبھن القاع والکم نفسی الفداء لقبر انت ساکنہ، فیہ العفاف وفیہ الجود والکرم ثم انصرف الاعرابی، فغلبتی عینی، فرایت النبی صلی اللہ

---

360 (تجرید اسماء الصحابہ، ج۲، ص۴۷)

361 (طبقات ابن سعد، ج۵، ص۱۲)

362 (تاریخ طبری، ج۴، ص۹۸، البدایۃ والنھایۃ، ج۷، ص۹۱)

363 (ابن خلدون، ج۲، ص۹۲۹، تسکین الصدور، ص۳۴۹)

تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم فی النوم فقال: یا عتبی الحق الاعرابی فبشرہ ان اللہ تعالیٰ قد غفر لہ۔[364]

ترجمہ: عتبی سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی قبر انور کے پاس بیٹھا تھا، ایک اعرابی آیا، اس نے عرض کی: السلام علیک یا رسول اللہ! میں نے اللہ تعالیٰ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ "اور جو لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں تو وہ تمہارے پاس آ جائیں، پس وہ اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کریں اور رسول بھی ان کے لئے بخشش طلب کریں تو وہ ضرور اللہ تعالیٰ کو بہت توبہ قبول کرنے والا، بے حد رحم کرنے والا پائیں گے۔ اور میں آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوں اپنے گناہوں کی بخشش طلب کرنے اور اپنے رب کی بارگاہ میں آپ کی شفاعت طلب کرنے کے لئے، پھر اس نے یہ شعر پڑھنا شروع کیا: "اے وہ بہترین ذات! جن کا مبارک جسم زمین میں مدفون ہے، پس ان کی پاکیزہ خوشبو سے ٹکڑے اور ٹیلے معطر ہیں، میری جان اس قبر پر فدا ہو جس میں آپ تشریف فرما ہیں، اس میں پاک دامنی اور اس میں جود و کرم ہے۔ راوی کہتے ہیں: پھر وہ واپس آ گیا اور اس دوران میری آنکھ لگ گئی تو میں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خواب میں دیکھا اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے فرمایا: اے عتبی! اس دیہاتی کے پاس جا کر اس کو بشارت دے دو کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش دیا ہے"۔

---

[364] (کتاب الاذکار للنووی، باب: اذکار الحج، ص ۱۶۰، دار الکتب العربی، سعب الایمان للامام البیہقی، ج۳، ص ۴۹۵، رقم الحدیث: ۴۱۷۸، المغنی لابن قدامہ، ج۳، ص ۲۹۸، تفسیر ابن کثیر، ج ۱، ص ۵۸۲، الدر المنثور، ج ۱، ص ۵۷۰، الجامع لاحکام القرآن، ج۵، ص ۲۶۵، البحر المحیط، ج۳، ص ۲۹۴، مدارک التنزیل، ج ۱، ص ۳۹۹)

حافظ ابن کثیر اس روایت کے متعلق لکھتے ہیں:

وقد ذكر جماعة منهم الشيخ أبو نصر بن الصباغ في كتابه الشامل الحكاية المشهورة عن العتبي۔[365]

ترجمہ: بے شک ایک جماعت نے جن میں ابو نصر بن صباغ بھی ہیں، اپنی کتب میں عتبی کی اس مشہور روایت کا ذکر کیا ہے۔

اس روایت کا علامہ ابو زید عبد الرحمٰن بن محمد بن مخلوف الثعالبی نے بھی علامہ نووی اور علامہ باجی مالکی کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں: الجواہر الحسان فی تفسیر القرآن، ج۲، ص۲۵۷۔

امام شیخ علامہ نور الدین علی بن احمد سمہودی لکھتے ہیں:

والعلماء فهموا من الآية العموم لحالتي الموت والحياة, واستحبوا لمن أتى القبر أن يتلوها ويستغفر الله تعالى, وحكاية الأعرابي في ذلك نقلها جماعة من الأئمة عن العتبي, واسمه محمد بن عبيد الله بن عمرو, أدرك ابن عيينة وروى عنه, وهي مشهورة حكاها المصنفون في المناسك من جميع المذاهب, واستحسنوها, ورأوها من أدب الزائر۔[366]

ترجمہ: علماء نے اس آیت کریمہ (ولو انهم اذ ظلموا انفسهم, الخ) سے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیاتِ طیبہ اور آپ کے وصال اقدس کا عموم مراد لیا ہے اور انہوں نے مستحب قرار دیا ہے کہ جو بندہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی قبر انور پر حاضر ہو تو وہ اس آیت کریمہ کی تلاوت کرے اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے اور اس بارے میں دیہاتی کی حکایت مشہور ہے جسے ائمہ کی ایک جماعت نے عتبی سے نقل کیا ہے، اس کا نام محمد بن عبید اللہ بن عمرو ہے،

---

365 (تفسیر ابن کثیر، ج۲، ص۳۰۶، دار الکتب العلمیة، بیروت)

366 (وفا الوفاء باخبار دار المصطفیٰ ﷺ، ج۲، ج۴، باب: ثامن، فصل ثانی، ص۱۸۵، دار الکتب العلمیة، بیروت)

انہوں نے (مشہور محدث) علامہ ابن عینیہ کو پایا ہے اور ان سے روایت بھی کی ہے اور یہ عتبی کی روایت مشہور ہے جسے تمام مذاہب کے مصنفین نے مناسک کے باب میں روایت کیا ہے۔ انہوں نے اس عمل کو مستحسن قرار دیا ہے اور اسے زائرین کے آداب میں شمار کیا ہے۔

امام علامہ تقی الدین علی بن عبد الکافی السبکی فرماتے ہیں:

حکایة العتبی فی ذلک مشهورة وقد حکاها المصنفون فی المناسک من جمیع المذاهب والمؤرخون وکلهم استحسنوها ورواها من آداب الزائر۔[367]

ترجمہ: عتبی کی روایت مشہور ہے اور مناسک کے باب میں جمیع فقہاء اور مؤرخین نے اس کو روایت کیا ہے اور سب نے اس کو مستحسن قرار دیا ہے اور زیارت کے آداب میں شمار کیا ہے۔

اس روایت کو امام ابن عساکر نے بھی روایت کیا۔ ملاحظہ فرمائیں: معجم ابن عساکر، ج ۱، ص ۵۹۹، رقم الحدیث: ۷۳۸، دار البشائر، دمشق۔

اسی طرح علامہ ابو العباس شہاب الدین احمد بن ادریس بن عبد الرحمٰن مالکی نے "الذخیرہ" ج ۳، ص ۳۷۶ میں نقل فرمایا۔

امام ابو عبد اللہ محمد بن محمد العبدری المالکی الشہیر بابن الحاج نے "المدخل" ج ۳، ص ۲۲۸، مطبع دار التراث، بیروت میں نقل فرمایا ہے۔

امام ماوردی بغدادی نے فقہ شافعی کی معروف کتاب "الحاوی الکبیر فی مذہب الامام الشافعی"، ج ۴، ص ۲۱۵، دار الکتب العلمیہ میں نقل فرمایا۔

امام ابو الحسن یحییٰ بن ابی الخیر بن سالم العمرانی الیمنی الشافعی نے بھی اس روایت کو نقل کیا ہے، ملاحظہ فرمائیں: البیان فی مذھب الامام شافعی، ج ۴، ص ۳۷۹، دار المنہاج، جدة۔

---

[367] (شفاء السقام فی زیارة خیر الانام ﷺ، ص ۷۲، دار الکتب العلمیة، بیروت)

علامہ نووی نے اس روایت کو "المجموع شرح المذہب"، ج۸، ص ۲۷۴، دارالفکر، بیروت پر بھی نقل فرمایا ہے۔

علامہ عبدالرحمٰن بن محمد بن احمد بن قدامۃ المقدسی نے "الشرح الکبیر علی متن المقنع" ج۳، ص ۴۹۴، دارالکتاب العربی، بیروت پر اس روایت کو نقل کیا۔

علامہ منصور بن یونس بن صلاح الدین بن حسن بن ادریس الحنبلی نے "کشف القناع عن متن الاقناع" میں اس روایت کو نقل کیا: ج۱، ص۵۱۶، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت۔

علامہ محمد بن احمد بن الضیاء محمد القرشی العمری المکی المعروف بابن الضیاء نے اس روایت کو "تاریخ مکۃ الشرفۃ والمسجد الحرام والمدینۃ الشریفۃ والقبر الشریف" ج۱، ص۳۴۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت پر نقل کیا، اور اس عمل کو مستحب و مستحسن قرار دیا۔

خطیب قسطلانی اور علامہ زرقانی نے بھی اس "الحکایۃ المشہورۃ" کا با قاعدہ حوالہ دیا ہے۔[368]

دیوبند کے مولوی اشرف علی تھانوی نے بھی اس حکایت کو اپنی کتاب "نشر الطیب" ص ۲۵۴ پر نقل کیا ہے۔

نیز سرفراز خان صفدر نے بھی اس روایت کو نقل کرکے صحیح قرار دیا اور اس روایت سے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر و برزخ کی حیات اور بعد از وصال توسل کے جواز کو بڑی شد و مد کے ساتھ بیان کیا۔ ملاحظہ فرمائیں: تسکین الصدور، ص۳۶۳، مکتبہ صفدریہ، گوجرانوالہ۔

---

[368] (المواھب مع الزرقانی، ج۸، ص ۳۰۶)

اس روایت کے متعلق منکرین یہ کہتے ہیں کہ محض ایک عتبی نامی آدمی کا خواب کب شرعی حجت بن سکتا ہے؟ اور اس سے کسی عقیدہ کا اثبات کیسے ہو سکتا ہے؟ جب کہ عقیدہ کے اثبات کے لئے تو قرآن و حدیث کی نصوصِ صریحہ صحیحہ درکار ہوتی ہیں۔

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اس روایت میں محض عتبی کے خواب کے اوپر اس عقیدہ کا مدار و انحصار نہیں بلکہ اس روایت کو جلیل القدر ثقہ محققین نے قبول فرمایا اور ایسا عمل کرنے کی ترغیب و تشویق دلائی اور اس عمل کے استحباب و استحسان کا قول کیا، جس کے ساتھ اس واقعہ کو تلقی قبول کا درجہ مل گیا، جبکہ یہ واقعہ قرآن و حدیث کی نصوص اور اجماع امت سے بھی مؤیدہ و موثق ہے تو اس کی صحت میں اضافہ ہو گیا، اور اس طرح کی روایات کو عقیدہ کے باب میں پیش کرنا قطعًا جائز و روا ہے۔ اور یہ روایت واضح بتا رہی ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نہ صرف یہ کہ اپنی قبر میں زندہ ہیں بلکہ آپ کے حواس و ادراکات بھی بحال ہیں اور غلاموں کے صلاۃ و سلام اور ان کی عرضیاں سماعت بھی فرماتے ہیں اور وہ باذنِ اللہ تعالیٰ پوری بھی فرماتے ہیں اور یہی حق، سچ اور عین صواب ہے۔

اس سلسلے میں ایک اور روایت بھی مشہور و معروف ہے۔ جسے کثیر علماء نے اپنی کتب میں درج کیا ہے، وہ روایت یہ ہے:

عن علي بن أبي طالب رضي الله تعالى عنه قال: قدم علينا أعرابي بعد ما دفنا رسول الله صلى الله عليه وسلم بثلاثة أيام، فرمى بنفسه على قبر النبي صلى الله عليه وسلم، وحثا من ترابه على رأسه، وقال: يا رسول الله، قلت فسمعنا قولك، ووعيت عن الله سبحانه وما وعينا

عنک، وکان فیما أنزل علیک وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جاؤُکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ (النساء: ٦٤) الآیۃ، وقد ظلمت وجئتک تستغفر لي، فنودي من القبر: إنه قد غفر لک۔[369]

ترجمہ: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی تدفین کے تین دن بعد ایک اعرابی ہمارے پاس آیا اور اس نے اپنے آپ کو حضور نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی قبر انور پر ڈال دیا اور قبر انور کی مٹی مٹھی میں لے کر اپنے سر پر ڈالی اور عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم! آپ نے فرمایا: اور ہم نے آپ کا فرمان سنا اور ہم نے اللہ رب العزت کے فرمان کو اور آپ کی حدیث مبارکہ کو محفوظ کیا اور جو قرآن آپ پر نازل کیا گیا، اس میں یہ آیت بھی ہے: ”اگر وہ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں تو محبوب آپ کے پاس آجائیں“ (الی آخر الایۃ) اور یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم! میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے اور میں آپ کی بارگاہ میں آیا ہوں تاکہ آپ میرے لئے استغفار کریں۔ مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں: پس قبرِ مطہر سے آواز آئی کہ ”اے اعرابی! تجھے بخش دیا گیا ہے“۔

دیوبند کے مفتئ اعظم مفتی محمد شفیع اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

”اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی خدمت میں حاضری جیسے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی دنیوی حیات کے زمانہ میں ہو سکتی تھی، اسی طرح آج بھی روضۂ اقدس پر حاضری اس حکم میں ہے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا: جب ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو دفن کرکے فارغ ہوئے تو اس کے تین روز بعد ایک گاؤں والا آیا اور قبر شریف کے پاس آکر گر گیا اور زار زار روتے ہوئے آیت مذکورہ کا حوالہ دے کر عرض کیا کہ اللہ

---

369 (وفا الوفاء باحوال دار المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ج ۲، ص ۱۸۵، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

تعالیٰ نے اس آیت میں وعدہ فرمایا ہے کہ اگر گناہ گار، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور رسول اس کے لئے دعائے مغفرت کر دیں تو اس کی مغفرت ہو جائے گی، اس لئے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ آپ میرے لئے دعائے مغفرت کریں، اس وقت جو لوگ حاضر تھے ان کا بیان ہے کہ اس کے جواب میں روضۂ اقدس سے آواز آئی: **قد غفر لک (بحر محیط)** یعنی تیری مغفرت کر دی گئی۔[370]

قارئین کرام! قرآنِ مجید، فرقانِ حمید کی اس آیت کریمہ **وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ، الخ (النساء ۶۴)** ترجمہ: اور اگر وہ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں تو محبوب تمہارے پاس آ جائیں، پھر اللہ تعالیٰ سے استغفار کریں اور رسول اللہ بھی ان کے استغفار کریں تو ضرور اللہ تعالیٰ کو بہت توبہ قبول کرنے والا، بے حد مہربان پائیں گے۔

اور ان مذکورہ روایات کی بناء پر تمام مسالک کے فقہاء، ائمہ اور محققین نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی قبر انور پر حاضر ہو کر آپ سے طلب استغفار، استشفاع اور آپ سے توسل کو مستحب و مستحسن قرار دیا ہے اور زائر بارگاہِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو تلقین کی ہے کہ وہ اس آیت کو پڑھ کر حضور سے عرض کرے کہ آپ میرے لئے اللہ تعالیٰ سے بخشش اور مغفرت طلب فرمائیں۔

چند علماء کی تصریحات ملاحظہ فرمائیں:

---

370 (معارف القرآن، ج ۲، ص ۴۵۸، ۴۵۹)

محقق علی الاطلاق حافظ ابن الہمام الحنفی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی قبر مبارک کے پاس حاضری کے آداب بتلاتے ہوئے لکھتے ہیں:

ثُمَّ يَسأَلُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ الشَّفَاعَةَ فَيَقُولُ يَا رَسُولَ اللهِ أَسأَلُک الشَّفَاعَةَ، يَا رَسُولَ اللهِ أَسأَلُک الشَّفَاعَةَ وَأَتَوَسَّلُ بِک إِلَى اللهِ فِي أَنْ أَمُوتَ مُسْلِمًا۔[371]

ترجمہ: پھر زائر بارگاہ، نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے شفاعت کا سوال کرے اور عرض کرے: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم! میں آپ سے شفاعت کا سوال کرتا ہوں، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم میں آپ سے شفاعت کا سوال کرتا ہوں اور آپ کو اللہ تعالیٰ کے ہاں بطور وسیلہ پیش کرتا ہوں، اس پر کہ میرا اسلام پر خاتمہ ہو جائے۔

شارح صحیح مسلم، امام محی الدین یحیٰ بن شرف النووی الشافعی فرماتے ہیں:

وإن كان قد أوصاه أحدٌ بالسَّلام على رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: السَّلام عليك يا رسولَ الله من فلان بن فلان! ثم يتأخرَ قدر ذراع إلى جهة يمينه فيُسلِّم على أبي بكر، ثم يتأخرُ ذراعًا آخرَ للسلام على عُمر رضي الله عنهما، ثم يرجعُ إلى موقفه الأوّل قُبالة وجهِ رسول الله صلى الله عليه وسلم فيتوسلُ به في حقّ نفسه، ويتشفعُ به إلى ربه سبحانه وتعالى۔[372]

ترجمہ: اگر زائر کو کسی نے سلام کی وصیت کی ہو تو وہ عرض کرے: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم! فلاں بن فلاں کی طرف سے آپ پر سلام ہو۔ پھر وہ ایک بالشت دائیں جانب ہٹ کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سلام کرے، پھر ایک بالشت مزید ہٹ کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سلام کرے۔ پھر اپنی اسی جگہ پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ

---

371 (فتح القدير، ج ۲، ص ۳۳۸)

372 (الاذکار، فصل: فی زیارۃ قبر رسول اللہ ﷺ، ص ۱۵۹، دار الکتاب العربی، بیروت)

وسلم کے مواجہہ کے سامنے ہو کر اپنے حق میں آپ سے توسل کرے اور آپ سے آپ کے رب کی بارگاہ میں شفاعت طلب کرے۔

علامہ حسن بن عمار الشرنبلالی فرماتے ہیں:

وقد جئناک ظالمین لأنفسنا مستغفرین لذنوبنا فاشفع لنا إلی ربک۔۔۔ الیٰ۔۔۔ الشفاعۃالشفاعۃالشفاعۃیارسول اللہیقولھاثلاثاوتبلغہسلاممن أوصاک بہفتقول:السلام علیک یارسول اللہمن فلان بن فلان یتشفع بک إلی ربک فاشفع لہ وللمسلمین۔[373]

ترجمہ:(زائر بارگاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم میں عرض کرے:)ہم آپ کی بارگاہ میں حاضر ہیں اس حال میں کہ ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کر رکھے ہیں، ہم اپنے گناہوں پر استغفار کرنے والے ہیں، پس آپ ہمارے لئے اپنے رب سے شفاعت کریں۔ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم! میں آپ سے شفاعت کا سوال کرتا ہوں، میں آپ سے شفاعت کا سوال کرتا ہوں، میں آپ سے شفاعت کا سوال کرتا ہوں۔ زائر کو چاہیئے کہ اسے جس نے سلام پہنچانے کی وصیت کی ہے، اس کا سلام پہنچائے اور عرض کرے: **السلام علیک یا رسول اللہ**! فلاں بن فلاں آپ سے اپنے رب کی بارگاہ میں شفاعت کا سوالی ہے، پس آپ اس کے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے شفاعت کر دیں۔

حجۃ الاسلام امام محمد غزالی فرماتے ہیں:

یقول اللھم انک قد قلت وقولک الحق (ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاؤک فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابًا رحیمًا) (النساء ۶۴) اللھم انا قد سمعنا قولک، واطعنا امرک، وقصدنا نبیک، مستشفعین بہ الیک فی ذنوبنا، الخ۔[374]

---

373 (نور الایضاح، ص ۳۹۵، ۳۹۶، دار الفرفور، دمشق)

374 (احیاء العلوم، ج ۱، ص ۳۵۳، مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ، بیروت)

ترجمہ: زائر یہ عرض کرے: اے اللہ عزوجل! تیرا فرمان ہے اور تیرا فرمان حق ہے (ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاؤک، الخ) اے اللہ! ہم نے تیرا فرمان سنا اور تیرے حکم پر عمل کیا اور تیرے نبی کی طرف متوجہ ہوئے اور تیرے نبی کو تیری بارگاہ میں اپنے گناہوں کے لئے شفیع بنایا، الخ۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

وَيُبَلِّغُهُ سَلَامَ مَنْ أَوْصَاهُ فَيَقُولُ: السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مِنْ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ يَسْتَشْفِعُ بِكَ إِلَى رَبِّكَ فَاشْفَعْ لَهُ وَلِجَمِيعِ الْمُسْلِمِينَ۔[375]

ترجمہ: زائر بارگاہِ اقدس اس کا سلام پہنچائے جس نے اسے وصیت کی اور عرض کی: السلام علیک یارسول اللہ! فلاں بن فلاں کی طرف سے آپ کو سلام، وہ آپ سے اپنے رب کی بارگاہ میں شفاعت کا سوالی ہے، پس آپ اس کی شفاعت کریں اور تمام مسلمانوں کی شفاعت بھی کریں۔

امام علامہ تقی الدین علی بن عبدالکافی السبکی فرماتے ہیں:

اعلم انه يجوز ويحسن التوسل والاستعانة والتشفع بالنبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وآله واصحابه وسلم الی ربه عزوجل وجواز ذلک وحسنه من الامور المعلومة لکل ذی دین۔[376]

ترجمہ: جان کہ نبی علیہ السلام کا وسیلہ پیش کرنا اور آپ سے مدد مانگنا اور آپ کو اللہ عزوجل کی بارگاہ میں شفیع بنانا نہ صرف یہ کہ جائز ہے بلکہ مستحسن ہے اور اس کا جواز واستحباب ہر دین دار کے لئے امور معلومہ میں سے ہیں۔

محقق احناف ملا علی قاری فرماتے ہیں:

---

[375] (الفتاویٰ الھندیۃ، ج ۱، ص ۲۹۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

[376] (شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام، ص ۱۲۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

ومنھا: ان یرجع الیٰ موقفہ الاول ویتوسل بہٖ فی حق نفسہ، ویستشفع بہٖ الیٰ ربہٖ قال اھل المناسک من جمیع المذاھب: ومن احسن مایقول: فذکر روایۃ العتبی۔[377]

ترجمہ: زیارت کے آداب میں سے ہے کہ پھر زائر اپنی پہلی جگہ پر لوٹ آئے اور حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وسیلہ، اپنے حق میں پیش کرے اور سرکارِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کرے کہ آپ اپنے رب سے میری شفاعت فرمادیں۔ تمام مذاہب کے اہلِ مناسک نے فرمایا: کتنی اچھی ہے وہ بات جو اس نے ذکر کی، پھر ملا علی قاری نے عتبی والی روایت نقل فرمائی۔

علامہ محمد امین بابن عابدین الشامی فرماتے ہیں:

أَنْ يَأْتِيَ الْقَبْرَ الْكَرِيمَ فَيُسَلِّمَ وَيَدْعُوَ وَيَسْأَلَ اللّٰهَ تَعَالَى أَنْ يُوصِلَهُ إلَى أَهْلِهِ سَالِمًا ، وَيَقُولَ غَيْرَ مُوَدِّعٍ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ، وَيَجْتَهِدَ فِي خُرُوجِ الدَّمْعِ فَإِنَّهُ مِنْ أَمَارَاتِ الْقَبُولِ : وَيَنْبَغِي أَنْ يَتَصَدَّقَ بِشَيْءٍ عَلَى جِيرَانِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يَنْصَرِفَ مُتَبَاكِيًا مُتَحَسِّرًا عَلَى مُفَارَقَةِ الْحَضْرَةِ النَّبَوِيَّةِ۔[378]

ترجمہ: زائر (الوداعی حاضری کے لئے) حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی قبر انور پر حاضر ہو اور بارگاہِ رسالت مآب میں سلام عرض کرے اور دعا کرے اور اللہ تعالیٰ سے سوال کرے کہ وہ اسے گھر خیر وعافیت کے ساتھ پہنچادے اور عرض کرے: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم! یہ میری آخری حاضری نہ ہو (بلکہ بار بار شرفِ حاضری ملتا رہے) اور رونے کی بہت کوشش کرے کیونکہ یہ قبولیت کی علامات میں سے ہے اور زائر کو چاہیئے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے پروس میں (جو فقراء ومساکین ہیں) ان پر صدقہ وخیرات کرے پھر روتا ہوا، فراقِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم میں حسرت زدہ ہوکر واپس پلٹ جائے۔

---

377 (الدرۃ المضیۃ فی الزیارۃ المصطفویۃ المرضیۃ، فصل: فی آداب دخول المسجد، ص ۹۲، دار الکتب، پشاور)

378 (ردالمحتار علی الدر المختار، باب: الھدیٰ، المجلد الرابع، ص ۵۵، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

محققین کی ان تصریحات سے یہ معلوم ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اپنی قبر انور میں زندہ ہیں، آنے والے زائرین کو جانتے پہچانتے ہیں، ان کی عرضیاں سماعت فرماتے ہیں، غلاموں پر لطف وکرم فرماتے ہیں اور باذنِ اللہ تعالیٰ اپنی امت کے گناہگاروں کے ظلماتی، کثافتی قلوب کی تطہیر وتزکیہ فرماتے ہیں اور یہ سب امور حیات کے بغیر ناممکن ہیں۔

سترہویں دلیل

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " أَتَيْتُ عَلَى مُوسَى لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي عِنْدَ الْكَثِيبِ الْأَحْمَرِ، وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي قَبْرِهِ۔ [379]

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: شبِ معراج سرخ ٹیلے کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قریب سے میرا گزر ہوا (تو میں نے دیکھا کہ) موسیٰ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے۔

یہ حدیث انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی برزخی اور حسی حیات پر بہت واضح دلیل ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قبر انور میں نماز پڑھنا جب ہی متصور ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی قبر انور میں زندہ ہوں، جیسا کہ ماقبل حدیث مع تخریج کے گزری ہے:

الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون۔

---

379 (صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب: من فضائل موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام، رقم الحدیث: ۲۳۷۵، دار الکتاب العربی، بیروت، سنن النسائی، کتاب: قیام اللیل وتطوع بالنہار، باب: ذکر صلاۃ نبی اللہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام، رقم الحدیث: ۱۶۱۱، دار الفکر، بیروت، سنن الکبریٰ للنسائی، رقم الحدیث: ۱۳۲۸، صحیح ابن حبان، رقم الحدیث: ۵۰، المعجم الاوسط، رقم الحدیث: ۷۸۰۶، مسند احمد، رقم الحدیث: ۱۲۵۲۶، مصنف ابن ابی شیبۃ، رقم الحدیث: ۳۶۵۷۵، مصنف عبدالرزاق، رقم الحدیث: ۶۷۲۷، مسند ابو یعلیٰ، رقم الحدیث: ۳۳۲۵، مسند البزار، رقم الحدیث: ۶۳۹۱، شرح مشکل الآثار، رقم الحدیث: ۵۰۳۱، شرح السنۃ للبغوی، رقم الحدیث: ۳۷۶۱)

یعنی انبیاء کرام (علیہم السلام) اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں۔

علامہ محمود بن احمد بن موسیٰ بدر الدین العینی متوفی فرماتے ہیں:

الأنبياء أحياء، فقد رآهم النبي حقيقة، وقد مر على موسى عليه الصلاة والسلام، وهو قائم يصلي في قبره۔ [380]

ترجمہ: انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام زندہ ہیں، بے شک نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے ان کو حقیقۃً عیاں دیکھا ہے اور آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرے تو وہ اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے۔

یہی علامہ عینی فرماتے ہیں:

کذلک رؤيته موسى ليلة المعراج وهو يصلي في قبره قلت لا إشكال في هذا أصلا وذلک أن الأنبياء عليهم الصلاة والسلام أفضل من الشهداء والشهداء أحياء عند ربهم فالأنبياء بالطريق الأولى۔ [381]

ترجمہ: اسی طرح معراج کی رات حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کی قبر میں نماز پڑھتے دیکھنا ہے۔ میں کہتا ہوں: اس حدیث پر بالکل کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا، کیونکہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام شہداء سے افضل ہیں اور شہداء اپنے رب عزوجل کے پاس زندہ ہیں تو انبیاء علیہم السلام بطریق اولیٰ زندہ وحیات ہیں۔

امام جلال الدین سیوطی شافعی فرماتے ہیں:

وَهُوَ قَائِم يُصَلِّي فِي قَبْره قَالَ الشَّيْخ بَدْر الدِّين بن الصَّاحِب فِي مُؤَلَّف لَهُ فِي حَيَاة الْأَنْبِيَاء: هَذَا صَرِيح فِي إِثْبَات الْحَيَاة لِمُوسَى فِي قَبره فَإِنَّهُ وَصَفَهُ بِالصَّلَاةِ وَأَنَّهُ قَائِم وَمثل ذَلِک لَا

---

[380] (عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، ج۴، ص۴۸، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

[381] (عمدۃ القاری، ج۱۶، ص۲۷، بیروت)

يُوصَف بِهِ الرُّوح وَإِنَّمَا يُوصَف بِهِ الْجَسَد وَفِي تَخْصِيصه بِالْقَبْرِ دَلِيل عَلَى هَذَا فَإِنَّهُ لَوْ كَانَ مِنْ أَوْصَاف الرُّوح لَمْ يَحْتَجْ لِتَخْصِيصِهِ بِالْقَبْرِ وَقَالَ الشَّيْخ تَقِيّ الدِّين السُّبْكِيّ فِي هَذَا الْحَدِيث: الصَّلَاة تَسْتَدْعِي جَسَدًا حَيًّا۔[382]

ترجمہ: وَهُوَ قَائِم يُصَلِّي فِي قَبْره شیخ بدرالدین بن الصاحب نے اپنی کتاب "حیاۃ الانبیاء" میں فرمایا: یہ حدیث حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات پر صریح دلیل ہے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ان کی صفت یہ بیان فرمائی کہ وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے اور روح، اس طرح کے وصف سے متصف نہیں ہوتی، اس وصف کے ساتھ جسم متصف ہوتا ہے اور حدیث میں قبر کے ساتھ تخصیص اس پر دلیل ہے کیونکہ اگر یہ نماز پڑھنا روح کی صفت ہوتی تو قبر کے ساتھ مخصوص نہ کیا جاتا۔ شیخ تقی الدین سبکی نے فرمایا: یہ حدیث دلیل ہے کہ زندہ جسم ہی نماز پڑھ سکتا ہے۔

قاضی شوکانی لکھتے ہیں:

وَوَرَدَ النَّصّ فِي كِتَابِ اللهِ فِي حَقّ الشُّهَدَاءِ أَنَّهُمْ أَحْيَاء يُرْزَقُونَ وَأَنَّ الْحَيَاة فِيهِمْ مُتَعَلِّقَة بِالْجَسَدِ فَكَيْف بِالْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ . وَقَدْ ثَبَتَ فِي الْحَدِيثِ (أَنَّ الْأَنْبِيَاءَ أَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ) رَوَاهُ الْمُنْذِرِيُّ وَصَحَّحَهُ الْبَيْهَقِيُّ . وَفِي صَحِيح مُسْلِمٍ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: (مَرَرْتُ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي بِمُوسَى عِنْدَ الْكَثِيبِ الْأَحْمَرِ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي قَبْرِهِ)۔[383]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی کتاب میں شہداء کے حق میں نص وارد ہوئی ہے کہ بے شک وہ زندہ ہیں، روزی دیئے جاتے ہیں اور زندگی ان کے جسم کے ساتھ متعلق ہوتی ہے تو پھر انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان کتنی بلند ہو گی؟ اور تحقیق حدیث سے ثابت ہے: بے شک انبیاء اپنی قبروں میں

382 (حاشیۃ السیوطی علی سنن النسائی، ج۳، ص ۲۱۳، مطبوعہ حلب)
383 (نیل الأوطار، ج۳، ص ۲۹۵، دار الحدیث، مصر)

زندہ ہیں۔ اس حدیث کو علامہ منذری نے روایت کیا ہے اور امام بیہقی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ اور صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: معراج کی رات میں سرخ ٹیلے کے پاس موسیٰ علیہ السلام پر سے گزر ہوا تو وہ اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے۔

اٹھارویں دلیل

نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اور دیگر انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اپنی قبروں میں زندہ ہونے کی ایک دلیل جسے کثیر تعداد میں محققین، مثل امام بیہقی، امام سیوطی، ملا علی قاری وغیرہم نے مستدل بنایا ہے، یہ ہے کہ معراج کی رات شہرت سے ثابت ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام مسجد اقصیٰ میں حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اکرام و تعظیم کے لئے جمع ہوئے، ان کی حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملاقات ہوئی، سلام و دعا ہوئی، نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سب کی امامت فرمائی اور سب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اقتداء میں نماز ادا فرمائی، پھر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اور اپنے محامد و محاسن پر مشتمل خطبے دیئے، پھر آخر میں حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی اور اپنی شان و منقبت اور اپنی فضیلت و اکرمیت پر بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا، جسے تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے سماعت فرمایا اور سب نے کھلے دل سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی عظمت و وجاہت کو تسلیم کیا اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے واضح لفظوں میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی افضلیت کا اعتراف و اقرار کیا، یہ سب مضمون کتب

احادیث میں بڑی شرح و بسط کے ساتھ پھیلا ہوا ہے، جس کی تفصیل ملاحظہ فرمانے کے لئے نکات الفرقان، جلد دوم، زیر آیت: "سبحان الذی اسری بعبدہٖ الخ" کی طرف مرجعت فرمائیں۔

یہاں حصولِ مقصد کے لئے صرف دو احادیث ذکر کی جاتی ہیں:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہ و سلم: أُتِيتُ بِدَابَّةٍ فَوْقَ الْحِمَارِ وَدُونَ الْبَغْلِ خَطْوُهَا عِنْدَ مُنْتَهَى طَرْفِهَا فَرَكِبْتُ وَمَعِي جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَام فَسِرْتُ فَقَالَ انْزِلْ فَصَلِّ فَفَعَلْتُ فَقَالَ أَتَدْرِي أَيْنَ صَلَّيْتَ صَلَّيْتَ بِطَيْبَةَ وَإِلَيْهَا الْمُهَاجَرُ ثُمَّ قَالَ انْزِلْ فَصَلِّ فَصَلَّيْتُ فَقَالَ أَتَدْرِي أَيْنَ صَلَّيْتَ صَلَّيْتَ بِطُورِ سَيْنَاءَ حَيْثُ كَلَّمَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَام ثُمَّ قَالَ انْزِلْ فَصَلِّ فَنَزَلْتُ فَصَلَّيْتُ فَقَالَ أَتَدْرِي أَيْنَ صَلَّيْتَ صَلَّيْتَ بِبَيْتِ لَحْمٍ حَيْثُ وُلِدَ عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَام ثُمَّ دَخَلْتُ بَيْتَ الْمَقْدِسِ فَجُمِعَ لِي الْأَنْبِيَاءُ عَلَيْهِمُ السَّلَام فَقَدَّمَنِي جِبْرِيلُ حَتَّى أَمَمْتُهُمْ۔[384]

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: میرے پاس ایک جانور لایا گیا جو گدھے سے بڑا اور خچر سے چھوٹا تھا اور اس کا قدم منتہائے بصر تک پڑتا تھا، پس میں اس پر سوار ہوا اور میرے ساتھ جبرئیل علیہ السلام تھے، پس میں چلا تو جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ یہاں اُتر کر نماز پڑھیں! تو میں نے ایسا ہی کیا، انہوں نے عرض کی: کیا آپ جانتے ہیں کہ آپ نے کہاں نماز پڑھی ہے؟ آپ نے طیبہ (یعنی مدینہ) میں نماز پڑھی ہے۔ اور یہی آپ کی جائے ہجرت ہے۔ پھر عرض کی: یہاں اتر کر نماز پڑھیں! میں نے نماز پڑھی تو کہا کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپ نے کہاں نماز پڑھی ہے؟ آپ نے طورِ سینا میں نماز پڑھی ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کلام کیا تھا۔ پھر کہا: یہاں اتر کر نماز پڑھیں! پس میں اترا اور میں نے نماز پڑھی تو انہوں نے کہا: کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپ نے کہاں نماز پڑھی

---

[384] (سنن النسائی، کتاب: الصلوٰۃ، باب: فرض الصلوٰۃ، رقم الحدیث: ۴۴۹، دار الفکر، بیروت)

ہے؟ آپ نے بیت لحم میں نماز پڑھی ہے، جہاں عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی تھی، پھر میں بیت المقدس میں داخل ہوا تو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو میرے لئے جمع کیا گیا، پس حضرت جبرئیل علیہ السلام نے مجھے آگے کیا یہاں تک کہ میں نے ان سب کی امامت کی۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَدْ رَأَيْتُنِي فِي جَمَاعَةٍ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ، فَإِذَا مُوسَى قَائِمٌ يُصَلِّي، فَإِذَا رَجُلٌ ضَرْبٌ، جَعْدٌ كَأَنَّهُ مِنْ رِجَالِ شَنُوءَةَ، وَإِذَا عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَائِمٌ يُصَلِّي، أَقْرَبُ النَّاسِ بِهِ شَبَهًا عُرْوَةُ بْنُ مَسْعُودٍ الثَّقَفِيُّ، وَإِذَا إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَائِمٌ يُصَلِّي، أَشْبَهُ النَّاسِ بِهِ صَاحِبُكُمْ - يَعْنِي نَفْسَهُ - فَحَانَتِ الصَّلَاةُ فَأَمَمْتُهُمْ۔[385]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے خود کو انبیاء کرم علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ایک جماعت میں پایا، میں نے دیکھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نماز پڑھ رہے ہیں اور ان کے بال قبیلہ شنوءہ کے لوگوں کی طرح گھنگریالے ہیں اور اس وقت حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔ عروہ بن مسعود ثقفی ان سے بہت مشابہ ہیں اور اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور تمہارے نبی ان کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہ ہیں، پھر نماز کا وقت آیا تو میں نے ان سب نبیوں کی امامت کی۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی امامت فرمانا، ان کا بیت المقدس میں جمع ہونا، اس پر بین دلیل و محکم برہان ہے کہ وہ اپنی قبروں میں زندہ و بحیات ہیں۔ والحمد للہ علیٰ ذلک!

---

[385] (صحیح مسلم، کتاب: الایمان، باب: الاسراء برسول اللہ ﷺ، رقم الحدیث: ۴۳۰، دار الکتب العربی، بیروت، السنن الکبریٰ للنسائی، ج ۶، ص ۴۵۵، رقم الحدیث: ۱۱۴۸۰)

انیسویں دلیل

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِوَادِي الْأَزْرَقِ، فَقَالَ: أَيُّ وَادٍ هَذَا؟ فَقَالُوا: هَذَا وَادِي الْأَزْرَقِ، قَالَ: كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ هَابِطًا مِنَ الثَّنِيَّةِ، وَلَهُ جُؤَارٌ إِلَى اللهِ بِالتَّلْبِيَةِ، ثُمَّ أَتَى عَلَى ثَنِيَّةِ هَرْشَى، فَقَالَ: أَيُّ ثَنِيَّةٍ هَذِهِ؟ قَالُوا: ثَنِيَّةُ هَرْشَى، قَالَ: كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى يُونُسَ بْنِ مَتَّى عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلَى نَاقَةٍ حَمْرَاءَ جَعْدَةٍ عَلَيْهِ جُبَّةٌ مِنْ صُوفٍ، خِطَامُ نَاقَتِهِ خُلْبَةٌ وَهُوَ يُلَبِّي۔[386]

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم وادیٔ ازرق سے گزرے تو آپ نے فرمایا کہ کون سی وادی ہے؟ لوگوں نے عرض کی: یہ وادیٔ ازرق ہے۔ آپ نے فرمایا: گویا کہ میں موسیٰ علیہ السلام کو گھاٹی سے اترتا دیکھ رہا ہوں اور وہ بلند آواز سے تلبیہ (لبیک اللھم لبیک) پڑھ رہے تھے، پھر آپ ایک گھاٹی ھرشی پر آئے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے پوچھا: یہ کون سی گھاٹی ہے؟ لوگوں نے کہا: یہ ھرشی گھاٹی ہے۔ آپ نے فرمایا: گویا کہ میں یونس بن متی علیہ السلام کی طرف دیکھ رہا ہوں، وہ ایک طاقت ور سرخ اونٹنی پر سوار ہیں جس کی نکیل کھجور کی چھال کی ہے، انہوں نے ایک اونی جبّہ پہنا ہوا ہے اور وہ اللھم لبیک کہہ رہے ہیں۔

امام جلال الدین سیوطی شافعی فرماتے ہیں:

فان قيل كيف تحجون ويلبون وهم اموات فالجواب انهم افضل من الشهداء والشهداء احياء عند ربهم يرزقون ولا يبعدن يحجوا ويصلوا۔[387]

---

[386] (صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب: الاسراء برسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الی السموات، رقم الحدیث: ۴۲۰، دار الکتب العربی، بیروت، سنن ابن ماجہ، کتاب: المناسک، باب: الحج علی الرحل، رقم الحدیث: ۲۸۹۱، دار السلام، ریاض، مسند احمد، رقم الحدیث: ۱۸۸۲، صحیح ابن حبان، رقم الحدیث: ۳۸۰۱)

[387] (شرح السیوطی علی مسلم، ج ۱، ص ۲۱۲)

ترجمہ: پس اگر یہ کہا جائے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام حج کیسے کرتے ہیں اور تلبیہ کیسے کہتے ہیں؟ حالانکہ ان کا تو وصال ہو چکا ہے۔ تو جواب یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام شہداء سے افضل ہیں اور شہداء اپنے رب کے حضور زندہ ہیں، ان کو روزی دی جاتی ہے اور کوئی بعید نہیں کہ وہ حج بھی کریں اور تلبیہ بھی ادا کریں۔

ملا علی قاری فرماتے ہیں:

قَالَ النَّوَوِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ فَإِنْ قِيلَ: كَيْفَ يَحُجُّونَ وَيُلَبُّونَ وَهُمْ أَمْوَاتٌ وَالدَّارُ الْآخِرَةُ لَيْسَتْ بِدَارِ عَمَلٍ؟ الْجَوَابُ: مِنْ وُجُوهٍ: أَحَدُهَا: أَنَّهُمْ كَالشُّهَدَاءِ بَلْ أَفْضَلُ، وَالشُّهَدَاءُ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ، فَلَا يَبْعُدُ أَنْ يَحُجُّوا وَيُصَلُّوا وَيَتَقَرَّبُوا إِلَى اللّٰهِ تَعَالَى بِمَا اسْتَطَاعُوا۔[388]

ترجمہ: امام نووی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: پس اگر یہ کہا جائے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام حج اور تلبیہ کی ادائیگی کیسے کرتے ہیں حالانکہ ان کی وفات ہو چکی ہے اور آخرت کا گھر دارالعمل نہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام شہداء سے افضل ہیں اور شہداء اپنے رب جل جلالہ کے پاس زندہ ہیں، تو کوئی استبعاد نہیں کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام حج کریں، نماز ادا کریں اور ایسے اعمال کریں کہ جن سے وہ اللہ تعالیٰ کا (مزید) قرب حاصل کر سکیں۔

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیاتِ برزخیہ پر تصریحات علماء

چودہ سو سال سے پوری امت کے محققین، ائمہ عظام، محدثین و مفسرین کرام کا اتفاقی، اجماعی عقیدہ ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبور میں زندہ ہیں، اس مسئلہ پر کسی ایک امام و مطاع کی دو رائے نہیں ہیں اور نماز میں ہم اللہ تعالیٰ سے اس کے انعام یافتہ بندوں کے رستہ پر چلنے کی دعا کرتے ہیں اور قرآن اس رستہ کو صراطِ مستقیم سے تعبیر کرتا ہے۔

---

[388] (مرقاۃ المفاتیح، ج ۹، ص ۳۶۵۳)

ارشاد فرمایا:

اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ (٦) صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (الفاتحة٧)

ترجمہ: ہمیں سیدھے رستے پر چلا، ان لوگوں کے رستے پر جن پر تیرا انعام ہے۔

ان انعام یافتہ بندوں کے رستے سے انحراف وادبار کا انجام کس قدر عبرت ناک ہو گا؟

قرآن مجید میں ارشاد رب العالمین ہے:

وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا (النساء ١١٥)

ترجمہ: اور جو ہدایت کے واضح ہو جانے کے بعد رسول کی مخالفت کرے اور مؤمنین کے رستے کو چھوڑ کر دوسرے رستے پر چلے تو ہم اس کو اسی طرف پھیر دیں گے جہاں پھرا ہے اور اس کو جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔

اور حدیث پاک میں ہے:

عَنْ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ اللهَ لَا يَجْمَعُ أُمَّتِي عَلَى ضَلَالَةٍ، وَيَدُ اللهِ مَعَ الجَمَاعَةِ، وَمَنْ شَذَّ شَذَّ إِلَى النَّارِ۔[389]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ میری امت کو گمراہی پر جمع نہیں فرمائے گا اور اللہ کا ید (دستِ تائید) جماعت پر ہے اور جو جماعت سے علیحدہ ہوا تو وہ جہنم کی طرف علیحدہ ہوا ہے۔

389 (سنن الترمذی، کتاب: الفتن، باب: ماجاء فی لزوم الجماعة، رقم الحدیث: ٢١٦٧، دار المعرفہ، بیروت)

سو جو حیات النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے عقیدے کا منکر و مکذب ہے، وہ در حقیقت پوری امت کے عمائدین وزعماء کی تردید و تغلیط کر رہا ہے اور اپنے لئے جہنم کا سامان فراہم کر رہا ہے۔ یہاں چند محققین کی تصریحات ملاحظہ فرمائیں:

امام جلال الدین السیوطی فرماتے ہیں:

قَالَ: الْمُتَكَلِّمُونَ الْمُحَقِّقُونَ مِنْ أَصْحَابِنَا أَنَّ نَبِيَّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيٌّ بَعْدَ وَفَاتِهِ، وَأَنَّهُ يُسَرُّ بِطَاعَاتِ أُمَّتِهِ وَيَحْزَنُ بِمَعَاصِي الْعُصَاةِ مِنْهُمْ۔[390]

ترجمہ: ہمارے اصحاب میں سے محقق متکلمین نے کہا ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم وفات کے بعد بھی زندہ ہیں اور آپ اپنی امت کی عبادات سے خوش ہوتے ہیں اور ان کے گناہوں سے غمگین ہوتے ہیں۔

علامہ حسن بن عمار شرنبلالی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

مما هو مقرر عند المحققين أنه صلى الله عليه وسلم حي يرزق ممتع بجميع الملاذ والعبادات غير أنه حجب عن أبصار القاصرين عن شريف المقامات۔[391]

ترجمہ: کہ محققین کے نزدیک یہ ثابت ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم زندہ ہیں اور آپ کو رزق دیا جاتا ہے اور آپ تمام لذتوں اور عبادات سے نفع پاتے ہیں، البتہ آپ کوتاہ بینوں کی نظروں سے حجاب میں ہیں۔

علامہ محمد امین بن عمر شامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

الْأَنْبِيَاءُ عَلَيْهِمُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ۔[392]

---

390 (الحاوی للفتاویٰ، ج۲، ص ۱۴۹)

391 (نور الایضاح مع الوشاح، ص ۳۹۱، دار الفرفور، دمشق)

392 (ردالمحتار، ج٦، ص ١٨٦، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

ترجمہ: کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

باچندیں اختلافات وکثرت مذاہب کہ در علماء است یک کس را در ایں مسئلہ اختلاف نیست کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم بحقیقت حیات بے شائبہ مجاز وتوھم تاویل ودائم باقی است و بر اعمال امت حاضر و ناظر و مر طالبان حقیقت را و متوجہان آں حضرت را مفیض ومربی است۔[393]

ترجمہ: کہ علمائے امت میں کثرتِ مذاہب واختلافات کے باوجود اس میں کسی ایک کا اختلاف نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم حقیقتاً زندہ اور باقی اور دائم ہیں اور امت کے اعمال پر حاضر وناظر ہیں اور طالبانِ حقیقت اور اپنی طرف متوجہ ہونے والوں کو فیض پہنچاتے ہیں اور ان کی تربیت فرماتے ہیں۔

امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد القرطبی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

باب: لا تأكل الأرض أجساد الأنبياء ولا الشهداء وأنهم أحياء۔[394]

ترجمہ: کہ یہ باب ہے اس بارے میں کہ زمین انبیاء اور شہداء کے جسم کو نہیں کھاتی اور وہ اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

---

393 (مکتوبات علی ھامش اخبار الاخیار، ص ۱۵۵)

394 (التذکرہ، ص ۱۴۶، دار الکتب العربی، بیروت)

حافظ ابن قیم نے لکھا ہے:

الشُّهَدَاءَ بَعْدَ قَتْلِهِمْ وَمَوْتِهِمْ أَحْيَاءٌ يُرْزَقُونَ فَرِحِينَ مُسْتَبْشِرِينَ وَهَذِهِ صِفَةُ الْأَحْيَاءِ فِي الدُّنْيَا، وَإِذَا كَانَ هَذَا فِي الشُّهَدَاءِ فَالْأَنْبِيَاءُ أَحَقُّ بِذَلِكَ وَأَوْلَى، وَقَدْ صَحَّ أَنَّ الْأَرْضَ لَا تَأْكُلُ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ، وَأَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْتَمَعَ بِالْأَنْبِيَاءِ لَيْلَةَ الْإِسْرَاءِ فِي بَيْتِ الْمَقْدِسِ وَفِي السَّمَاءِ، وَرَأَى مُوسَى قَائِمًا يُصَلِّي فِي قَبْرِهِ وَأَخْبَرَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَنَّهُ يَرُدُّ السَّلَامَ عَلَى كُلِّ مَنْ يُسَلِّمُ عَلَيْهِ، إِلَى غَيْرِ ذَلِكَ مِمَّا يَحْصُلُ مِنْ جُمْلَتِهِ الْقَطْعُ بِأَنَّ مَوْتَ الْأَنْبِيَاءِ إِنَّمَا هُوَ رَاجِعٌ إِلَى أَنْ غُيِّبُوا عَنَّا بِحَيْثُ لَا نُدْرِكُهُمْ وَإِنْ كَانُوا مَوْجُودِينَ أَحْيَاءً۔[395]

ترجمہ: کہ شہداء اپنے قتل اور فوت ہونے کے بعد اپنے رب کے حضور زندہ ہیں اور ان کو رزق دیا جاتا ہے اور خوشی اور مسرت کا اظہار کرتے ہیں اور جب شہداء کی یہ شان ہے تو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اس کے زیادہ مستحق اور حق دار ہیں جبکہ صحیح حدیث میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مروی ہے کہ بے شک انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام کو زمین نہیں کھاتی اور (یہ بھی واضح دلیل ہے) کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام معراج کی رات بیت المقدس میں انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے ملے اور آسمانوں پر بھی خصوصاً حضرت موسیٰ علیہ السلام سے۔ اور تحقیق نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بھی خبر دی کہ جو مسلمان بھی آپ پر سلام عرض کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ آپ کی روح کو متوجہ کرتا ہے یہاں تک کہ آپ اس کے سلام کا جواب مرحمت فرماتے ہیں، اس کے علاوہ بہت سی احادیث ہیں جن سے قطعی طور پر معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی وفات کا مرجع یہ ہے کہ وہ ہماری آنکھوں سے غائب ہو گئے، اس طرح کہ ہم ان کا ادراک نہیں کر سکتے، اگرچہ وہ (اپنی قبروں میں) زندہ موجود ہیں۔

---

[395] (الروح، ص ۵۲، ۵۳، دار الحدیث: قاھرہ)

علامہ ملا علی قاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

قَالَ ابْنُ حَجَرٍ: وَمَا أَفَادَهُ مِنْ ثُبُوتِ حَيَاةِ الْأَنْبِيَاءِ حَيَاةً بِهَا يَتَعَبَّدُونَ، وَيُصَلُّونَ فِي قُبُورِهِمْ، مَعَ اسْتِغْنَائِهِمْ عَنِ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ كَالْمَلَائِكَةِ أَمْرٌ لَا مِرْيَةَ فِيهِ، وَقَدْ صَنَّفَ الْبَيْهَقِيُّ جُزْءًا فِي ذٰلِکَ۔[396]

ترجمہ: کہ امام ابن حجر نے فرمایا: اس حدیث نے حیاتِ انبیاء علیہم السلام کا فائدہ دیا، ایسی حیات جس کے ساتھ وہ عبادت کرتے ہیں اور اپنی قبروں میں نماز بھی پڑھتے ہیں باوجود اس کے کہ وہ کھانے اور پینے سے ملائکہ کی طرح مستغنی ہیں، یہ ایک ایسی بات ہے جس میں کوئی شک نہیں اور تحقیق اس موضوع پر امام بیہقی نے ایک جزء بھی تحریر فرمایا ہے۔

قاضی شوکانی نے لکھا:

وَقَدْ ذَهَبَ جَمَاعَةٌ مِنَ الْمُحَقِّقِينَ إِلَى أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيٌّ بَعْدَ وَفَاته، وَأَنَّهُ يُسَرُّ بِطَاعَاتِ أُمَّته۔[397]

ترجمہ: کہ محققین کی ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اپنی وفات کے بعد زندہ ہیں اور آپ اپنی امت کی عبادات سے خوش ہوتے ہیں۔

شیخ علامہ احمد بن محمد القسطلانی فرماتے ہیں:

أنه حي في قبره ويصلي فيه بأذان وإقامة وكذلک الأنبياء، ولهذا قيل: لا عدة على أزواجه۔[398]

---

[396] (المرقاۃ شرح المشکوٰۃ، ج۳، ص ۴۰۱، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)
[397] (نیل الأوطار، ج۴، ص۱۸۳، وعون المعبود للشمس الحق، ج۱، ص۴۰۵)
[398] (المواہب اللدنیہ، ج۲، ص۳۱۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

ترجمہ: حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اپنی قبر منور میں زندہ ہیں اور اس میں اذان واقامت کے ساتھ نماز ادا فرماتے ہیں اور یہی حال انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا بھی ہے اور اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواج پر عدت نہیں تھی۔

امام جلال الدین سیوطی شافعی "البدور السافرۃ" میں فرماتے ہیں:

قال البيهقي: لأن الأنبياء بعد ما قبضوا رد الله إليهم أرواحهم، فهم أحياء عند ربهم كالشهداء۔[399]

ترجمہ: امام بیہقی نے فرمایا: انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ ارواح کے قبض فرمانے کے بعد ارواح لوٹا دیتا ہے، پس وہ شہداء کی طرح جسمانی حیات کے ساتھ زندہ ہوتے ہیں۔

امام علامہ حافظ شمس الدین محمد بن عبد الرحمٰن السخاوی الشافعی (تلمیذ جلیل حافظ الحدیث ابن حجر عسقلانی) فرماتے ہیں:

يؤخذ من هذه الأحاديث أنه صلى الله عليه وسلم حي على الدوام۔[400]

ترجمہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ رسول مکرم شفیع معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم (اپنی قبر انور میں) دائمی طور پر زندہ ہیں (نہ کہ احیاناً زندہ ہیں)۔

امام شیخ عبد الرؤف المناوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

انه صلى الله تعالىٰ عليه وآلهٖ واصحابهٖ وسلم حى على الدوام، وروحه لا تفارقة ابدًا لما صح ان الانبياء احياء فى قبورهم۔[401]

---

399 (البدور السافرۃ فی امور الآخرۃ، ص ۲۸، باب ۴، دار المعرفہ، بیروت)

400 (القول البدیع فی الصلوۃ علی الحبیب الشفیع، ص ۱۷۱، دار الکتاب العربی، بیروت)

401 (الشرح الکبیر علی الجامع الصغیر بحوالہ جواھر البحار، ج ۲، ص ۲۰۶، مکتبہ نوریہ رضویہ، لاھور)

ترجمہ: نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم دائمی طور پر زندہ ہیں اور آپ کی روح مبارک آپ کے بدن سے دائمًا جدا نہیں ہوتی کیونکہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

امام شہاب الدین خفاجی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

والنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم حی فی قبرہ باق علیٰ ما کان علیہ ای من النبوۃ والرسالۃ۔[402]

ترجمہ: نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اپنی قبرِ انور میں زندہ ہیں اور اس صفت (یعنی صفتِ نبوت ورسالت) پر باقی ہیں، جس صفت پر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام دنیا میں تھے۔

محققِ احناف ملا علی قاری فرماتے ہیں:

انا متفقون علیٰ انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم حی فی قبرہ، یعلم بزائرہ۔[403]

ترجمہ: ہمارا (یعنی محققین علمائے اہل سنت کا) اس پر اتفاق واجماع ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اپنی قبرِ انور میں زندہ ہیں اور اپنے زائر کو جانتے ہیں۔

یہی ملا علی قاری "شرح الشفاء" میں فرماتے ہیں:

أن المعتقد أنه وسائر الأنبياء في قبورهم من الأحياء فإنهم أولى بذلك من الشهداء۔[404]

---

402 (شرح الشفاللخفاجی بحوالہ جواھر البحار، ج۲، ص ۲۲۶، مکتبہ نوریہ رضویہ، لاھور)

403 (الدررۃ المضیئۃ فی الزیارۃ المصطفویۃ، ص ۸۶، دار الکتب، پشاور، پاکستان)

404 (شرح الشفاء، ج۲، ص ۱۵۲، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

ترجمہ: اعتقاد یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اور تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں کیونکہ وہ شہداء سے بڑھ کر حیات کے حقدار ہیں۔

نواب صدیق حسن بھوپالی لکھتے ہیں:

"آپ زندہ ہیں اپنی قبر میں اور نماز پڑھتے ہیں اندر اس کے اذان و اقامت کے ساتھ، وکذلک الانبیاء ولھٰذا یہ بات کہی ہے کہ آپ کی ازواج پر عدت نہیں اور آپ کی قبر پر ایک فرشتہ مقرر ہے جو صلوٰۃ مصلین آپ کو پہچانتا ہے، اللھم صل علیٰ سیّدنا و مولانا محمد و علیٰ آلہٖ وبارک وسلم۔ اعمالِ اُمت آپ پر عرض کیے جاتے ہیں، آپ اُمت کے لئے استغفار کرتے ہیں۔[405]

اہل حدیث مسلک کے بانی مولوی نذیر حسین دہلوی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی اپنی قبر میں زندہ ہیں خصوصًا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کہ فرماتے ہیں کہ جو عند القبر درود بھیجتا ہے، میں سنتا ہوں اور دور سے پہنچایا جاتا ہے"۔[406]

مجدد مسلک دیوبند مولوی اشرف علی تھانوی لکھتا ہے:

"پس آپ کا زندہ رہنا بھی قبر شریف میں ثابت ہوا اور یہ رزق اس عالم کے مناسب ہوتا ہے اور گو شہداء کے لئے بھی حیات اور مرزوقیت وارد ہے مگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں ان سے اکمل واقویٰ ہے"۔[407]

---

405 (الشمامۃالعنبریۃمن مولد خیر البریۃ، ص ۵۲)

406 (فتاویٰ نذیریہ، ج ۱، ص ۵۲)

407 (نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب، ص ۲۴۸، تاج کمپنی، کراچی)

مولوی محمد یوسف لدھیانوی دیوبندی لکھتے ہیں:

"الغرض! میرا اور میرے اکابر کا عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اپنے روضۂ اطہر میں حیات جسمانی کے ساتھ حیات ہیں، یہ حیاتِ برزخی ہے مگر حیات دنیوی سے قوی تر ہے، جو لوگ اس مسئلہ کا انکار کرتے ہیں، ان کا اکابر دیوبند اور اساطین امت کی تصریحات کے مطابق علماءِ دیوبند سے کوئی تعلق نہیں، اور میں ان کو اہلِ حق میں سے نہیں سمجھتا اور وہ میرے اکابر کے نزدیک گمراہ ہیں"۔ [408]

مولوی سرفراز خان صفدر نے لکھا:

"تمام اہل سنت والجماعت اس بات پر متفق ہیں کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام قبر اور برزخ میں زندہ ہیں اور ان کی زندگی حضرات شہداء کی زندگی سے بھی اعلیٰ اور ارفع ہے"۔ [409]

اسی گکھڑی نے اپنے مسلک کے بین جید و ثقہ علماء کا متفقہ فیصلہ لکھا:

"حضرت اقدس نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اور سب انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں اکابر دیوبند کا مسلک یہ ہے کہ وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کے ابدانِ مقدسہ بعینہا محفوظ ہیں اور جسدِ عنصری کے ساتھ عالمِ برزخ میں ان کو حیات حاصل ہے اور حیاتِ دنیوی کے مماثل ہے"۔ [410]

مقدمہ ۲: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی وسعت رؤیت وبصارت

---

408 (آپ کے مسائل اور ان کا حل، ج ۱، ص ۵۱۴، مکتبہ لدھیانوی، کراچی)

409 (تسکین الصدور، باب ۲، ص ۲۱۹، مکتبہ صفدریہ، گوجرانوالہ)

410 (تسکین الصدور، ص ۳۷، مکتبہ صفدریہ)

یہاں تک عقیدہ حاضر و ناظر کا پہلا مقدمہ یعنی حیات النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم دلائل، حجج اور شواہد کے ساتھ مبرہن ہوا، اب دوسرے مقدمے کے دلائل ملاحظہ فرمائیں۔ دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی قوتِ بصارت کو عام افراد کی طرح نہیں بنایا کہ عام افراد جس طرح قریب کی مبصرات و محسوسات کا مشاہدہ کرتے ہیں تو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی فقط قریب اور حاضر کی مخلوقات کو دیکھتے ہیں، نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو ایسی قوتِ بصارت اور حسِ مشاہدہ عطا فرمائی ہے کہ جو قریب کے ساتھ دور کی اشیاء کو بھی دیکھتی ہے، حاضر کے ساتھ غائب کی اشیاء کو بھی دیکھتی ہے، بلکہ محسوسات کے ساتھ معنویات اور معقولات کی اشیاء کا بھی ادراک فرماتی ہے، یعنی محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے باقی اوصاف و حواس کی طرح وصف مشاہدہ اور رؤیت و بصارت میں بھی بے مثل و بے مثال اور یکتا و منفرد بنایا ہے۔ اس پر اگرچہ دلائل گزر چکے ہیں، لیکن یہاں موقع کی مناسبت کی بناء پر چند احادیث ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "أَتَانِي رَبِّي فِي أَحْسَنِ صُورَةٍ، فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ، قُلْتُ: لَبَّيْکَ رَبِّي وَسَعْدَيْکَ، قَالَ: فِيمَ يَخْتَصِمُ الْمَلَأُ الْأَعْلَى؟ قُلْتُ: رَبِّ لَا أَدْرِي، فَوَضَعَ يَدَهُ بَيْنَ كَتِفَيَّ فَوَجَدْتُ بَرْدَهَا بَيْنَ ثَدْيَيَّ فَعَلِمْتُ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ رواه الترمذی، وفی رواية الترمذی: فَعَلِمْتُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ۔ وفی رواية الترمذی: فَتَجَلَّى لِي كُلُّ شَيْءٍ وَعَرَفْتُ وتلا (وَكَذَلِکَ نُرِي إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ (الأنعام۷۵)) قال ابو عیسی الترمذی: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، سَأَلْتُ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ هَذَا الْحَدِيثِ، فَقَالَ: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ۔[411]

---

[411] (سنن الترمذی، کتاب: تفسیر القرآن، باب: سورۃ ص، رقم الحدیث: ۳۲۳۳، ۳۲۳۴، ۳۲۳۵، دار المعرفہ، بیروت، مسند احمد، الحدیث: ۴۵۶، مسند دارمی، رقم الحدیث: ۲۱۸۶، المستدرک، رقم الحدیث: ۴۵۶، مسند ابو یعلی،

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے پاس میرا رب احسن صورت میں (جیسا اس کی شان کے لائق ہے) میں آیا اور فرمایا: اے محمد! میں نے عرض کی: میں بار بار حاضر ہوں! فرمایا: عالمِ بالا کے فرشتے کس بات میں جھگڑتے ہیں؟ میں نے عرض کی: اے میرے رب! میں نہیں جانتا، پس اللہ رب العزت نے اپنا دستِ قدرت میرے کندھوں کے درمیان رکھا حتیٰ کہ میں نے اس کی ٹھنڈک اپنے سینے میں محسوس کی، پس میں وہ سب کچھ جان گیا جو کچھ مشرق اور مغرب کے درمیان ہے۔

اور ترمذی کی ایک روایت میں یہ لفظ ہیں: پس جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، میں نے وہ سب کچھ جان لیا، پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ آیت پڑھی: **وَكَذَٰلِكَ نُرِي إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ (الأنعام٧٥)**

اور ایک روایت میں ہے کہ ہر چیز میرے لئے روشن ہو گئی اور میں نے اسے پہچان لیا۔ (امام ابو عیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں:) یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ میں نے امام محمد بن اسماعیل بخاری سے اس حدیث کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

حافظ ابن کثیر اور البانی نے بھی اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

امام شرف الدین حسین بن محمد طیبی فرماتے ہیں:

قوله عليه السلام فعلمت ما فی السماء و الارض يدل على ان ذلک الفيض صار سببا لعلمه ثم استشهد بالاية و المعنى انه تعالىٰ كما ارىٰ ابراهيم عليه السلام ملكوت السموات و الارض و كشف له ذلک فتح على ابواب الغيوب حتى علمت ما فيها من الذوات و الصفات

رقم الحديث: ٢٦٠٨، مسند عبد بن حميد، رقم الحديث: ٦٨٢، المعجم الكبير، رقم الحديث: ٨١١٧، صحيح ابن خزيمه، رقم الحديث: ٢١٦، مسند البزار، رقم الحديث: ٢٦٦٨، شرح السنة، ج٤، ص٣٦)

والظواھر والمغیبات الیٰ قولہٖ ثم ان الحبیب حصل لہ عین الیقین باللہ والخلیل علم الیقین باللہ والحبیب علم الاشیاء کلھا والخلیل رای ملکوت الاشیاء۔[412]

ترجمہ: کہ نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا فرمان کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں تھا میں نے سب جان لیا۔ یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ فیض (جو اللہ جل مجدہ نے عطا فرمایا) حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کا سبب بنا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے اس آیت کریمہ: (وَكَذٰلِكَ نُرِي إِبْرَاهِيمَ (الأنعام٧٥)) سے استدلال اور استشہاد فرمایا اور اس کا معنی یہ ہے کہ جیسے اللہ رب العزت نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آسمانوں اور زمین کے ملکوت کا مشاہدہ کروایا۔ اسی طرح اللہ جل مجدہ نے مجھ پر غیوب کے دروازے کھول دیئے یہاں تک کہ میں نے آسمان اور زمین میں موجود تمام ذوات کو، ان کی صفات اور ان کے ظاہر و باطن کو جان لیا۔ پھر (حبیب اور خلیل کا فرق بیان کرتے ہوئے) اس مشاہدہ سے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ رب العزت کی ذات پر عین الیقین کا مرتبہ حاصل ہوا اور خلیل علیہ السلام کو اس مشاہدہ سے اللہ تعالیٰ کی ذات پر علم الیقین کا مرتبہ حاصل ہوا اور حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تمام اشیاء کو جان لیا جبکہ خلیل علیہ السلام نے صرف ملکوت کی اشیاء کو دیکھا۔

امام محمد بن علی سلطان قاری فرماتے ہیں:

قَالَ ابْنُ حَجَرٍ: أَيْ جَمِيعَ الْكَائِنَاتِ الَّتِي فِي السَّمَاوَاتِ بَلْ وَمَا فَوْقَهَا، كَمَا يُسْتَفَادُ مِنْ قِصَّةِ الْمِعْرَاجِ، "وَالْأَرْضِ" هِيَ بِمَعْنَى الْجِنْسِ، أَيْ: وَجَمِيعَ مَا فِي الْأَرَضِينَ السَّبْعِ، بَلْ وَمَا تَحْتَهَا۔[413]

---

412 (شرح الطیبی علی مشکوٰۃ المصابیح، ج۲، ص ۲۹۱، ۲۹۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

413 (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج۲، ص ۴۰۰، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

ترجمہ: کہ علامہ بن حجر مکی نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے تمام کائنات کو جان لیا جو آسمانوں میں ہے بلکہ اس سے بھی اوپر، جیسا کہ قصہ معراج سے مستفاد ہے اور زمین کا لفظ حدیث میں جنس کے معنی میں ہے اور یعنی ساری زمینیں بلکہ اس سے بھی نیچے جو حقائق تھے ان تمام کو جان لیا۔

محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث کی شرح میں رقم طراز ہیں کہ:

ایں عبارت است از حصول تمام علوم جزوی وکلی احاطہ آں۔[414]

ترجمہ: آپ کا یہ قول اس سے عبارت ہے کہ آپ کو تمام علوم جزوی وکلی حاصل ہو گئے اور آپ نے ان کا احاطہ کر لیا۔

عن ابن عمر، قال: قال رسولُ الله صلى الله عليه وسلم: إِنَّ اللهَ عَزَّ وجَلَّ قَدْ رَفَعَ لِيَ الدُّنْيَا، فَأَنَا أَنْظُرُ إِلَيْهَا وإِلى مَاهُوَ كَائِنٌ فِيهَا إِلى يَوْمِ القِيَامَةِ، كَأَنَّمَا أَنْظُرُ إِلى كَفِّي هَذِهِ۔[415]

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے لئے دنیا اٹھا کر میرے سامنے کر دی، پس دنیا میں جو واقع ہو رہا ہے اور قیامت تک جو کچھ اس دنیا میں ہونے والا ہے اسے میں یوں دیکھ رہا ہوں جیسے میں اپنی ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں۔

---

[414] (اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ، ج ا، ص ۳۳۳)

[415] (المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث: ۱۴۱۱۲، مجمع الزوائد للهيثمی، ج۸، ص ۲۸۷، حلية الاولياء، ج ٦، ص ۱۰۱، الخصائص الكبرىٰ للسيوطی، ج ۲، ص ۱۸۵، شرح مواهب اللدنيه للزرقانی، ج۷، ص ۲۰۴، كنز العمال، رقم الحديث: ۳۱۹۲۹)

علامہ ہیثمی نے اس حدیث کے تمام رواۃ کی توثیق کی ہے، سوائے سعید بن السنان الرھاوی کے کہ وہ ضعیف راوی ہے۔[416]

لیکن اس حدیث کا ضعف اس طرح دور ہو جائے گا کہ اس حدیث کی تائید میں احادیثِ صحیحہ موجود ہیں، نیز جید علماء نے اس حدیث کو اپنی کتاب میں نقل کیا ہے جو کہ اس حدیث کے حسن ہونے کی دلیل ہے۔

نیز اگر حدیث ضعیف بھی ہو تو محدثین کے اتفاق سے فضائل میں ضعیف احادیث قبول کی جاتی ہیں۔ کمافی عامة الاصول۔

عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ، رَضِيَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُرِضَ عَلَيَّ مَا هُوَ كَائِنٌ مِنْ أَمْرِ الدُّنْيَا، وَأَمْرِ الآخِرَةِ۔[417]

ترجمہ: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھ پر دنیا اور آخرت کے ہونے والے معاملات پیش کیے گئے۔

عَنْ أَسْمَاءَ قَالَتْ أَتَيْتُ عَائِشَةَ وَهِيَ تُصَلِّي فَقُلْتُ مَا شَأْنُ النَّاسِ فَأَشَارَتْ إِلَى السَّمَاءِ فَإِذَا النَّاسُ قِيَامٌ فَقَالَتْ سُبْحَانَ اللهِ قُلْتُ آيَةٌ فَأَشَارَتْ بِرَأْسِهَا أَيْ نَعَمْ فَقُمْتُ حَتَّى تَجَلَّانِي الْغَشْيُ فَجَعَلْتُ أَصُبُّ عَلَى رَأْسِي الْمَاءَ فَحَمِدَ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ مَا مِنْ شَيْءٍ لَمْ أَكُنْ أُرِيتُهُ إِلَّا رَأَيْتُهُ فِي مَقَامِي حَتَّى الْجَنَّةُ وَالنَّارُ۔[418]

---

416 (مجمع الزوائد، ج۸، ص ۲۸۷)

417 (مسند احمد، مسند العشرة المبشرة، ج ۱، ص ۵۷، رقم الحدیث: ۱۶، دار الکتب العلمیة، بیروت، مجمع الزوائد، ج ۱۰، ص ۳۷۴، مسند الطیالسی، رقم الحدیث: ۲۰۱۰، مسند عبد حمید، رقم الحدیث: ۱۱۸۶، وحسنه الالبانی فی صحیح الترغیب، رقم الحدیث: ۳۶۴۱)

418 (صحیح بخاری، کتاب: العلم، باب: من اجاب الفتیا باشارة الید والراس، رقم الحدیث: ۸۶، دار الکتب العربی، بیروت، صحیح بخاری، اطراف الحدیث: ۱۸۴، ۹۲۲، ۱۰۵۳، ۷۲۸۷، صحیح مسلم، کتاب: الکسوف و صلوٰته، باب: ما عرض علی النبی ﷺ فی الصلوٰة الکسوف من امر الجنة والنار، رقم الحدیث: ۹۰۵، مصنف ابن ابی شیبة، ج ۲،

ترجمہ: حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آئی، اس حال میں کہ وہ نماز پڑھ رہی تھیں، میں نے کہا: لوگوں کو کیا ہوا؟ پس آپ نے آسمان کی طرف اشارہ کیا (یعنی سورج گرہن تھا) اس وقت سب لوگ نماز کے لئے کھڑے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا: سبحان اللہ! میں نے پوچھا: یہ کوئی نشانی ہے؟ تو انہوں نے سر کے اشارے سے جواب دیا: جی ہاں! پھر میں بھی کھڑی ہو گئی، حتیٰ کہ مجھ پر غشی چھانے لگی تو میں اپنے سر پر پانی ڈالنے لگی۔ پھر نبی مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ رب العزت کی حمد و ثناء کی اور فرمایا: جس چیز کو بھی میں نے نہیں دیکھا تھا اس چیز کو میں نے اس جگہ کھڑے دیکھ لیا ہے یہاں تک کہ جنت اور دوزخ کو بھی۔

شارح بخاری امام علامہ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

إن لفظة الشيء في قوله ما من شيء أعم العام وقد وقع نكرة في سياق النفي أيضا (الیٰ) فخصصه العقل بما صح رؤيته قيل هل فيه دلالة على أنه عليه الصلاة و السلام رأى في هذا المقام ذات الله سبحانه وتعالى أجيب نعم إذ الشيء يتناوله و العقل لا يمنعه۔ [419]

ترجمہ: اس حدیث میں "ما من شی" کے الفاظ ہیں اور یہ سب عام سے بڑھ کر عام ہیں جبکہ نکرہ حیز نفی ہے۔ (تو اس کا معنی یہ ہے کہ) ہر وہ چیز جو دیکھی جاسکتی تھی، نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس مقام پر اسے دیکھ لیا ہے، یہ عقلی مخصص ہے، پس اگر یہ سوال کیا جائے کہ کیا اس مقام پر نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی ذات کو بھی دیکھا؟ تو اس کا جواب یہ ہے

ص ۴۶۹، المعجم الکبیر، رقم الحدیث: ۳۱۶، سنن البیہقی، ج۳، ص ۳۳۸، شرح السنۃ، رقم الحدیث: ۱۱۳۸، مسند ابو عوانہ، ج۲، ص ۳۷۰، صحیح ابن حبان، رقم الحدیث: ۳۱۱۴، السنن الکبریٰ للنسائی، رقم الحدیث: ۲۱۸۹، مسند احمد، ج۶، ص ۳۴۶)

419 (عمدۃ القاری، ج۲، ص ۱۴۸، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

کہ جی ہاں! کیونکہ اس مقام پر آپ نے ہر شے کو دیکھا اور شے کا لفظ اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات پر بھی بولا جاتا ہے اور عقلی طور پر اس سے کوئی مانع نہیں ہے۔

عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰہ عَنْهُ يَقُولُ قَامَ فِينَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰہ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا فَأَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتَّى دَخَلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ وَأَهْلُ النَّارِ مَنَازِلَهُمْ حَفِظَ ذٰلِکَ مَنْ حَفِظَهُ وَنَسِيَهُ مَنْ نَسِيَهُ۔ [420]

ترجمہ: طارق بن شہاب سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہمارے درمیان کھڑے ہوئے اور آپ نے مخلوقات کی ابتداء سے لے کر جنتیوں کے جنت میں داخل ہو جانے اور دوزخیوں کے دوزخ میں داخل ہونے تک ہمیں سب کچھ بتا دیا، جس نے اسے یاد رکھا سو یاد رکھا اور جو اسے بھول گیا سو بھول گیا۔

شارح بخاری حافظ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

وَدَلَّ ذٰلِکَ عَلَى أَنَّهُ أَخْبَرَ فِي الْمَجْلِسِ الْوَاحِدِ بِجَمِيعِ أَحْوَالِ الْمَخْلُوقَاتِ مِنَ الْمَبْدَأِ وَالْمَعَادِ وَالْمَعَاشِ، وَتَيْسِيرُ إِيرَادِ ذٰلِکَ كُلِّهِ فِي مَجْلِسٍ وَاحِدٍ مِنْ خَوَارِقِ الْعَادَةِ أَمْرٌ عَظِيمٌ ويقرب ذلک مع كون معجزاته لا مرية في كثرتها أنه صلى الله عليه وسلم أعطى جوامع الكلم۔ [421]

ترجمہ: اس حدیث میں اس بات پر دلیل ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ایک مجلس میں مخلوقات کی ابتداء سے فناء تک اور منتہاء سے دوبارہ اٹھائے جانے تک تمام احوال کی خبر دی اور یہ خبریں مبدأ، معاش اور معاد کو شامل تھیں اور ایک ہی مجلس میں یہ سب کچھ بیان کرنا

---

[420] (صحیح بخاری، کتاب: بدء الخلق، رقم الحدیث: ۳۱۹۲، دار الکتب العربی، بیروت، مسند احمد، ج ۱۴، رقم الحدیث: ۱۸۱۴۰، تغلیق التعلیق لابن الحجر العسقلانی، ج ۳، ص ۴۸۲، رقم الحدیث: ۳۱۹۲)

[421] (فتح الباری، ج ۷، ص ۲۳۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا بہت بڑا معجزہ ہے کیونکہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جامع الکلم عطا فرمائے گا۔

شارح بخاری امام بدر الدین عینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

فيه دلالة على أنه أخبر في المجلس الواحد بجميع أحوال المخلوقات من ابتدائها إلى انتهائها وفي إيراد ذلک كله في مجلس واحد أمر عظيم من خوارق العادة وكيف وقد أعطي جوامع الكلم مع ذلک۔[422]

ترجمہ: اس حدیث میں اس بات پر دلالت ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ایک ہی مجلس میں مخلوقات کی ابتداء سے انتہاء تک تمام احوال بیان فرمادیئے، یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بڑا عظیم معجزہ ہے کیونکہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جوامع الکلم عطا فرمائے گئے۔

عَنْ ثَوْبَانَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللهَ زَوَى لِي الْأَرْضَ، فَرَأَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا۔[423]

ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے لئے زمین کو سمیٹ دیا ہے، پس میں نے اس کے مشارق و مغارب کو دیکھ لیا ہے۔

---

422 (عمدۃ القاری، ج۱۵، ص۱۵۱، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

423 (صحیح مسلم، کتاب: الفتن و اشراط الساعۃ، باب: ہلاک ہذہ الامۃ بعضہم ببعض، رقم الحدیث: ۷۲۵۸، سنن ابی داؤد، کتاب: الفتن: باب: ذکر الفتن و دلائلھا، رقم الحدیث: ۱۲۵۲، سنن الترمذی، کتاب: الفتن، باب: فی سوال النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ثلاثا فی امتہ، رقم الحدیث: ۲۱۷۶، دار المعرفہ، بیروت، سنن ابن ماجہ، کتاب: الفتن، باب: مایکون من الفتن، رقم الحدیث: ۳۹۵۲، دار السلام، ریاض، مسند احمد، رقم الحدیث: ۲۲۴۴۸، صحیح ابن حبان، رقم الحدیث: ۷۲۳۸، مصنف ابن ابی شیبۃ، رقم الحدیث: ۱۱۷۴۰، مشکوٰۃ المصابیح، رقم الحدیث: ۵۷۵۰)

امام ملا علی قاری فرماتے ہیں:

يُرِيدُ بِهِ تَقْرِيبَ الْبَعِيدِ مِنْهَا حَتَّى اطَّلَعَ عَلَيْهِ اطِّلَاعَهُ عَلَى الْقَرِيبِ مِنْهَا، وَحَاصِلُهُ أَنَّهُ طَوَى لَهُ الْأَرْضَ وَجَعَلَهَا مَجْمُوعَةً كَهَيْئَةِ كَفٍّ فِي مِرْآةِ نَظَرِهِ، وَلِذَا قَالَ: فَرَأَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا أَيْ: جَمِيعَهَا۔[424]

ترجمہ: حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان ''زوی'' کا منشاء یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کی بعید چیزوں کو قریب کر دیا، یہاں تک کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام زمین کی موجودات پر اس طرح مطلع ہوئے جیسے قریب کی چیزوں پر مطلع ہوتے ہیں اور اس کا ماحصل یہ ہے کہ زمین حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے سمیٹ دی گئی اور اللہ تعالیٰ نے تمام زمین حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نگاہِ مبارک میں اس طرح کر دی جیسے ہاتھ کی ہتھیلی ہوتی ہے اور تحقیق حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا کہ میں نے زمین کے مشارق و مغارب کو دیکھا تو اس سے مراد یہ ہے کہ تمام زمین کو دیکھا جائے۔

عَنْ أَبِي ذَرٍّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنِّي أَرَى مَا لَا تَرَوْنَ۔[425]

ترجمہ: حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: بے شک میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے۔

یہ تمام احادیث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی وسعتِ رؤیت پر دلالت کر رہی ہیں۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی یہ شان صرف

---

[424] (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۱۰، ص۴۲۸، شرح الطیبی علی مشکوٰۃ المصابیح، ج۱۰، ص۳۵۸)

[425] (سنن الترمذی، کتاب: الزھد، باب: فی قول النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام لو تعلمون ما اعلم الضحکتم قلیلاً، رقم الحدیث: ۲۳۱۲، دارالمعرفہ، بیروت، المستدرک، رقم الحدیث: ۲۹۳۸، مسند البزار، ج۹، ص۳۵۸، المعجم الاوسط، ج۹، ص۵۸، السنن الکبریٰ للبیہقی، رقم الحدیث: ۱۳۱۱۵ شعب الایمان، رقم الحدیث: ۷۸۳، مسند احمد، رقم الحدیث: ۲۲۱۳)

آپ کی ظاہری حیات تک تھی، اس کے بعد آپ کی یہ شانِ رؤیت و بصارت نہیں ہے۔ سو یہ ایک بہت رکیک اور سطحی بات ہے اور قرآن و حدیث کی کم فہمی کی دلیل ہے۔ اس لئے کہ احادیث کثیرہ سے ثابت ہے کہ مرنے کے بعد ایک عام انسان کے حواس و ادراک کی سطح زندگی کی بہ نسبت بڑھ جاتی ہے اور قوی ہو جاتی ہے۔ حتیٰ کہ وہ قبر کی آہٹ کو بھی سن لیتی ہے اور منوں مٹی نیچے ہو کر بھی زائر کو پہچان لیتی ہے۔ کما فی الحدیث: "انه یسمع قرع نعالهم"۔ سو اگر عام انسان کے شعور، احساس، حواس اور ادراک کی سطح بڑھ جاتی ہے تو آخر کیا وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے حواس و ادراک کی سطح، ظاہری حیات سے بھی کم تر ہو جائے؟

جبکہ ایک روایت میں صراحتاً یہ الفاظ بھی ہیں:

"علمی بعد وفاتی کعلمی فی حیاتی"[426]

ترجمہ: میری وفات کے بعد میرا علم ایسا ہی ہو گا جیسا کہ میری حیات میں ہے۔

سو معلوم ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے لئے اللہ تعالیٰ نے بحر و بر اور شرق و غرب کی وسعتوں کو سمیٹ دیا ہے اور آپ اپنی قبر انور میں پوری روئے زمین کو اس طرح مشاہدہ فرما رہے ہیں جیسے کہ ہاتھ کی ہتھیلی کا مشاہدہ ہو سکتا ہے اور ایسا کیونکر نہ ہو کہ اگر ملک الموت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیش نظر ساری زمین اس طرح ہے کہ جیسے تھال کسی کے سامنے پڑا ہو اور وہ جہاں سے اٹھانا چاہے باآسانی اٹھا سکتا ہے۔[427] تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا ایسا بلکہ اس سے بھی عظیم تر مشاہدہ کیونکر نہیں ہو سکتا؟

مقدمہ ۳: عرضِ اعمال کی بحث

---

426 (وفاالوفاء، ج ۱)

427 (کتاب الروح، شرح الصدور، التذکرۃ)

تیسرا مقدمہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے حاضر وناظر ہونے کے مفہوم میں یہ ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر اُمت کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم عرضِ اعمال کی وجہ سے اپنی اُمت کے مؤمنین و کافرین، متقین وفاسقین کو جانتے پہچانتے ہیں۔

چنانچہ حدیث پاک میں ہے:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ، عَنِ النَّبِيِّ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ: "إِنَّ لِلهِ مَلَائِكَةً سَيَّاحِينَ، يُبَلِّغُونَ عَنْ أُمَّتِي السَّلَامَ". قَالَ: وَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "حَيَاتِي خَيْرٌ لَكُمْ تُحَدِّثُونَ وَيُحَدَثُ لَكُمْ، وَوَفَاتِي خَيْرٌ لَكُمْ تُعْرَضُ عَلَيَّ أَعْمَالُكُمْ، فَمَا رَأَيْتُ مِنْ خَيْرٍ حَمَدْتُ اللهَ عَلَيْهِ، وَمَا رَأَيْتُ مِنْ شَرٍّ اسْتَغْفَرْتُ اللهَ لَكُمْ" وَرِجَالُهُ رِجَالُ الصَّحِيحِ۔[428]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے سیاحت کرتے رہتے ہیں، وہ میری امت کا سلام مجھے پہنچاتے ہیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا فرمان ہے: میری زندگی تمہارے لئے بہتر ہے، تم حدیثیں بیان کرتے ہو اور تمہارے لئے حدیث بیان کی جاتی ہے اور میری وفات تمہارے لئے بہتر ہے، تمہارے اعمال مجھ پر پیش کئے جاتے ہیں، میں تمہارا جو نیک عمل دیکھتا ہوں اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں اور میں جو برا عمل دیکھتا ہوں اس پر میں تمہارے لئے اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں۔ اس حدیث کے راوی صحیح ہیں۔

---

[428] (مجمع الزوائد، ج۸، ص ۲۴، مسند البزار، رقم الحدیث: ۱۹۲۵، الجامع الصغیر، رقم الحدیث: ۳۷۷۱، الطبقات الکبریٰ، ج۲، ص ۱۴۹، البدایۃ والنھایۃ، ج۴، ص ۲۵۷، الوفا، رقم الحدیث: ۸۶۰)

علامہ زرقانی نے بھی اس حدیث کی سند کو جید قرار دیا ہے۔[429]

امام قاضی عیاض مالکی نے بھی اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔[430]

امام جلال الدین سیوطی شافعی اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں:

اخرج البزار بسند صحیح۔[431]

ترجمہ: بزار نے اس حدیث کو سند صحیح سے روایت کیا ہے۔

امام عبداللہ بن مبارک، امام قرطبی اور علامہ قسطلانی رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

عن سعيد بن المسيب: ليس من يوم إلا ويعرض على النبي - صلى الله عليه وسلم- أعمال أمته غدوة وعشية، فيعرفهم بسيماهم وأعمالهم، فلذلك يشهد عليهم يقول الله تبارك و تعالىٰ: فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا (النساء ۴۱)[432]

ترجمہ: حضرت سعید بن مسیب (جلیل القدر تابعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا: ہر دن نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر آپ کی امت صبح اور شام پیش کی جاتی ہے، پس حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی امت کو ان کے چہروں اور ان کے اعمال کے ساتھ پہچانتے ہیں، اسی لئے قیامت کے دن ان پر گواہی دیں گے اللہ جل مجدہ کے اس ارشاد "پس کیا ہو گا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور اے محبوب! تمہیں ان تمام پر گواہ لائیں گے" کا یہی مطلب ہے۔

محقق علی الاطلاق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

---

429 (شرح الزرقانی علی المؤطا، ج ۱، ص ۱۵۱، مکتبہ الثقافیۃ، قاھرہ)

430 (الشفاء، ج ۱، ص ۱۶)

431 (الخصائص الکبریٰ، ج ۲، ص ۴۹۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

432 (کتاب الزھد لابن المبارک، ص ۴۶۸، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، التذکرۃ للامام القرطبی، ص ۴۵۷، دارالکتاب العربی، بیروت، المواھب اللدنیۃ، ج ۲، ص ۴۱۴، دارالکتب العلمیۃ، بیروت)

از زماں آدم تا نفحہ اول بروے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم منکشف ساختند تاہمہ احوال اوراازاول وآخر معلوم گردد ویاران خودرانیز از بعضے احوال خبر داد۔ [433]

ترجمہ: حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے سے لے کر پہلی دفعہ صور پھونکنے تک جو کچھ دنیا میں ہے، وہ حضور نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر منکشف کر دیا گیا یہاں تک کہ اول سے آخر تک تمام احوال آپ کو معلوم ہو گئے اور آپ نے بعض احوال کی خبر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بھی دی۔

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں:

وباشد رسول شما بر شما گواہ زیرا کہ او مطلع است بنور نبوت بر رتبہ ہر متدین بدین خود کہ در کدام درجہ از دین من رسیدہ و حقیقت ایمان اوچیست و حجابے کہ برآں از ترقی محجوب ماندہ است کدام است پس او مے شناسد گناہاں شمارا ودرجات ایمان شمارا واعمال نیک وبد شمارا واخلاص ونفاق شمارا۔ [434]

ترجمہ: تمہارے رسول تم پر گواہ ہیں کیونکہ وہ نورِ نبوت سے ہر دین دار کے دین پر مطلع ہیں کہ وہ میرے دین کے کس درجہ پر پہنچا ہوا ہے اور اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے اور کس حجاب کی وجہ سے وہ دین میں ترقی نہ کر سکا، لہٰذا وہ تمہارے گناہوں اور ایمان کے درجات اور تمہارے اچھے برے اعمال اور اخلاق ونفاق کو پہچانتے ہیں۔

---

433 (مدارج النبوۃ، ص ۱۴۴، مکتبہ نوریہ رضویہ، لاھور)

434 (تفسیر عزیزی، ج ۱، ص ۶۳۶)

علامہ تاج الدین سبکی فرماتے ہیں:

عندنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم حی یحس ویعلم وتعرض علیہ اعمال الامة ویبلغ الصلوٰة والسلام۔[435]

ترجمہ: ہمارے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم زندہ ہیں، آپ کی صفتِ علم وحس موجود ہے اور آپ پر اُمت کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں اور درود وسلام آپ تک پہنچتا ہے۔

امام شیخ احمد بن محمد القسطلانی فرماتے ہیں:

وینبغی أن یقف عند محاذاة أربعة أذرع ویلازم الأدب والخشوع والتواضع، غاض البصر فی مقام الهیبة، کما کان یفعل بین یدیه فی حیاته، ویستحضر علمه بوقوفه بین یدیه وسماعه لسلامه، کما هو الحال فی حال حیاته، إذ لا فرق بین موته وحیاته فی مشاهدته لأمته ومعرفته بأحوالهم وعزائمهم وخواطرهم، وذلک عنده جلی لا خفاء به۔[436]

ترجمہ: زائر بارگاہ رسالت کو چاہیئے کہ قبر انور کے سامنے چار ہاتھ پیچھے کھڑا ہو اور ادب، خشوع اور تواضع کو لازم رکھے، اُس مقام ہیبت پر اپنی نگاہیں جھکا کر رکھے جیسے کہ اگر ظاہری حیات میں سامنے کھڑا ہوتا تو ادب کرتا اور اس بات کو ذہن میں رکھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اس کے وقوف یعنی کھڑے ہونے کو جانتے ہیں اور اس کے سلام کو سماعت فرمارہے ہیں جیسا کہ آپ کی ظاہری حیات میں حال تھا۔ کیونکہ نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی موت وحیات میں اس اعتبار سے کوئی فرق نہیں کہ آپ امت کا مشاہدہ فرماتے ہیں اور ان کے

---

435 (طبقات الشافعیة الکبریٰ، ج۶، ص۲۸۶)

436 (المواهب اللدنیة، ج۳، ص۴۱۰، دار الکتب العلمیة، بیروت)

احوال، ارادے اور دلوں کے خیالات کو جانتے ہیں اور یہ سب حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام پر واضح ہے، آپ پر کچھ مخفی نہیں۔

سو علماء کی تصریحات سے معلوم ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر آپ کی اُمت کے اعمال واحوال پیش کئے جاتے ہیں اور آپ اپنی اُمت کو ان کے اعمال کے ساتھ جانتے پہچانتے ہیں اور اسی بناء پر قیامت کے دن گواہی دیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر امت کے اعمال کیونکر پیش نہ ہوتے ہوں گے جب کہ احادیث سے ثابت ہے کہ والدین، اقارب اور اعزہ پر بھی اعمال پیش ہوتے ہیں۔

ایک حدیث ملاحظہ فرمائیں:

عن أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم: إِنَّ أَعْمَالَكُمْ تُعْرَضُ عَلَى أَقَارِبِكُمْ وَعَشَائِرِكُمْ مِنَ الْأَمْوَاتِ، فَإِنْ كَانَ خَيْرًا اسْتَبْشَرُوا بِهِ، وَإِنْ كَانَ غَيْرَ ذَلِكَ، قَالُوا: اللَّهُمَّ لَا تُمِتْهُمْ، حَتَّى تَهْدِيَهُمْ كَمَا هَدَيْتَنَا۔[437]

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: بے شک تمہارے اعمال تمہارے مردہ رشتہ داروں اور قبیلہ والوں پر پیش کئے جاتے ہیں، سو اگر وہ اچھے اعمال ہوں تو مردے خوش ہو جاتے ہیں اور اگر برے اعمال ہوں تو عرض کرتے ہیں: اے اللہ تعالیٰ! ان کو موت نہ دینا یہاں تک کہ تو ان کو اس طرح ہدایت دے دے جس طرح تو نے ہمیں ہدایت دی ہے۔

---

437 (مسند احمد، ج۵، ص۴۶۴، رقم الحدیث: ۱۳۰۲۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، المعجم الاوسط، رقم الحدیث: ۱۴۸، شرح الصدور، رقم الحدیث: ۱۰۸۷)

توجن اقارب، اعزہ اور رشتہ داروں کے ساتھ جسمانی تعلق ہے اور جنہوں نے قیامت کے دن گواہی بھی نہیں دینی، اگر ان پر اعمال پیش کئے جاتے ہیں تو جس حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے ساتھ اُمت کا روحانی اور معنوی تعلق ہے اور جس ذات نے امت کے اعمال کی بناء پر قیامت کے دن گواہی بھی دینی ہے تو اس کریم نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اُمت کے اعمال کیونکر پیش نہ ہوتے ہوں گے؟

مقدمہ ۴: اجسام مثالی کی تحقیق

چوتھا مقدمہ، حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حاضر و ناظر ہونے کے باب میں یہ ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جسم مثالی عطا کیا گیا ہے اور آپ اس جسم مثالی کے ساتھ کسی اُمتی کے پاس تشریف لے جانا چاہیں تو جاسکتے ہیں۔ باذن اللہ تعالیٰ!

جسم مثالی کے ثبوت پر چند دلائل

اللہ جل مجدہٗ اپنے محبوبین اور مقربین کو روح اور جسم سے زائد ایک جسم عطا فرماتا ہے جسے جسم مثالی کہتے ہیں، یہ جسم مثالی جسم سے لطیف تر اور روح سے کثیف تر ہوتا ہے اور تمام صوفیاء کے نزدیک یہ جسم آن واحد میں متعدد ہوسکتے ہیں اور ہزاروں لاکھوں جگہ پر پائے جاسکتے ہیں۔

امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

قَالُوا: هُوَ أَلْطَفُ مِنْ عَالَمِ الْأَجْسَادِ وَأَكْثَفُ مِنْ عَالَمِ الْأَرْوَاحِ، وَبَنَوْا عَلَى ذَلِكَ تَجَسُّدَ الْأَرْوَاحِ وَظُهُورَهَا فِي صُوَرٍ مُخْتَلِفَةٍ مِنْ عَالَمِ الْمِثَالِ، وَقَدْ يُسْتَأْنَسُ لِذَلِكَ بِقَوْلِهِ تَعَالَى: (فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا) (مریم ۱۷)، فَتَكُونُ الرُّوحُ الْوَاحِدَةُ كَرُوحِ جِبْرِيلَ مَثَلًا فِي وَقْتٍ وَاحِدٍ مُدَبِّرَةً لِشَبَحِهِ الْأَصْلِيِّ وَلِهَذَا الشَّبَحِ الْمِثَالِيِّ۔۔۔۔ كَمَا يُحْكَى عَنْ قضيب البان الموصلي، وَكَانَ مِنَ الْأَبْدَالِ أَنَّهُ اتَّهَمَهُ بَعْضُ مَنْ لَمْ يَرَهُ يُصَلِّي بِتَرْكِ الصَّلَاةِ وَشَدَّدَ النَّكِيرَ

عَلَيْهِ فِي ذَلِک، فَتَمَثَّلَ لَهُ عَلَى الْفَوْرِ فِي صُوَرٍ مُخْتَلِفَةٍ، وَقَالَ: فِي أَيِّ هَذِهِ الصُّوَرِ رَأَيْتَنِي مَا أُصَلِّي، وَلَهُمْ حِكَايَاتٌ كَثِيرَةٌ مَبْنِيَّةٌ عَلَى هَذِهِ الْقَاعِدَةِ وَهِيَ مِنْ أُمَّهَاتِ الْقَوَاعِدِ عِنْدَهُمْ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔ [438]

ترجمہ: صوفیاء نے فرمایا کہ (جسم مثالی) عالم اجساد سے لطیف تر ہے اور عالم ارواح سے کثیف تر ہے۔ اور اسی قاعدہ کی بناء پر وہ کہتے ہیں کہ روح عالمِ مثال میں مختلف صورتوں میں ظاہر ہو جاتی ہے، اور اس پر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے بھی دلیل پکڑی جا سکتی ہے (فتمثل لها بشرًا سويًا) کہ جبرئیل مریم کے لئے پوری طرح بشر کی تمثیل میں آئے۔ پس روح ایک ہوتی ہے جیسے جبرئیل علیہ السلام کی روح ایک ہی وقت میں اپنے اصلی جثہ کی مدبر بھی تھی اور مثالی جثہ کی بھی۔ جیسے کہ حکایت مروی ہے کہ حضرت شیخ قضیب البان الموصلی سے اور وہ ابدال میں سے تھے کہ ان پر ایک آدمی نے تہمت لگائی کہ وہ نماز نہیں پڑھتے اور اس نے بڑی شدت کے ساتھ انکار کیا تو وہ ولی فورًا مختلف صورتوں میں متمثل ہو گئے اور فرمایا: تو نے کس صورت میں مجھے نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا؟ اور صوفیاء کے اس قاعدہ پر مبنی بہت سی حکایات ہیں اور یہ قاعدہ ان کے نزدیک اُمہات القواعد میں سے ہے اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

ملا علی قاری محقق احناف نے اجسامِ مثالیہ کے تعدد پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے:

عن مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ - عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم وَمَعَهُ ابْنٌ لَهُ فَقَالَ لَهُ «أَتُحِبُّهُ» . فَقَالَ أَحَبَّکَ اللّٰهُ كَمَا أُحِبُّهُ . فَمَاتَ فَفَقَدَهُ النبی صلى الله تعالیٰ علیه وآلہٖ واصحابہٖ وسلم فقال لی ما فعل ابن فلان؟ قالوا: یا رسول اللہ! مات فقال النبی صلی اللہ تعالیٰ

[438] (الحاوی للفتاوی، المنجلی فی تطور الولی، ص ۲۲۶، ۲۲۷، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم لابیہ اما تحب أَنْ لاَ تَأْتِيَ بَاباً مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ إِلاَّ وَجَدْتَهُ ينتظرك فقال الرجل یا رسول اللہ! الہ خاصۃ ام لکلنا؟ فقال بل لکلکم۔[439]

ترجمہ: معاویہ بن قرہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی حضور نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا، اس کے ساتھ اس کا بیٹا ہوتا، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے اس آدمی سے فرمایا: کیا تو اس سے محبت کرتا ہے؟ اس نے عرض کی: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ آپ سے ایسی محبت کرتا ہے جیسی میں اس سے کرتا ہوں، پھر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے اس کے بیٹے کو نہ پایا، آپ نے پوچھا: فلاں کے بیٹے کا کیا بنا؟ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! وہ فوت ہو گیا ہے! تو حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے باپ سے فرمایا: کیا تجھے یہ پسند نہیں کہ تو جنت کے جس بھی دوازے پر جائے تو تو اسے پائے کہ وہ تیرا انتظار کر رہا ہو۔ ایک آدمی نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا یہ اس کے لئے خاص ہے یا ہم سب کے لئے یہی حکم ہے؟ فرمایا: بلکہ تم سب کے لئے ہے۔

اس کی شرح میں ملا علی قاری فرماتے ہیں:

وَفِيهِ إِشَارَةٌ إِلَى خَرْقِ الْعَادَةِ مِنْ تَعَدُّدِ الْأَجْسَادِ الْمُكْتَسَبَةِ, حَيْثُ إِنَّ الْوَلَدَ مَوْجُودٌ فِي كُلِّ بَابٍ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ۔[440]

ترجمہ: اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ بطور خرقِ عادت اجسام مثالیہ متعدد ہوتے ہیں، اس لئے کہ وہ لڑکا جنت کے ہر دروازے پر موجود ہو گا۔

---

[439] (سنن النسائی، کتاب: الجنائز، باب: الامر بالاحتساب والصبر عند نزول المصیبۃ، رقم الحدیث: ۱۸۲۶، دار الفکر، بیروت، مسند احمد، ج۸، ص۲۵۴، رقم الحدیث: ۲۰۹۰۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

[440] (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۴، ص۱۰۹)

نیز ملا علی قاری فرماتے ہیں:

وَلَا تَبَاعُدَ مِنَ الْأَوْلِيَاءِ حَيْثُ طُوِيَتْ لَهُمُ الْأَرْضُ، وَحَصَلَ لَهُمْ أَبْدَانٌ مُكْتَسَبَةٌ مُتَعَدِّدَةٌ، وَجَدُوهَا فِي أَمَاكِنَ مُخْتَلِفَةٍ فِي آنٍ وَاحِدٍ۔[441]

ترجمہ: جب اولیاء اللہ کے لئے زمین لپیٹ دی جاتی ہے تو ان کے لئے ایسے اجسادِ مثالیہ کا تعدد بعید نہیں ہے جو آنِ واحد میں مختلف مقامات پر موجود ہوتے ہیں۔

شیخ محقق شاہ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

وسادۃ صوفیہ قدس اللہ اسرارہم عالم متوسط در عالم اجساد وارواح ثابت کردہ اند کہ آں را عالم مثال گویند الطف از عالم اجساد واکثف از عالم ارواح وظہور ارواح وصور مختلفہ مبنی بر آں ساختہ وظہور جبرائیل علیہ السلام بصورۃ دحیۃ کلبی وتمثل او مریم را بصورت بشر سوی الخلق ازاں عالم می دارند۔[442]

ترجمہ: سادات صوفیاء کے نزدیک عالمِ اجساد اور عالمِ ارواح کے درمیان ایک عالمِ مثال بھی ثابت ہے، جو عالمِ اجسام سے لطیف اور عالمِ ارواح سے کثیف ہوتا ہے اور روحوں کا مختلف صورتوں میں متمثل ہونا، اسی عالمِ مثال پر مبنی ہے اور حضرت جبرئیل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صورت میں اور حضرت مریم کے پاس "بشرًا سویًا" کی صورت میں متمثل ہونا اسی عالمِ مثال کے قبیل سے ہے۔

[441] (مرقاۃ المفاتیح، ج ۴، ص ۳۱)

[442] (جذب القلوب، ص ۱۵۳)

اشرف علی تھانوی نے لکھا:

”حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے قبل بیت المقدس میں بھی مل چکے ہیں اور اسی طرح وہ اپنی قبر میں بھی موجود ہیں اور اسی طرح بقیہ سماوات میں جو انبیاء علیہم السلام کو دیکھا، سب جگہ یہی سوال ہوتا ہے، اس کی ہیئت یہ ہے کہ قبر میں تو اصلی جسد سے تشریف رکھتے ہیں اور دوسرے مقامات میں ان کی روح کا تمثل ہوا ہے، یعنی غیر عنصری جسد سے جس کو صوفیہ جسم مثالی کہتے ہیں، روح کا تعلق ہوگیا اور اس جسد میں تعدد بھی اور ایک وقت میں روح کا سب کے ساتھ تعلق بھی ممکن ہے لیکن ان کے اختیار سے نہیں بلکہ محض قدرت و مشیت حق۔ اور ظاہراً یہ جسم مثالی جو دونوں جگہ نظر آیا، الگ الگ شکل رکھتا تھا اس لئے باجود لقاء بیت المقدس کے آسمان میں نہیں پہچانا“۔

یہی اشرف علی تھانوی لکھتا ہے:

”محمد بن الحضرمی مجذوب نے ایک دفعہ تیس (۳۰) شہروں میں خطبہ اور نمازِ جمعہ بیک وقت پڑھائے اور کئی کئی شہروں میں ایک ہی شب میں شب باش ہوتے تھے“۔[443]

امام شعرانی فرماتے ہیں:

”شیخ محمد الشربنی کی اولاد کچھ تو ملک مغرب میں مراکش کے بادشاہ کی بیٹی سے تھی اور کچھ اولاد بلادِ عجم میں تھی اور کچھ بلادِ ہند میں اور کچھ بلادِ تکرور میں تھی، آپ ایک ہی وقت میں ان تمام شہروں میں اپنے اہل وعیال کے پاس ہو آتے اور ان کی ضرورتیں پوری فرما دیتے اور ہر شہر والے یہ سمجھتے تھے کہ وہ ان ہی کے پاس قیام رکھتے ہیں“۔[444]

---

443 (جمال الاولیاء، ص ۱۸۸، مکتبہ اسلامیہ، لاہور)

444 (جمال الاولیاء، ص ۲۰۲، مکتبہ اسلامیہ، لاہور)

سرفراز خان صفدر صاحب لکھتے ہیں:

"اور چونکہ احادیث صحیحہ اور حضرات ائمہ دین کی عبارت میں جسم اور بدن کا لفظ مذکور ہے، اس لئے ان حضرات نے اس بدن سے بدن مثالی مراد لی ہے اور فرماتے ہیں کہ اربابِ کشف نے اپنے بیان کے ذریعہ اس بدن کا ادراک کیا ہے اور متعدد کتب تفسیر اور تصوف میں بدن مثالی کا ذکر موجود ہے اور علامہ آلوسی نے لکھاہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات لوگوں سے بدن مثالی ہی سے ہوتی ہے۔[445] اور زلیخا نے جس وقت حضرت یوسف علیہ السلام کو ورغلانے کی کوشش کی تھی تو اس وقت حضرت یعقوب علیہ السلام کی مثالی صورت ہی ان کے سامنے پیش ہوئی تھی۔[446] اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں عالمِ مثالی کے وجود پر ایک مستقل باب قائم کرکے اس حدیث کو آشکارا کیا ہے، بلا شک یہ سب باتیں اپنے مقام پر حق اور صحیح ہیں"۔[447]

مقدمہ ۵: روحانیت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی وسعت

نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے حاضر وناظر کے مفہوم میں پانچواں مقدمہ یہ ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیثیت پوری کائنات میں روح کی مانند ہے جس طرح روح بدن سے قریب ہوتی ہے اسی طرح نورانی، روحانی طور پر نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اپنی اُمت سے قریب ہیں اور اس میں شرعی طور پر کوئی استبعاد واستحالہ نہیں ہے۔اس پر چند دلائل ملاحظہ فرمائیں:

---

445 (روح المعانی، ج۱۵، ص۳۲۶)

446 (تفسیر ابن کثیر، ج۲، ص۴۷۴، صراط مستقیم، ص۱۴۸)

447 (تسکین الصدور، ص۹۳، مکتبہ صفدریہ)

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

النَّبِيُّ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ (الأحزاب ٦)

ترجمہ: نبی مسلمانوں کی جانوں سے بھی زیادہ ان کے قریب ہیں۔

اس آیت کریمہ میں لفظ "اولیٰ" کی متعدد تفاسیر اور تعبیرات ہیں جن میں ایک تفسیر لفظ اولیٰ کی "اقرب" کے ساتھ بھی ہے۔

چنانچہ سید محمد آلوسی حنفی روح المعانی میں فرماتے ہیں:

(النَّبِيُّ أَوْلى) أي أحق و أقرب إليهم مِنْ أَنْفُسِهِمْ۔ [448]

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے اولیٰ ہونے کا مطلب ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ایمان والوں کی جانوں سے بڑھ کر ان کے حق دار ہیں اور ایمان والوں کی جانوں سے بھی بڑھ کر قریب ہیں۔

محقق علی الاطلاق شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

روئے مبارک سوئے یاراں کرد و فرمود "الستم تعلمون انی اولیٰ بالمؤمنین من انفسهم" نے دانید شما کہ نزدیک تر و دوست ترم بمومناں از ذاتہائے ایشاں چناں کہ در قرآن مجید ھم مذکور است قالوا بلی گفتند صحابہ آرے تو نزدیک ترین و دوست ترین بمومناں ھستی از نفوس ایشاں۔ [449]

ترجمہ: جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام منزل غدیر خم پر پہنچے، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی طرف رُخِ انور فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ کیا تم نہیں جانتے کہ بے شک میں مؤمنوں سے بہ نسبت ان کی

---

[448] (تفسیر روح المعانی، ج ۲۱، ص ۲۰۲، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

[449] (مدارج النبوۃ، ج ۲، ص ۴۰۱)

جانوں کے زیادہ نزدیک اور زیادہ دوست ہوں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں بھی مذکور ہے کہ نبی مؤمنوں سے بہ نسبت ان کی جانوں کے زیادہ نزدیک ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کی: جی ہاں! یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم آپ مؤمنوں سے بہ نسبت ان کی جانوں کے زیادہ نزدیک اور زیادہ دوست ہیں۔

نیز شیخ محقق فرماتے ہیں:

النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم۔

"پیغمبر نزدیک تراست بمومناں از ذاتہائے ایشاں"۔[450]

بانی مدرسہ دیوبند قاسم نانوتوی نے لکھا:

"**النبی اولی بالمؤمنین من انفسھم**" جس کے یہ معنی ہیں کہ نبی زیادہ نزدیک ہے مؤمنوں کے بہ نسبت ان کی جانوں کے۔ یعنی ان کی جانیں ان سے اتنی نزدیک نہیں جتنا نبی ان سے نزدیک ہے، اصل معنی اولیٰ کے اقرب ہیں۔[451]

نیز اسی قاسم نانوتوی نے ایک دوسرے مقام پر لکھا:

"**النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم** گو بہ لحاظ صلہ **من انفسھم**" کے دیکھئے تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو اپنی امت کے ساتھ وہ قرب حاصل ہے کہ ان کی جانوں کو بھی ان کے ساتھ حاصل نہیں، کیونکہ اولیٰ بمعنی اقرب ہوا۔[452]

---

450 (مدارج النبوۃ، ج ۱، ص ۸۱)

451 (آبِ حیات، ص ۵۸)

452 (تحذیر الناس، ص ۱۰)

مصباح اللغات جو کہ مکتب دیوبند کے کئی فضلاء کی مجموعی کاوشوں کا نتیجہ ہے اس میں ''ولی''کا معنی ''قریب ہونا'' لکھا ہے۔ س اعتبار سے بھی اولیٰ بمعنی اقرب ہے۔ اولیٰ بمعنی اقرب ہونے پر یہ حدیث بھی دلیل ہے: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِيَ الْمُتَّقُونَ مَنْ كَانُوا وَحَيْثُ كَانُوا۔[453]

ترجمہ: میرے بہت زیادہ قریب وہ لوگ ہیں جو متقی ہیں جو ہوں اور جہاں ہوں۔

اسی طرح اللہ جل مجدہ نے ارشاد فرمایا:

وَسِرَاجًا مُنِيرًا (الأحزاب ۴۶)

ترجمہ: (اے نبی! ہم نے آپ کو بنایا) چمکا دینے والا آفتاب۔

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا (الشمس ۱)

ترجمہ: سورج اور اس کی روشنی کی قسم ہے۔

یہاں شمس کی ظاہری تفسیر سے مراد یہی معروف سورج ہے جو کہ آسمانِ دنیا پر جلوہ گر ہے جبکہ باطنی اور معنوی تفسیر بمطابق حدیث: ''لکل حرف منها ظهر وبطن'' قرآن کے ہر حرف کا ایک ظاہری معنی ہے اور ایک باطنی معنی ہے۔

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی نے فرمایا:

---

[453] (مسند احمد، ج۵، ص ۲۳۵، مشکوٰۃ المصابیح، کتاب: الرقاق، فصل ۳، ص ۴۴۶)

والشمس کنایت بود زروئے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم۔[454]

ترجمہ: والشمس سے کنایۃً اشارۃً رُخِ مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی قسم ارشاد فرمائی گئی ہے۔

اور یقیناً رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم فلک رسالت و نبوت کے پائندہ و درخشندہ آفتاب ہیں، جس کی ضوفشانی سے تمام عالم منور و تاباں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو "شمس" اور "سراج منیر" قرار دینے کی ایک حکمت یہ معلوم ہوتی ہے کہ جس طرح ظاہری سورج ایک ہے اور زمین سے کوسوں بلندی اور دوری پر واقع ہے، لیکن اس کے باوجود اس کا زمین اور اہلِ زمین سے نورانی طور پر اتنا قریب کا تعلق ہے کہ جو ہر فرد پر عیاں ہے۔ سو اس سورج سے معلوم ہو رہا ہے کہ وجود دور ہونے کے باوجود نورانی طور پر قرب کا تعلق ہو سکتا ہے، تو اگر اس ظاہری سورج کو اللہ تعالیٰ نے یہ شان عطا فرمائی تو مہر فلک رسالت کو ایسی عظیم شان کیونکر نہیں عطا فرمائی جاسکتی کہ آپ کی روح مبارک اور جسد انور تو ایک ہے اور اس کا ایک مستقر و مسکن ہے، لیکن آپ کی روح مبارک نورانی طور پر ہر اُمتی بلکہ کائناتِ عالم کے ہر فرد سے قریب تر ہو۔ کیا اللہ جل مجدہٗ کی قدرتِ کاملہ العیاذ باللہ اس سے عاجز ہے یا العیاذ باللہ تعالیٰ! اس میں کوئی شرعی استحالہ ہے، یقیناً إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (البقرۃ ۲۰) کے تحت اس میں کوئی شرعی استحالہ نہیں ہے تو اس کے وقوع کا عقیدہ رکھنا کیونکر شرک و کفر ہے۔ اس پر ایک بڑی واضح

---

[454] (تفسیر عزیزی)

وعید وہ حدیث پاک ہے کہ جس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے اُمت کو حالتِ نماز میں نداء اور خطاب کے ساتھ بارگاہِ رسالت مآب میں سلام کی تلقین وتاکید فرمائی ہے۔

چنانچہ حدیث پاک میں ہے:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كُنَّا إِذَا كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّلَاةِ قُلْنَا السَّلَامُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ عِبَادِهِ السَّلَامُ عَلَى فُلَانٍ وَفُلَانٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّلَامُ وَلَكِنْ قُولُوا التَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِينَ فَإِنَّكُمْ إِذَا قُلْتُمْ أَصَابَ كُلَّ عَبْدٍ فِي السَّمَاءِ أَوْ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ ثُمَّ يَتَخَيَّرُ مِنَ الدُّعَاءِ أَعْجَبَهُ إِلَيْهِ فَيَدْعُو۔ [455]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: جب ہم نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے ساتھ نماز میں ہوتے تھے تو ہم کہتے: اللہ پر اس کے بندوں کی طرف سے سلام ہو، فلاں اور فلاں پر سلام ہو۔ تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: تم ''السلام علی اللہ'' نہ کہو کیونکہ اللہ جل مجدہٗ خود سلام ہے، لیکن یہ عرض کرو: تمام قولی، بدنی اور مالی عبادات اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں، اے نبی! آپ پر سلام ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی برکات ہوں، ہم پر سلام ہو اور اس کے نیک بندوں پر سلام ہو، پس بے شک جب تم یہ کہو گے تو آسمان میں ہر بندے کو پہنچ جائے گا۔ سلام ہو اور اس کے نیک بندوں پر سلام ہو، پس بے شک جب تم یہ کہو گے تو آسمان میں ہر بندے کو پہنچ جائے گا۔ (یا فرمایا:) زمین و آسمان کے مابین ہر بندے کو

---

455 (صحیح بخاری، کتاب: الاذان، باب: یتخیر من الدعاء بعد التشہد، رقم الحدیث: ۸۳۵، دار الکتاب العربی، بیروت، صحیح مسلم، کتاب: الصلوٰۃ، باب: التشہد فی الصلوٰۃ، رقم الحدیث: ۹۰۰، دار الکتاب العربی، بیروت، سنن ابو داؤد، کتاب: الصلوٰۃ، باب: التشہد، رقم الحدیث: ۹۶۸، دار السلام، ریاض، سنن النسائی، رقم الحدیث: ۱۱۶۳، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۸۹۹، سنن الترمذی، رقم الحدیث: ۲۹۰، الترمذی)

سلام پہنچ جائے گا، (پھر عرض کرے:) میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ (حضرت) محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، پھر اسے دعا میں اختیار ہے جو اسے پسند ہو وہ دعا کرے۔

اس حدیث میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نداء و خطاب کے ساتھ سلام کی تعلیم اُمت کو ارشاد فرمائی ہے اور یہ تعلیم صرف حاضرین صحابہ علیہم الرضوان کے لئے نہیں بلکہ امت کے ہر ہر فرد کے لئے ہے، خواہ وہ حاضرین اور غائبین سے ہوں یا تا قیامت آنے والی اُمت ہو، اسی وجہ سے وہ صحابہ جو مسجد نبوی میں نماز نہیں پڑھتے تھے بلکہ دوسری مساجد میں نماز پڑھتے تھے، وہ بھی اسی نداء اور خطاب کے ساتھ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں سلام کا تحفہ پیش کرتے تھے اور خلفائے راشدین کے ادوار میمنت لزوم میں مسلمان ہونے والے افراد کو بھی خلفائے راشدین نے اسی تشہد کی تعلیم دی جس میں نداء اور خطاب تھا پھر آئمہ اربعہ نے بھی متفقًا اسی تشہد کو برقرار رکھا، پھر تاہنوز شرق سے غرب تک پوری اُمت اسی تشہد کا تلفظ کرتی ہے کہ جس میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی خدمت میں نداء اور خطاب کے ساتھ ہدیہ سلام پیش کیا جاتا ہے، حتیٰ کہ ندائے غیر اللہ سے منع کرنے والے اور اس ندائے یارسول اللہ پر "من دون اللّٰہ" والی آیات چسپاں کرنے والے بھی اسی تشہد کو پڑھتے ہیں اور نداء و خطاب کے ساتھ سلام عرض کرتے ہیں، سو اگر یہ نداء ناجائز ہوتی بلکہ بزعم وہابیہ شرک و کفر ہوتی تو کیا عین عبادتِ خدا میں اس کی گنجائش تھی؟ سو جب قطعًا گنجائش نہیں تو یہ اس کے جواز پر دلالت ہے اور جب حالتِ نماز میں نداء اور خطاب کے ساتھ سلام کی اجازت ہے تو غیر حالت نماز میں نداء و خطاب کیونکر روا و ناجائز اور شرک و کفر بن سکتا ہے؟

علمائے دیوبند اور وہابیہ کی یہ تاویل کہ یہاں قصد و ارادہ سے عرض نہیں کیا جاتا بلکہ اللہ تعالیٰ کے سلام کی حکایت کی جاتی ہے سراسر لغو اور باطل تاویل ہے، اس لئے کہ پوری نماز میں از اول تا آخر کسی ایک مقام پر بھی بندہ حکایت کی نیت نہیں کرتا، نہ ثناء میں، نہ سورۃ فاتحہ کی قرأت میں، نہ رکوع و سجود میں، نہ تسبیحات میں، نہ قومہ کی تحمیدات میں، نہ تشہد کی تحیات، طیبات و صلوٰۃ میں، نہ عباد اللہ الصالحین پر اور نہ اپنی جان پر تسلیمات میں، تو بڑے تعجب کی بات ہے کہ نماز میں اول تا آخر کسی ایک مقام پر بھی حکایت کی نیت نہ ہو حتیٰ کہ اپنی جان پر سلام کے وقت بھی قصد و ارادہ اور انشاء عزم کے ساتھ سلام ہو، لیکن جب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر سلام کا وقت آئے تو حکایت کی نیت کر لی جائے۔

نیز یہ فریق اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ درود کے وقت انشاء و قصد ہونا چاہیئے اور اس وقت حکایت کی نیت نہ ہونی چاہیئے تو یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ درود و سلام میں نیت کے اس تفرقہ پر کیا دلیل ہے؟ اگر درود حکمِ قرآنی "صلوا علیہ" کے تحت پیش کیا جاتا ہے تو سلام بھی تو "وسلموا تسلیما" کے تحت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں پیش کیا جاتا ہے، ایک ہی آیت کے ایک جزو "صلوا علیہ" سے انشاء و قصد مراد ہو اور دوسرے جزو "وسلموا تسلیمًا" سے حکایت وعدم قصد مراد ہو، یہ قرآن کے اسلوب کے بھی خلاف ہے اور حدیث صحیح کے بھی۔ چنانچہ اس آیت کے نزول کے بعد صحابہ کرام علیہم الرضوان نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں کیا عرض کی؟

حدیث ملاحظہ فرمائیں:

عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قِيلَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَمَّا السَّلَامُ عَلَيْكَ فَقَدْ عَرَفْنَاهُ فَكَيْفَ الصَّلَاةُ عَلَيْكَ قَالَ قُولُوا اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ

إِنَّکَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ اللَّهُمَّ بَارِکْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّکَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ۔ [456]

ترجمہ: حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: عرض کی گئی: یارسول اللہ! بہر حال آپ پر سلام پڑھنا تو ہم پہچانتے ہیں لیکن درود کیسے پڑھیں گے؟ فرمایا: تم عرض کرو: اے اللہ! درود بھیج (سیدنا) حضرت محمد اور حضرت محمد کی آل پر جیسے تو نے درود بھیجا (سیدنا) ابراہیم کی آل پر، بے شک تو تعریف کیا ہوا بزرگی والا ہے، اے اللہ! برکت نازل فرما (سیدنا) محمد اور حضرت محمد کی آل پر جیسے کہ تو نے برکت نازل فرمائی آل ابراہیم پر، بے شک تو حمد کیا ہوا بزرگی والا ہے۔

نیز تمام علماءِ اعلام اور محققین عظام نے بھی اس نداء اور خطاب کے تحت انشاء و قصد اور ارادہ کے ساتھ پڑھنے کا حکم دیا، اس لئے کہ انشاء و قصد کے ساتھ جو حضوری و توجہ میسر ہوتی ہے اور اس توجہ کی فیوض و برکات میسر ہوتی ہیں، وہ حکایۃً سلام پڑھنے کے ساتھ میسر نہیں ہوتی۔ چنانچہ علماء نے تاکیداً اس مقام پر حضوری و توجہ کے لئے انشاء و قصد کا حکم ارشاد فرمایا۔ چند علماء کی تصریحات سے نماز میں مصطفیٰ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نداء و خطاب کے ساتھ سلام پیش کرنے کے اسرار و رموز کے متعلق ملاحظہ فرمائیں اور انہی تصریحات سے ندائے یارسول اللہ کا جواز اور "من دون اللہ" والی آیات کا اس نداء پر اطلاق کا بطلان اور عقیدۂ اہل سنت کی حقانیت و صداقت مہر نیم روز کی طرح عیاں وواضح ہو جائے گی۔

---

[456] (صحیح بخاری، کتاب: التفسیر، باب: قولہ (ان اللہ و ملائکتہ یصلون علی النبی)، رقم الحدیث: ۴۷۹۷، دار الکتب العربی، بیروت، صحیح مسلم، کتاب: الصلوٰۃ، باب: الصلوٰۃ علی النبی ﷺ بعد التشہد، رقم الحدیث: ۹۰۷، دار الکتب العربی، بیروت، سنن ابو داؤد، کتاب: الصلوٰۃ، باب: الصلوٰۃ علی النبی علیہ السلام بعد التشہد، رقم الحدیث: ۹۷۶، دار السلام، ریاض، سنن الترمذی، رقم الحدیث: ۳۲۲۰، سنن نسائی، رقم الحدیث: ۱۲۸۴، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۹۰۴)

امام محمد غزالی اور ملا علی قاری فرماتے ہیں:

واحضر فی قلبک النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم وشخصہ الکریم وقل السلام علیک یا ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ولیصدق املک فی انہ یبلغ سلامک ویرد علیک بما ھو اوفی منہ۔[457]

ترجمہ: التحیات پڑھتے وقت جب تو "**السلام علیک ایھا النبی**" تک پہنچے تو اپنے دل میں نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کی ذات بابرکات کو حاضر سمجھ اور پھر عرض کر: **السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ** اور تجھے پکا یقین ہونا چاہیئے کہ تیرا سلام نبی پاک علیہ السلام کی بارگاہ میں پہنچ رہاہے اور آپ اس کا ایسا جواب مرحمت فرمارہے ہیں جو تیرے جواب کی بہ نسبت کامل ترین ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہمیشہ نصب العین مومناں وقرۃ العین عابداں است در جمیع احوال و اوقات خصوصا در حالت عبادت کہ وجود نورانیت وانکشاف دریں محل بیشتر وقوی ترست وبعضے از عرفاء گفتہ اند کہ ایں خطاب بہ جہت سریان حقیقت محمدی است در ذرائر موجودات وافراد ممکنات پس آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم در ذات مصلیاں موجود وحاضر

457 (احیاء العلوم، ج ا، کتاب اسرار الصلوٰۃ، ص ۱۴۷، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ لملا علی قاری، ج ا، ص ۵۵۷)

است پس مصلی را باید کہ ازیں معنی آگاہ باشد وازیں شہود غافل نبود تا بانوار قرب و اسرار معرفت مستنور وفائز گردد۔ [458]

ترجمہ: کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیشہ مؤمنوں کے سامنے ہیں اور عابدوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں، ہر وقت اور ہر حالت میں اور خصوصًا عبادت کے وقت کیوں کہ نورانیت کا وجود ہونا اور انکشاف اس وقت بہت زیادہ اور بہت قوی ہے اور بعض عرفاء نے فرمایا ہے کہ یہ خطاب (السلام علیک ایھا النبی) بوجہ جاری ہونے حقیقت محمدیہ کے ہے جو موجودات کے ذرہ ذرہ میں اور ممکنات کے ہر فرد میں جاری وساری ہے۔ تو حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نمازیوں کی ذات میں موجود اور حاضر ہوتے ہیں، پس نمازی کو چاہیئے کہ اس معنی سے آگاہ ہو اور س حضور حاضری سے غافل نہ ہو تاکہ قرب کے انوار اور معرفت کے رازوں سے روشن اور فیض یاب ہو سکے۔

امام یوسف بن اسماعیل نبھانی فرماتے ہیں:

ویوید سماع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سلامہ من یسلم علیہ من قریب و بعید مشروعیۃ السلام علیہ فی التشھد فی الصلوٰۃ بصیغۃ الخطاب اذ یقول المصلی السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ فلو لم یکن حیا یسمع جمیع المسلمین اینما کانوا اباسماع اللہ تعالیٰ لہ ذلک لما کان لھذا الخطاب معنی۔ [459]

ترجمہ: کہ نماز کے دوران تشہد میں حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نزدیک اور دور سے سلام پڑھنے والوں کے سلام کو سننے کی تائید کرتا ہے کیونکہ نمازی کہتا ہے: اے نبی! آپ پر سلام ہو اور اللہ (تعالیٰ) کی رحمتیں اور برکات ہوں، پس اگر حضور سرورِ عالم زندہ نہ ہوں کہ تمام نمازیوں کے سلام کو اللہ تعالیٰ کے سنانے سے بھی نہ سنیں تو اس خطاب کا کیا معنی؟۔

---

458 (اشعۃ اللمعات، ج ۱، ص ۴۰۱، مدارج النبوۃ، ج ۱، ص ۱۳۵)

459 (شواھد الحق، ص ۲۲)

شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

ذکر کن او را و درود بفرست بروے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم وباش در حال ذکر گویا حاضر ست پیش در حالت حیات وی بینی تو او را متادب باجلال و تعظیم وہیبت وحیاء بدانکہ وے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم می بیند ومی شنود کلام ترا زیرا کروے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم متصف است بصفات الٰہی ویکے از صفات الٰہی آنست کہ **انا جلیس من ذکرنی**۔[460]

ترجمہ: حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا خوب ذکر کرو اور آپ پر درود وسلام بھیجو اور ذکر کی حالت میں ایسے بن جاؤ گویا کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام تمہیں ملاحظہ فرما رہے ہیں اور تم حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو جلال و عظمت اور حیاء وادب کے ساتھ دیکھ رہے ہو اور سمجھ لو کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تمہیں ملاحظہ فرما رہے ہیں اور تمہارا کلام سن رہے ہیں، اس لئے کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام متصف بصفات اللہ تعالیٰ ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ایک صفت یہ ہے: "**انا جلیس من ذکرنی**" جو میرا ذکر کرتا ہے میں اس کا ہم مجلس ہوتا ہوں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی، علامہ بدر الدین عینی اور علامہ شیخ احمد بن محمد القسطلانی سلام میں نداء اور خطاب کی لطیف رمز بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

يحتمل أن يقال على طريقة أهل العرفان أن المصلين لما استفتحوا باب الملكوت بالتحيات أذن لهم بالدخول في حريم الحي الذي لا يموت فقرت أعينهم بالمناجاة فنبهوا

---

460 (مدارج النبوۃ، ج۲، ص ۶۲۱، مکتبہ نوریہ رضویہ، لاہور)

على أن ذلک بواسطة نبي الرحمة وبركة متابعته فإذا التفتوا فإذا الحبيب في حرم الحبيب حاضر فأقبلوا عليه قائلين السلام عليک أيها النبي ورحمة الله وبركاته۔[461]

ترجمہ: احتمال ہے کہ اہلِ عرفان کے طریق پر یہ کہا جائے کہ جب نماز ملکوت کا دروازہ کھلواتے ہیں، التحیات میں تو ان کو حی لا یموت کے حریم میں داخلے کی اجازت مل جاتی ہے تو ان کی آنکھیں مناجات کے ساتھ ٹھنڈی ہوتی ہیں، پس وہ متنبہ ہوتے ہیں کہ یہ داخلہ نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے واسطہ سے اور آپ کی اتباع کی برکت سے ملا ہے تو وہ متوجہ ہوتے ہیں، پس وہ دیکھتے ہیں کہ حبیب، حبیب کے حرم حاضر ہے، پھر وہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور عرض کرتے ہیں: السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

ترجمہ: اے نبی! آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت اور برکات ہوں۔

احناف کی معتمد کتاب ''فتاویٰ ہندیہ'' المعروف بہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

لَا بُدَّ مِنْ أَنْ يَقْصِدَ بِأَلْفَاظِ التَّشَهُّدِ مَعَانِيَهَا الَّتِي وُضِعَتْ لَهَا مِنْ عِنْدِهِ كَأَنَّهُ يُحَيِّي اللّٰهَ وَيُسَلِّمُ عَلَى النَّبِيِّ وَعَلَى نَفْسِهِ وَأَوْلِيَاءِ اللّٰهِ تَعَالَى، كَذَا فِي الزَّاهِدِيِّ۔[462]

ترجمہ: ضروری ہے کہ الفاظ تشہد سے ان کے ان معانی کا قصد کرے، جس کے لئے وضع کئے گئے ہیں گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تحیت پیش کر رہا ہے اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اور اپنی ذات اور اولیاء اللہ پر سلام بھیج رہا ہے۔

علامہ حصکفی حنفی فرماتے ہیں:

---

461 (فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج٣، ص ٢٧٢، دار الکتب العلمیة، بیروت، عمدة القاری شرح صحیح البخاری، ج٦، ص ١٥٩، بیروت، المواهب اللدنیه، ج٣، ص ١٥٩، دار الکتب العلمیه، بیروت)

462 (الفتاویٰ الهندیه، ج ١، ص ٧٩، کتاب: الصلوٰة، باب: صفة الصلوٰة، دار الکتب العلمیة، بیروت)

ویقصد بألفاظ التشهد معانیها مرادة له علی وجه الانشاء کأنه یحیي الله تعالی ویسلم علی نبیه وعلی نفسه لا الاخبار ذلک۔[463]

ترجمہ: تشہد پڑھتے وقت ان الفاظ کے معانی کا قصد کرے گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عبادت کا تحفہ پیش کر رہا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی بارگاہ میں سلام کا ہدیہ پیش کر رہا ہے اور تشہد پڑھتے وقت واقعۂ معراج کی نقل اور حکایت کا قصد نہ کرے۔

اور علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں:

لَا یَقْصِدُ الْإِخْبَارَ ، وَالْحِکَایَةَ عَمَّا وَقَعَ فِي الْمِعْرَاجِ مِنْهُ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَمِنْ رَبِّهِ سُبْحَانَهُ۔[464]

ترجمہ: تشہد پڑھتے وقت واقعۂ معراج میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے درمیان جو مکالمہ ہوا تھا، اس کی نقل اور حکایت کا قصد نہ کرے۔

علامہ شرنبلالی تشہد کی بحث میں فرماتے ہیں:

فیقصد المصلي إنشاء هذه الألفاظ مرادة له قاصدا معناها الموضوعة له من عنده کأنه یحیي الله سبحانه وتعالی ویسلم علی النبي صلی الله علیه وسلم۔[465]

ترجمہ: نمازی تشہد میں ان الفاظ کے معانی کا قصد کرے گویا وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عبادت کا ہدیہ پیش کر رہا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی خدمت میں سلام کا تحفہ پیش کر رہا ہے۔

---

463 (درمختار، ج ۱، ص ۷۶۴، مطبوعہ عثمانیہ)

464 (ردالمحتار، ج ۱، ص ۷۶۴)

465 (مراقی الفلاح، ص ۱۷۰)

علامہ طحطاوی تشہد کی بحث میں فرماتے ہیں:

لا حکایۃ سلام رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و اصحابہ و سلم۔ 466

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو سلام کرنے کی حکایت نہ کرے۔

اور علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تشہد کی بحث میں فرماتے ہیں:

وَإِنَّمَا ذَكَرْنَا بَعْضَ مَعَانِي التَّشَهُّدِ لِمَا أَنَّ الْمُصَلِّيَ يَقْصِدُ بِهَذِهِ الْأَلْفَاظِ مَعَانِيَهَا مُرَادَةً له على وَجْهِ الْإِنْشَاءِ منه كما صَرَّحَ بِهِ في الْمُجْتَبَى بِقَوْلِهِ وَلَا بُدَّ من أَنْ يَقْصِدَ بِأَلْفَاظِ التَّشَهُّدِ مَعْنَاهَا التي وُضِعَتْ لها من عِنْدِهِ كَأَنَّهُ يحيي اللَّهَ وَيُسَلِّمُ على النبي صلى اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم۔ 467

ترجمہ: ہم نے الفاظِ تشہد کے بعض معانی محض اس لئے ذکر کئے ہیں کہ جب نماز میں یہ الفاظ پڑھے تو ان معانی کا قصد کرے گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عبادت اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی بارگاہ میں سلام کا تحفہ پیش کر رہا ہے۔

علامہ عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

انما امر الشارع المصلی بالصلوٰۃ و السلام علی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم فی التشھد لینبہ الغافلین فی جلوسھم بین یدی اللہ عز و جل علی شھود نبیھم فی تلک الحضرۃ فانہ لا یفارق حضرۃ اللہ ابدًا فیخاطبونہ۔۔۔۔ بالسلام مشافھۃ۔ 468

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے نمازی کو تشہد میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر صلوٰۃ و سلام عرض کرنے کا اس لئے حکم دیا ہے تاکہ جو نمازی غفلت سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بیٹھے ہیں وہ اس حقیقت پر متنبہ ہو جائیں کہ اس بارگاہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم بھی

---

466 (حاشیہ الطحطاوی علی الدر المختار، ج ۱، ص ۲۲۵)

467 (البحر الرائق، ج ۱، ص ۳۴۳)

468 (المیزان الکبریٰ، ج ۱، ص ۱۶۷)

موجود ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے کبھی جدا نہیں ہوتے، اس لئے نمازی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی طرف متوجہ ہو کر قصداً صلوٰۃ وسلام عرض کرے۔

ان تمام علماء و محققین کی تصریحات سے معلوم ہوا کہ نمازی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی خدمت اقدس میں حکایۃً اور نقلاً سلام عرض نہ کرے بلکہ انشاءً اور قصداً سلام عرض کرے اور یہ اس صورت ہو سکتا ہے جبکہ "یا رسول اللہ یا نبی اللہ" کہنا جائز وروا ہو اور جب نماز (جیسی عبادت جو کہ اللہ جل مجدہ کی بندگی کا سب سے بلند زینہ ہے) میں نداء اور خطاب کرنا جائز ہے تو بعد از نماز یارسول اللہ یا نبی اللہ عرض کرنا کیونکر ناجائز اور ناروا اور کفر وشرک بن سکتا ہے، سو اس ندائے یارسول اللہ میں شرک و کفر کا قطعًا کوئی احتمال نہیں بلکہ یہ نداء حضوری اور مشافہ کا موجب ہے اور دوری و حجاب کو قرب و شہود میں بدلنے والی ہے۔

اسی طرح حدیث پاک میں ہے:

عن أَبَا أُسَيْدٍ الأَنْصَارِيَّ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم: إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيُسَلِّمْ عَلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم، ثُمَّ لِيَقُلِ: اللَّهُمَّ افْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ، فَإِذَا خَرَجَ فَلْيَقُلِ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ۔[469]

ترجمہ: حضرت ابو اُسید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا: جب کوئی تم میں سے مسجد میں داخل ہو تو وہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر

---

[469] (سنن ابو داؤد، کتاب: الصلوٰۃ، باب: مایقول الرجل عند دخوله المسجد، رقم الحدیث: ۴۶۵، دار السلام، ریاض، سنن ابن ماجه، کتاب: المساجد و الجماعات، باب: الدعاء عند دخول المسجد، رقم الحدیث: ۷۷۳، دار السلام، ریاض، صحیح ابن حبان، رقم الحدیث: ۲۰۵۰، شرح السنة، ج ۲، ص ۱۲۴)

سلام بھیجے، پھر یہ عرض کرے: اے اللہ! میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے، پھر جب نکلے تو عرض کرے: اے اللہ! میں تجھ سے تیرے فضل کا سوال کرتا ہوں۔

مسجد میں داخل ہوتے ہوئے سلام کس طرح عرض کرے، اس کی وضاحت اس روایت میں ہے:

امام قاضی عیاض مالکی روایت کرتے ہیں:

عن علقمة: إذا دخلت المسجد أقول: السلام علیک أیها النبي و رحمة الله و برکاته صلی الله و ملائکته علی سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم۔[470]

ترجمہ: حضرت علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں جب مسجد میں داخل ہوتا ہوں تو عرض کرتا ہوں: السلام علیک أیها النبي و رحمة الله و برکاته اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کا درود ہو سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر۔

ملا علی قاری فرماتے ہیں:

قال الامام الغزالی: سلم علیه اذا دخلت فی المساجد فانه علیه السلام یحضر فی المساجد۔[471]

ترجمہ: امام غزالی نے فرمایا: جب تو مساجد میں داخل ہو تو نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی بارگاہ میں سلام عرض کر، اس لئے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم (روحانی طور پر) مساجد میں موجود ہوتے ہیں۔

اسی طرح حدیث پاک میں ہے:

---

470 (مصنف ابن ابی شیبۃ، ج۲، ص۹۸، الشفا، ص۲۸۴، رقم الحدیث: ۱۳۷۵، دار ابن حزم، بیروت)

471 (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ)

إذا دخلت منزلک فیلم إن کان فیه أحد أو لم یکن فیه أحد ثم سلم علي۔[472]

ترجمہ: جب تو اپنے گھر میں داخل ہو تو کوئی موجود ہو تو بھی سلام کر، نہ موجود ہو تو پھر بھی سلام کر، پھر میری بارگاہ میں سلام عرض کر۔

اس حدیث کی سند میں ضعف ہے۔

محقق احناف ملا علی قاری گھر میں داخلے کے وقت نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی بارگاہ میں سلام عرض کرنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

لأن روحه علیه السلام حاضر في بیوت أهل الإسلام۔[473]

ترجمہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح مبارک اہل اسلام کے گھروں میں حاضر و موجود ہوتی ہے۔

امام جلال الدین سیوطی شافعی فرماتے ہیں:

وَقَالَ الشَّیْخُ تاج الدین بن عطاء الله فِي لَطَائِفِ الْمِنَنِ، قَالَ رَجُلٌ لِلشَّیْخِ أبي العباس المرسي: یَا سَیِّدِي صَافِحْنِي بِكَفِّكَ هَذِهِ، فَقَالَ: وَاللّهِ مَا صَافَحْتُ بِكَفِّي هَذِهِ إِلّا رَسُولَ اللّهِ صَلَّی اللّهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: وَقَالَ الشَّیْخُ: لَوْ حُجِبَ عَنِّي رَسُولُ اللّهِ - صَلَّی اللّهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ طَرْفَةَ عَیْنٍ مَا عَدَدْتُ نَفْسِي مِنَ الْمُسْلِمِینَ۔

وَقَالَ الشَّیْخُ صفي الدین بن أبي المنصور فِي رِسَالَتِهِ، وَالشَّیْخُ عبد الغفار فِي الْوَحِیدِ: حُكِيَ عَنِ الشَّیْخِ أبي الحسن الوناني قَالَ: أَخْبَرَنِي الشَّیْخُ أبو العباس الطنجي قَالَ: وَرَدْتُ عَلَی سَیِّدِي أحمد بن الرفاعي فَقَالَ لِي: مَا أَنَا شَیْخُكَ، شَیْخُكَ عبد الرحیم بِقِنَا، فَسَافَرْتُ إِلَی قِنَا، فَدَخَلْتُ عَلَی الشَّیْخِ عبد الرحیم فَقَالَ لِي: عَرَفْتَ رَسُولَ اللّهِ صَلَّی اللّهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ؟ قُلْتُ: لَا، قَالَ: رُحْ إِلَی بَیْتِ الْمَقْدِسِ حَتَّی تَعْرِفَ رَسُولَ اللّهِ صَلَّی اللّهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، فَحِینَ وَضَعْتُ

---

[472] (القول البدیع، ص ۱۲۴، جلاء الافهام، ص ۲۳۰، رقم الحدیث: ۲۹۵)

[473] (شرح الشفاء، ج ۲، ص ۱۱۸، دار الکتب العلمیه، بیروت)

رِجْلِي وَإِذَا بِالسَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَالْعَرْشِ وَالْكُرْسِيِّ مَمْلُوءَةٌ مِنْ رَسُولِ اللهِ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

فَرَجَعْتُ إِلَى الشَّيْخِ فَقَالَ لِي: عَرَفْتَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: الْآنَ كَمُلَتْ طَرِيقَتُكَ، لَمْ تَكُنِ الْأَقْطَابُ أَقْطَابًا وَالْأَوْتَادُ أَوْتَادًا وَالْأَوْلِيَاءُ أَوْلِيَاءً إِلَّا بِمَعْرِفَتِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔[474]

ترجمہ: شیخ تاج الدین بن عطاء اللہ نے "لطائف المنن" میں کہا: ایک آدمی نے شیخ ابو العباس مرسی سے عرض کی: اے میرے سردار! میں آپ کے اس ہاتھ کے ساتھ مصافحہ کرنا چاہتا ہوں، تو انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نے اس ہاتھ کے ساتھ صرف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے ساتھ مصافحہ کیا ہے۔ نیز شیخ ابو العباس نے فرمایا: اگر مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم آنکھ جھپکنے کی دیر محجوب ہو جائیں تو میں اپنے آپ کو مسلمان شمار نہیں کروں گا۔ (حضرت ابو العباس مرسی کے اس قول کو علامہ شعرانی نے "الطبقات الکبریٰ" میں، شیخ محقق نے "مدارج النبوۃ" میں اور علامہ ملا علی قاری نے اور علامہ آلوسی نے "روح المعانی" میں نقل فرمایا ہے) اور شیخ صفی الدین نے اپنے "رسالہ" میں فرمایا اور شیخ عبد الغفار نے "الوحید" میں فرمایا: حکایت کیا گیا ہے شیخ ابو الحسن سے، انہوں نے فرمایا: مجھے شیخ ابو العباس الطنجی نے خبر دیتے ہوئے فرمایا کہ مین سیدی احمد بن رفاعی کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھ سے فرمایا: میں تیرا شیخ نہیں ہوں! تیرے شیخ عبد الرحیم ہیں جو "قنا" میں رہتے ہیں۔ پس میں نے "قنا" کی طرف سفر کیا تو میں شیخ عبد الرحیم کے پاس حاضر ہوا، انہوں نے مجھ سے فرمایا: کیا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی معرفت رکھتا ہے؟ میں نے کہا: نہیں! انہوں نے فرمایا: تو بیت المقدس جا تا کہ تجھے رسول اللہ

---

[474] (الحاوی للفتاوی، تنویر الحلک فی امکان رؤیۃ النبی والملک، ص ۲۶۴، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی معرفت نصیب ہو، پس جب میں نے اپنا قدم (بیت المقدس میں) رکھا تو (میں نے دیکھا کہ) آسمان، زمین اور عرش وکرسی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی روحانیت سے بھرے ہوئے تھے، پس میں شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا، انہوں نے مجھ سے فرمایا: کیا تونے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو پہچان لیا ہے؟ میں نے عرض کی: جی ہاں! فرمانے لگے: اب تمہاری طریقت مکمل ہوئی ہے، کیونکہ نہ قطب، قطب بن سکتا ہے، نہ اوتاد، اوتاد بن سکتا ہے، اور نہ ہی ولی، ولی بن سکتا ہے جب تک اس کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی معرفت حاصل نہ ہو جائے۔

یہی شیخ جلال الدین سیوطی ایک سوال کا جواب دیتے ہیں، سوال یہ تھا کہ دو آدمیوں نے طلاق کے ساتھ حلف اٹھایا کہ ولی اللہ شیخ عبدالقادر الطشطوطی نے ایک ہی رات دونوں کے پاس گزاری ہے، حالانکہ دونوں بعید کی مسافت پر رہتے ہیں، تو کیا ان میں سے کسی کی بیوی پر طلاق واقع ہو جائے گی؟ تو امام جلال الدین سیوطی نے فرمایا: طلاق واقع نہیں ہو گی کیونکہ یہاں کئی احتمالات ہین جن میں سے ایک احتمال یہ ہے:

أَنَّهُ مِنْ بَابِ عِظَمِ جُثَّةِ الْوَلِيِّ بِحَيْثُ مَلَأَ الْكَوْنَ، فَشُوهِدَ فِي كُلِّ مَكَانٍ، كَمَا قُرِّرَ بِذَلِكَ شَأْنُ مَلَكِ الْمَوْتِ وَمُنْكَرٍ وَنَكِيرٍ حَيْثُ يُقْبَضُ مَنْ مَاتَ فِي الْمَشْرِقِ وَفِي الْمَغْرِبِ فِي سَاعَةٍ وَاحِدَةٍ، وَيُسْأَلُ مَنْ قُبِرَ فِيهِمَا فِي السَّاعَةِ الْوَاحِدَةِ۔[475]

ترجمہ: یہ اس باب سے ہے کہ ولی کا (روحانی) وجود بڑا ہو جائے، اس طرح کہ وہ کون ومکان کو بھر دے اور پھر ہر مکان پر (جسم مثالی کے ساتھ) دیکھا جائے۔ جیسا کہ ملک الموت اور منکر نکیر کی یہ شان ثابت ہے۔ کیونکہ ملک الموت ایک ہی گھڑی میں مشرق ومغرب میں فوت ہونے والوں کی

---

475 (الحاوی للفتاوی (المنجلی فی تطور الولی) ص ۲۲۶، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

ارواح کو قبض کرتے ہیں اور منکر نکیر ایک ہی گھڑی میں ان دونوں کی قبروں میں ان سے سوال بھی کرتے ہیں۔

معروف سیرت کی کتاب "سیرت حلبیہ" کے مصنف امام علامہ شیخ علی نور الدین الحلبی نے اس موضوع پر پورا رسالہ تحریر فرمایا ہے، جس کا نام ہے: **"تعریف اهل الاسلام و الایمان بان محمدًا صلی اللہ تعالیٰ علیه و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم لا یخلو منه مکان و لا زمان"** یہ رسالہ علامہ شیخ یوسف بن اسماعیل النبھانی نے اپنی کتاب مستطاب "جواہر البحار" میں نقل فرمایا ہے۔ جس میں علامہ حلبی نے دلائل و شواہد اور صوفیاء کے مشاہدات سے ثابت کیا ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روحانیت نے زمین کے اطراف وجوانب کا احاطہ کر رکھا ہے۔

تفصیل کے شائقین اس رسالہ کی طرف مراجعت فرمائیں، یہاں فقط چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیں۔

علامہ حلبی فرماتے ہیں:

انه صلی اللہ تعالیٰ علیه و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم روح الوجود، و لما کان صلی اللہ تعالیٰ علیه و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم روح العوالم العلویة و السفلیة، وجب ان لا یخلو جزء منها عن جسده و روحه الزکیة۔[476]

ترجمہ: نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہر وجود کی روح ہیں اور جب آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام عالمِ علوی اور عالمِ سفلی کی روح ہیں تو لازم ہے کہ عالمِ علوی و سفلی کا کوئی جزو آپ کی روحانیت سے خالی نہ ہو۔

---

476 (جواهر البحار، ج۲، ص ۱۲۵)

پھر امام حلبی نے شیخ عبدالرحیم والا واقعہ نقل فرمایا جو چند سطور قبل امام سیوطی کے حوالہ سے بیان ہوا ہے۔

نیز امام حلبی فرماتے ہیں:

ومن البراھین علیٰ ذلک ان غالب الاولیاء والعارفین کانوا یجتمعون غالبًا بسید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم یقظۃ ومناما، وکان العارف باللہ تعالیٰ خلیفۃ بن موسیٰ کثیر الاجتماع بہٖ واجتمع بہٖ فی لیلۃ واحدۃ سبع عشرۃ مرۃ۔[477]

ترجمہ: براہین میں سے ایک برہان اس عقیدے پر یہ ہے کہ کثیر تعداد میں اولیاء اور عرفاء نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے ساتھ جمع ہوتے ہیں، بیداری میں بھی اور خواب میں بھی۔ عارف باللہ خلیفہ بن موسیٰ کثرت کے ساتھ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ جمع ہوتے تھے اور ایک مرتبہ ایک ہی رات میں سترہ بار حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ جمع ہوئے۔

یہی علامہ حلبی فرماتے ہیں:

ومن البراھین علیٰ ذلک ایضًا انہ یجوز ویمکن ویتعقل ان یجعل اللہ تعالیٰ العوالم السفلیۃ والعلویۃ بین یدی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم لجعلہ تعالیٰ الدنیا بین یدی سیدنا عزرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام۔[478]

ترجمہ: دلائل وبراہین میں سے ایک دلیل وبرہان یہ ہے کہ یہ جائز، ممکن اور معقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کریم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے سامنے عالمِ علوی اور سفلی یوں کر دیئے

---

477 (جواھر البحار، ج۲، ص۱۲٦)

478 (جواھر البحار، ج۲، ص۱۲۷)

جیسے اللہ تعالیٰ نے پوری دنیا، حضرت عزرائیل علیہ السلام کے سامنے کر دی ہے (کہ چشم زدن میں مشرق و مغرب سے ارواح کو قبض فرمالیتے ہیں)۔

علامہ حلبی فرماتے ہیں:

ہمیں اللہ تعالیٰ کے ولی، عارف باللہ شیخ عبد العزیز الدیرینی سے یہ بات پہنچی ہے کہ جب دیرین میں ان کی پیری کے متعلق تنازعہ ہوا اور سادات واشراف نے ان کی پیری کا انکار کیا تو طے یہ پایا کہ شیخ عبد العزیز اور سادات کرام جمعہ کی نماز کے بعد مسجد میں جمع ہو کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو دیرین سے پکاریں گے جس کی پکار کا جواب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے دیا تو وہی حق پر ہو گا۔

سو عوام کا ایک جم غفیر اکٹھا ہو گیا۔ پہلے سادات نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو پکارا اور عرض کی:

یاجدی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم۔

تو کسی کی پکار پر جواب نہ آیا۔ پھر شیخ عبد العزیز آگے بڑھے اور انہوں نے عرض کی:

یاسیدی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم۔

تو تمام لوگوں نے سنا: **لبیک یاعبدالعزیز۔**

تو لوگوں نے دوبارہ پکارنے کو کہا تو انہوں نے دوبارہ عرض کی:

یاسیدی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم۔

پھر جواب آیا: "**لبیک یاعبدالعزیز**" تین مرتبہ ایسا ہوا۔

علامہ حلبی یہ واقع نقل فرمانے کے بعد فرماتے ہیں:

فانظر الیٰ اتصال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم بدیرین مع ان جسدہ الشریف مقیم بطیبة فی مقام امین تجدہ بذلک قد ملأ الا کوان بیقین۔[479]

ترجمہ: پس تو دیکھ کہ کس طرح نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم (روحانی طور پر) دیرین کے ساتھ متصل ہیں۔ حالانکہ آپ کا جسدِ شریف مدینہ طیبہ میں مقیم ہے، تو تو اس بات کو یقین طور پر پالے گا کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے روحانی طور پر کون و مکان بھرا ہوا ہے۔

آخری اقتباس علامہ حلبی کا ملاحظہ فرمائیں، فرماتے ہیں:

من الادلة العقلية و النقلية علیٰ ما ذکرناہ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم حاضر البتة، و ان اللہ تبارک و تعالیٰ و مبشرا، و الشاھد لابد ان یکون حاضر اللمشھود علیہ و ناظر اللمشھود الیہ، فعلم انہ ملأ کل عالم و حاضر فی کل مکان۔[480]

ترجمہ: ہم نے جو ذکر کیا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصابہٖ وسلم یقین طور پر حاضر ہیں اس پر عقلی و نقلی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو اپنے بندوں کے نیک و شر اعمال پر گواہ بنایا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "یا ایھا النبی انا ارسلناک شاھدا، الخ" اور شاہد کے لئے ضروری ہے کہ وہ مشہور علیہ پر حاضر ہو اور مشھود الیہ کو دیکھنے والا ہو تو معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہٖ وسلم نے (روحانی طور پر) تمام جہاں کو بھرا ہوا ہے اور آپ (روحانی طور پر) ہر جگہ موجود ہیں۔

سیدی عبد العزیز الدباغ القاسمی فرماتے ہیں:

---

479 (جواھر البحار، ج۲، ص ۱۲۹، مکتبہ نوریہ رضویہ، لاھور)

480 (جواھر البحار، ج۲، ص ۱۳۱)

واکبر الارواح قدرا واعظمھا حجما روحہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم فانھا تملا السموات والارضین۔[481]

ترجمہ: تمام ارواح میں سب سے زیادہ قدر والی اور سب سے عظیم جسم والی روح، روحِ مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہے کیونکہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح نے تمام آسمانوں اور زمینوں کو بھرا ہوا ہے۔

علامہ یوسف بن اسماعیل النبہانی فرماتے ہیں:

اعتقدنا ما اعتقدوہ من انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم افضل خلق اللہ واعلاھم منزلۃ عند اللہ، وانہ النور الاعظم، الساری فی جمیع الموجودات والاصل المقدم، الذی تفرعت عنہ جمیع الکائنات۔[482]

ترجمہ: ہمارا اعتقاد وہی ہے جو علماء امت کا اعتقاد ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق میں سے افضل ہیں اور ان سب سے آپ کی منزلت اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ بلند ہے اور آپ ہی وہ نورِ اعظم ہیں جو تمام موجودات میں سرایت کئے ہوئے ہے اور وہ اصل مقدم ہیں کہ جس کی فرع تمام کائنات ہے۔

علمائے دیوبند کے ممدوح حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

"نواں مشاہدہ: میں مدینہ منورہ میں داخل ہوا اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے روضۂ مقدس کی زیارت کی تو میں نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روحِ اقدس کو ظاہر اور عیاں دیکھا اور عالمِ ارواح میں نہیں بلکہ عالمِ محسوسات سے قریب جو عالمِ مثال ہے، میں نے اس میں آپ کی روح کو دیکھا۔ چنانچہ اس وقت میں سمجھا کہ عوام مسلمانوں کا یہ جو کہنا ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ

---

481 (کتاب الابریز، جواھر البحار، ج۲، ص۲۶۷، مکتبہ نوریہ رضویہ)

482 (جواھر البحار، مقدمہ المؤلف، ج۳، ص۷، مکتبہ نوریہ رضویہ، لاھور)

علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نمازوں میں تشریف لاتے ہیں اور نمازیوں کے امام بنتے ہیں، اور اسی قبیل کی جو وہ اور باتیں کرتے ہیں، وہ سب اسی نازک مسئلے کے متعلق ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ عامۃ الناس کی زبانوں سے جو کچھ نکلتا ہے وہ دراصل نتیجہ ہوتا ہے اس علم کا جو ان روحوں پر القاء ہوتا ہے"۔[483]

یہی حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں:

"بعد ازاں میں نے نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی بلند مرتبہ اور مقدس قبر کی طرف بار بار توجہ کی تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام میرے سامنے لطیف در لطیف صورت میں ظہور فرما ہوئے، چنانچہ کبھی آپ مجرد عظمت و جلال کی صورت میں ظہور فرماتے اور کبھی جذب و شوق اور انس و انشراح کی صورت میں ظاہر ہوتے، اور کبھی آپ اس طرح کی جاری و ساری صورت میں ظاہر ہوتے کہ مجھے خیال ہوتا کہ تمام کی تمام فضاء آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح مبارک سے بھری ہوئی ہے اور آپ کی روح اس فضاء میں تیز ہوا کی طرح یوں حرکت کر رہی ہے کہ دیکھنے والا اس میں اتنا محو ہو جاتا ہے کہ وہ اس کی موجودگی میں دوسری لطافتوں کو نظر انداز کر دیتا ہے"۔[484]

"علاوہ ازیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو دیکھا کہ وہ اسی ایک ہی حالت پر قائم ہیں اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس حالت میں نہ تو کوئی نیا ارادہ مخل ہوتا ہے اور نہ کوئی اس میں رخنہ ڈالتا ہے۔ ہاں اس ضمن میں یہ ضرور ہوتا ہے کہ جب آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام خلقت کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو آپ ان سے اتنا قریب ہو جاتے ہیں کہ اگر انسان اپنی پوری ہمت

---

483 (فیوض الحرمین، نواں مشاہدہ، ص ۱۱۲، دارالاشاعت، کراچی)

484 (فیوض الحرمین، نواں مشاہدہ، ص ۱۱۸، دارالاشاعت، کراچی)

سے آپ کی طرف متوجہ ہو تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کی مصیبت میں مدد کرتے ہیں اور اس پر اپنی طرف سے خیر وبرکت کا فیضان فرماتے ہیں"۔[485]

قارئین کرام! یہاں تک ان محققین علماء کی تصریحات حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حاضر وناظر ہونے کے باب میں پیش کی ہیں جو مجدد اہل سنت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کے نہ تو معتقد ہیں اور نہ ہی متاثر ومرید، بلکہ اکثر کا زمانہ اعلیٰ حضرت کے زمانہ سے صدیوں قبل کا ہے اور یہ نادر محقق اور متبحر علماء ہیں جنہوں نے دینِ متین کے لئے عظیم خدمات سر انجام دی ہیں۔ انہوں نے اس عقیدہ کو بیان فرمایا سو اگر یہ عقیدہ قرآن وحدیث کے خلاف ہوتا تو کیا یہ محقق علماء اس کو بیان فرماتے؟ لہٰذا اس عقیدہ کو کفر وضلالت کہنا، یہ یقیناً ان نامور محقق علماء، صوفیاء اور اولیاء کی تکفیر کو مستلزم ہے۔

اعاذنا اللہ تعالیٰ من سوء العقیدۃ والیقین۔

حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صفت شاہدیت کی بحث مکمل ہونے کے بعد اب ہم آیت کریمہ یَاأَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاکَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا (الأحزاب ۴۵) کے نکات کی طرف مرجعت کرتے ہیں۔

تیرہواں نکتہ

"مبشرًا ونذیرًا" اللہ تبارک وتعالیٰ نے چند مزید مقامات پر اپنے حبیب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی یہ دونوں صفات بیان فرمائی ہیں۔

چند آیات ملاحظہ ہوں:

وَمَا أَرْسَلْنَاکَ إِلَّا مُبَشِّرًا وَنَذِيرًا (الإسراء ۱۰۵)

---

485 (فیوض الحرمین، دسواں مشاہدہ، ص ۱۲۳، دار الاشاعت، کراچی)

ترجمہ: اور ہم نے (محبوب) تمہیں نہیں بھیجا مگر بشارت دینے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر۔

إِنَّا أَرْسَلْنَاکَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا (الفتح ۸)

ترجمہ: ہم نے آپ کو بھیجا گواہ بنا کر، بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر۔

سوال یہ ہے کہ قرآن میں اکثر حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ان دونوں صفات کو یکجا بیان فرمایا گیا ہے، اس کی وجہ کیا ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ ایمان کے دو اجزاء ہیں، ایک جزء رجاء یعنی رحمت الٰہی عز و جل کی اُمید ہے اور دوسرا اجزء خوف یعنی اللہ تعالیٰ کا ڈر ہے۔ ایمان ان دونوں اجزاء کے بغیر نامکمل و ناتمام ہے۔ جس میں محض رجاء ہو اور اللہ تعالیٰ کا کلیۃً خوف نہ ہو تو یہ بھی ضلالت و کفر ہے اور جس میں محض خوف ہی خوف ہو، رجاء کلی طور پر نہ تو یہ بھی ضلالت و کفر ہے۔

کما قال اللہ تعالیٰ:

إِنَّهُ لَا يَيْأَسُ مِنْ رَوْحِ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُونَ (یوسف ۸۷)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہیں ہوتے مگر کافر لوگ۔

فَلَا يَأْمَنُ مَكْرَ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُونَ (الأعراف ۹۹)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے بے خوف نہیں ہوتے مگر خسارہ پانے والے لوگ۔

سو ایمان اُمید و خوف، دونوں کے مجموعے کا نام ہے، اس لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دونوں صفات "مبشرًا و نذیرًا" کو جمع فرمایا کہ مبشرًا میں اشارہ رحمت کی طرف تھا اور نذیرًا میں خوف کی طرف۔ معلوم ہوا کہ یہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام تبشیر و انذار کے ذریعے لوگوں کو ایمان کے کمال و تمام کی طرف لانے والے ہیں۔

چودھواں نکتہ

سوال یہ ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صفت تبشیر کو صفتِ انذار سے مقدم کیوں کیا گیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کی صفات کے مظہرِ اتم ہیں اور اللہ تعالیٰ کی صفات میں صفتِ رحمت وصفتِ کرم کو صفتِ غضب و جلال پر غلبہ و سبقت حاصل ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا:

غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ (غافر ۳)

ترجمہ: گناہ کو بخشنے والا اور توبہ کو قبول فرمانے والا، سخت عذاب والا اور بڑی پکڑ والا۔

اس آیت میں عتاب و پکڑ سے پہلے گناہوں کی بخشش کا ذکر ہے جو کہ رحمتِ الٰہی کی سبقت پر دلالت ہے۔

نیز ارشاد فرمایا:

نَبِّئْ عِبَادِي أَنِّي أَنَا الْغَفُورُ الرَّحِيمُ (۴۹) وَأَنَّ عَذَابِي هُوَ الْعَذَابُ الْأَلِيمُ (الحجر ۵۰)

ترجمہ: (محبوب!) میرے بندوں کو خبر دے دو کہ بے شک میں ہی بہت بخشنے والا بے حد مہربان ہوں اور میرا عذاب ہی دردناک عذاب ہے۔

اس آیت میں بھی یہی اسلوب ہے کہ مغفرت و رحمت کے بیان پر مشتمل آیت عذاب کے بیان پر مشتمل آیت سے مقدم ہے۔

اسی طرح حدیث پاک میں ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا قَضَى اللّٰهُ الْخَلْقَ كَتَبَ فِي كِتَابِهِ فَهُوَ عِنْدَهُ فَوْقَ الْعَرْشِ إِنَّ رَحْمَتِي غَلَبَتْ غَضَبِي۔[486]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کا فیصلہ فرمایا تو ایک تحریر لکھی جو اس کے پاس عرش کے اوپر ہے کہ بے شک میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔

سو حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بھی اس صفت کو مقدم کیا گیا کہ جس میں آپ کی رحمت ورأفت اور لطف وعنایت کا اظہار تھا۔

پندرہواں نکتہ

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بشارت دینے اور ڈر سنانے کے کئی محامل ہیں۔ ایک یہ محمل یہ ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام مطیعین ومتقین کو جنت کی بشارت دینے والے اور مذنبین وفاجرین کو جہنم کی وعید سنانے والے ہیں۔ ایک محمل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم عشاق وعرفاء کو لذتِ دید، دیدار، مشاہدہ اور وصل وقرب کی بشارت دینے والے ہیں اور کفار ومنافقین کو مہجوری اور حجاب کی وعید سنانے والے ہیں، بعض نے اس کے برعکس محمل بیان فرمایا ہے اور وہ یہ ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام مطیعین، متقین اور مقربین کو اللہ تعالیٰ کی بے نیازی اور

---

486 (صحیح بخاری، کتاب: بدء الخلق، باب: ما جاء فی قول اللّٰہ تعالیٰ: وھو الذی یبدؤا الخلق ثم یعیدہ، رقم الحدیث: ۳۱۹۴، دار الکتاب العربی، بیروت، صحیح مسلم، کتاب: التوبة، باب: فی سعة رحمة اللّٰہ تعالیٰ، رقم الحدیث: ۶۹۶۹، دار الکتاب العربی، بیروت، سنن الترمذی، کتاب: الدعوات، باب: ۱۰۹، دار المعرفه، بیروت، سنن ابن ماجه، المقدمة، باب: فیما انکرت الجهمیة، رقم الحدیث: ۱۸۹، دار السلام، ریاض، مسند الحمیدی، رقم الحدیث: ۱۱۲۰، مصنف ابن ابی شیبة، رقم الحدیث: ۲۳۱۹۹، مسند اسحاق بن راهویه، رقم الحدیث: ۴۵۹، مسند احمد، رقم الحدیث: ۷۲۹۹، مسند البزار، رقم الحدیث: ۹۱۹۵، السنن الکبریٰ للنسائی، رقم الحدیث: ۷۷۰۳، مسند ابی یعلیٰ، رقم الحدیث: ۶۲۸۱، صحیح ابن حبان، رقم الحدیث: ۶۱۴۳)

جلالتِ ذات سے ڈرانے والے ہیں، تاکہ کسی کی نظر اپنے اعمال پر نہ وہے بلکہ درجہ قرب میں بھی نظر اللہ تعالیٰ کی رحمت پر ہی رہے۔ اور مذنبین، عاصیین، فاسقین، فاجرین اور کافرین و مشرکین کو اس بات کی بشارت و خوشخبری سنانے والے ہیں کہ وہ کتنے ہی گناہ کر لیں، وہ رحمتِ الٰہی سے ناامید و مایوس نہ ہوں اور یہ نہ سمجھیں کہ ہم توبہ کریں گے تو ہم بخشے نہیں جائیں گے بلکہ بشارت اس امر کی ہے کہ جتنے بھی گناہ ہوں اور جیسا بھی گناہ ہو مایوس مت ہو اور درِ الٰہی پر چلے آؤ، تمہارے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

کما قال اللہ تعالیٰ:

قُلْ يَاعِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ (الزمر ۵۳)

ترجمہ: اے محبوب! آپ فرمادیں، اے میرے وہ غلاموں جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کر لیا ہے، تم اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا۔ بے شک اللہ تعالیٰ تمام گناہ بخش دے گا، بے شک وہی بہت بخشنے والا بے حد مہربان ہے۔

اور حدیث میں حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بشارت دی: "التائب من الذنب کمن لا ذنبہ لہ" گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہ ہو۔ اور فرمایا: "الاسلام یھدم ما کان قبلہ" اسلام ماقبل کے سارے گناہ منہدم کر دیتا ہے۔

سولہواں نکتہ

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ (الأحزاب ۴۶)

ترجمہ: اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے ہیں، اس کے اذن سے۔

نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اس پوری کائنات میں سب سے بڑے داعی الی اللہ ہیں، یہی وجہ ہے کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پکار پر لبیک کہنے والے امتی اور مسلمان دوسری امتوں سے تعداد میں زیادہ ہیں اور وہ یوں عرض کرتے ہیں؛

رَبَّنَا إِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُنَادِي لِلْإِيمَانِ أَنْ آمِنُوا بِرَبِّكُمْ فَآمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّئَاتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْأَبْرَارِ (آل عمران ۱۹۳)

ترجمہ: اے ہمارے رب! ہم نے ایک منادی کو سنا کہ ایمان کے لئے نداء فرماتا ہے کہ اپنے رب پر ایمان لے آؤ تو ہم ایمان لائے، اے رب ہمارے! تو ہمارے گناہ بخش دے اور ہماری برائیاں محو فرمادے اور ہماری موت اچھوں کے ساتھ کر۔

حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے بلیغ اقوال، اپنے بے مثل کردار و افعال اور اپنے اخلاقِ فاضلہ محمودہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا اور اس کے لئے اتنی مشقتیں اور اذیتیں برداشت فرمائیں کہ زبانِ اقدس سے ایک بار اظہار فرمایا:

ما اوذی نبی مثل ما اوذیت۔

کسی نبی کو اتنی اذیت نہیں پہنچائی گئی جتنی اذیت مجھے پہنچائی گئی ہے۔

حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے داعی الی اللہ ہونے کے متعلق تین عدد احادیث ملاحظہ فرمائیں:

عَنْ أَبِي مُوسَى عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّمَا مَثَلِي وَمَثَلُ مَا بَعَثَنِي اللَّهُ بِهِ كَمَثَلِ رَجُلٍ أَتَى قَوْمًا فَقَالَ يَا قَوْمِ إِنِّي رَأَيْتُ الْجَيْشَ بِعَيْنَيَّ وَإِنِّي أَنَا النَّذِيرُ الْعُرْيَانُ فَالنَّجَاءَ فَأَطَاعَهُ طَائِفَةٌ مِنْ قَوْمِهِ فَأَدْلَجُوا فَانْطَلَقُوا عَلَى مَهَلِهِمْ فَنَجَوْا وَكَذَّبَتْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ فَأَصْبَحُوا مَكَانَهُمْ فَصَبَّحَهُمْ

الْجَيْش فَأَهْلَكَهُمْ وَاجْتَاحَهُمْ فَذَلِكَ مَثَلُ مَنْ أَطَاعَنِي فَاتَّبَعَ مَا جِئْتُ بِهِ وَمَثَلُ مَنْ عَصَانِي وَكَذَّبَ بِمَا جِئْتُ بِهِ مِنْ الْحَقِّ۔[487]

ترجمہ: حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری مثال اور اس پیغام کی مثال جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا ہے، اس آدمی کی طرح ہے جو کسی قوم کے پاس آیا اور اس نے کہا: اے میری قوم! میں نے لشکر کو اپنی دونوں آنکھوں سے دیکھا ہے، سو میں واضح ڈرانے والا ہوں، پس نجات حاصل کرو، تو اس قوم میں سے ایک گروہ نے اس کی اطاعت کی اور وہ رات کی ابتداء میں ہی نکل گئے اور محفوظ جگہ پر پہنچ گئے، اس لئے نجات پا گئے۔ لیکن دوسری جماعت نے اس کی تکذیب کی اور وہ اپنی جگہ پر ہی موجود رہے، پھر صبح سویرے ہی دشمن کے لشکر نے آکر ان کو پکڑ لیا، سو ان کو ہلاک کر دیا اور تباہ و برباد کر دیا، تو یہ مثال ہے اس کی جس نے میری اطاعت کی اور پیروی کی اس کی جو میں لایا ہوں اور مثال ہے اس کی جس نے میری نافرمانی کی اور جو میں حق لے کر آیا ہوں اس کی تکذیب کی۔

جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ جَاءَتْ مَلَائِكَةٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ نَائِمٌ وَقَالَ بَعْضُهُمْ إِنَّ الْعَيْنَ نَائِمَةٌ وَالْقَلْبَ يَقْظَانُ فَقَالُوا إِنَّ لِصَاحِبِكُمْ هَذَا مَثَلًا فَاضْرِبُوا لَهُ مَثَلًا فَقَالَ بَعْضُهُمْ إِنَّهُ نَائِمٌ وَقَالَ بَعْضُهُمْ إِنَّ الْعَيْنَ نَائِمَةٌ وَالْقَلْبَ يَقْظَانُ فَقَالُوا مَثَلُهُ كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنَى دَارًا وَجَعَلَ فِيهَا مَأْدُبَةً وَبَعَثَ دَاعِيًا فَمَنْ أَجَابَ الدَّاعِيَ دَخَلَ الدَّارَ وَأَكَلَ مِنْ الْمَأْدُبَةِ وَمَنْ لَمْ يُجِبْ الدَّاعِيَ لَمْ يَدْخُلْ الدَّارَ وَلَمْ يَأْكُلْ مِنْ الْمَأْدُبَةِ فَقَالُوا أَوِّلُوهَا لَهُ يَفْقَهْهَا فَقَالَ بَعْضُهُمْ إِنَّهُ نَائِمٌ وَقَالَ بَعْضُهُمْ إِنَّ الْعَيْنَ نَائِمَةٌ وَالْقَلْبَ يَقْظَانُ فَقَالُوا فَالدَّارُ الْجَنَّةُ وَالدَّاعِي مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَنْ أَطَاعَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ وَمَنْ عَصَى مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدْ عَصَى

---

487 (صحیح بخاری، کتاب: الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب: الاقتداء بسنن رسول اللہ ﷺ، رقم الحدیث: ۷۲۸۳، دارالکتاب العربی، بیروت، صحیح مسلم، کتاب: الفضائل، باب: شفقتہ ﷺ علیٰ امتہ، رقم الحدیث: ۵۹۵۴، دارالکتاب العربی، بیروت، مسند ابی یعلیٰ الموصلی، رقم الحدیث: ۷۳۰۱، شرح السنۃ، رقم الحدیث: ۹۵)

اللَّهِ وَمُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرْقٌ بَيْنَ النَّاسِ تَابَعَهُ قُتَيْبَةُ عَنْ لَيْثٍ عَنْ خَالِدٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ عَنْ جَابِرٍ خَرَجَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔[488]

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ فرشتے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں آئے اور آپ اس وقت سو رہے تھے، پس بعض فرشتوں نے کہا کہ یہ سوئے ہوئے ہیں، اور دوسرے بعض فرشتوں نے کہا کہ آنکھ سوئی ہوئی ہے اور دل بیدار ہے، پس انہوں نے کہا کہ تمہارے اس صاحب کی ایک مثال ہے، پس اس کی وہ مثال بیان کرو، پس بعض فرشتوں نے کہا: وہ سوئے ہوئے ہیں، اور دوسرے بعض فرشتوں نے کہا کہ آنکھ سوئی ہوئی اور دل بیدار ہے۔ پس انہوں نے کہا: ان کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے ایک گھر بنایا اور اس میں ایک دستر خوان رکھا اور کسی دعوت دینے والے کو بھیجا گیا، پس جس نے دعوت دینے ولے کی دعوت کو قبول کیا وہ گھر میں داخل ہو گیا اور اس نے دستر خوان سے کھانا کھایا، اور جس نے دعوت دینے والے کی دعوت کو قبول نہیں کیا تو وہ گھر میں داخل نہیں ہوا اور نہ اس نے دستر خوان سے کھانا، پھر فرشتوں نے کہا: اس مثال کی تاویل بیان کرو تاکہ یہ اس کو سمجھیں۔ پس فرشتوں نے کہا: یہ سوئے ہوئے ہیں، اور دوسرے بعض فرشتوں نے کہا کہ آنکھ سوئی ہوئی ہے اور دل بیدار ہے، پھر انہوں نے کہا کہ گھر سے مراد جنت ہے اور دعوت دینے والے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہیں، پس جس نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرلی اور جس نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم لوگوں کے درمیان فرق کرنے والے ہیں، اس حدیث کی قتیبہ نے

[488] (صحیح بخاری، کتاب: الاعتصام، باب: الاقتداء بسنن رسول اللہ ﷺ، رقم الحدیث: ۷۲۸۱، دار الکتاب العربی، بیروت، سنن الترمذی، کتاب: الامثال، باب: ماجاء فی مثل اللہ لعبادہ، رقم الحدیث: ۲۷۶۰، دار المعرفہ، بیروت)

متابعت کی ہے از لیث از خالد از سعید بن ابی ہلال از حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ نبی علیہ السلام ہمارے پاس آئے۔

عَنْ طَارِقٍ الْمُحَارِبِيِّ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسُوقِ ذِي الْمَجَازِ وَأَنَا فِي بَيَاعَةٍ أَبِيعُهَا, قَالَ: فَمَرَّ وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ لَهُ حَمْرَاءُ وَهُوَ يُنَادِي بِأَعْلَى صَوْتِهِ: أَيُّهَا النَّاسُ, قُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ تُفْلِحُوا, وَرَجُلٌ يَتْبَعُهُ بِالْحِجَارَةِ قَدْ أَدْمَى كَعْبَيْهِ وَعُرْقُوبَيْهِ, وَهُوَ يَقُولُ يَا أَيُّهَا النَّاسُ, لَا تُطِيعُوهُ فَإِنَّهُ كَذَّابٌ, قَالَ: قُلْتُ: مَنْ هَذَا؟ قَالُوا: هَذَا غُلَامُ بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ, قُلْتُ: فَمَنْ هَذَا الَّذِي يَتْبَعُهُ يَرْمِيهِ بِالْحِجَارَةِ؟ قَالُوا: عَمُّهُ عَبْدُ الْعُزَّى وَهُوَ أَبُو لَهَبٍ۔[489]

ترجمہ: طارق المحاربی کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو ذی المجاز کے بازار میں دیکھا اور میں ایک دکان پر خرید و فروخت کر رہا تھا، فرماتے ہیں: پھر حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کثیراً دائماً گزرے اور آپ نے سرخ جبہ زیب تن فرمایا ہوا تھا اور بلند آواز سے پکار رہے تھے: اے لوگو! لا الٰہ الا اللہ کہو فلاح پا جاؤ گے۔ اور آپ کے پیچھے ایک آدمی پتھر لے کر پھر رہا تھا، اس حال مین کہ آپ کے مبارک ٹخنے اور کونچ مبارک، خون سے سرخ تھے اور وہ بندہ کہہ رہا تھا: اے لوگو! اس کی بات نہ مانو، یہ کذاب ہے۔ (واللہ العظیم! حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کذاب نہیں بلکہ صدوق ہیں، صدوق ہیں، صدوق ہیں اور جو ان کو صدوق نہ مانے وہ کذوب ہے، وہ کذوب ہے، وہ کذوب ہے) راوی کہتے ہیں: میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ لوگوں نے کہا: یہ بنو عبد المطلب کے جوان ہیں (یعنی سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم)۔ پھر میں نے پوچھا: یہ کون ہے جو ان کے پیچھے ان کو پتھر مار رہا ہے؟ لوگوں نے کہا: یہ ان کا چچا عبد العزیٰ ابو لہب ہے۔

---

489 (مصنف ابن ابی شیبۃ، رقم الحدیث: ۳۶۵۶۵، مسند احمد، رقم الحدیث: ۱۶۰۲۲، خلق افعال العباد للبخاری، ج ۱، ص ۵۸، صحیح ابن خزیمہ، رقم الحدیث: ۱۵۹، المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث: ۴۵۸۲، سنن الدار قطنی، رقم الحدیث: ۲۹۷۲، المستدرک، رقم الحدیث: ۳۹، السنن الکبریٰ للبیہقی، رقم الحدیث: ۳۵۸، صحیح ابن حبان، رقم الحدیث: ۶۵۶۲)

جزی اللہ تعالیٰ عنا سیدنا و مولانا محمدًا صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم ما ھو اھلہ خیر الجزاء، احسن الجزاء، اکمل الجزاء، اطیب الجزاء، اعلیٰ الجزاء، اتم الجزاء، فقد ادی الامانۃ و بلغ الرسالۃ، نصح الامۃ فنعم الرسول الطاھر۔

سترہواں نکتہ

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"وسراجًا منیرًا" یعنی اے محبوب! ہم نے آپ کو "سراج منیر" بنا کر بھیجا ہے۔

بعض مفسرین نے بیان فرمایا ہے کہ "سراج" سے مراد چراغ ہے۔ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سراج بمعنی چراغ فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ ایک چراغ سے لاکھوں چراغ منور در خشندہ ہو جاتے ہیں۔ سو گویا یوں فرمایا گیا کہ اے محبوب! ہم نے آپ کو فیضِ نور کا ایسا منبع و مصدر بنایا ہے کہ اس منبع نور سے خلائق مستنیر و فیض یاب ہو رہی ہے اور حسی و معنوی اور ظاہری و باطنی نور کی خیرات پا رہی ہے۔

فخر الملۃ والدین، امام فخر الدین رازی الشافعی فرماتے ہیں:

قال (تعالیٰ) في حق النبي علیه السلام سراجا ولَمْ يَقُلْ إِنَّهُ شَمْسٌ مَعَ أَنَّهُ أَشَدُّ إِضَاءَةً مِنَ السِّرَاجِ لِفَوَائِدَ مِنْهَا، أَنَّ الشَّمْسَ نُورُهَا لَا يُؤْخَذُ مِنْهُ شَيْءٌ وَالسِّرَاجُ يُؤْخَذُ مِنْهُ أَنْوَارٌ كَثِيرَةٌ فَإِذَا انْطَفَأَ الْأَوَّلُ يَبْقَى الَّذِي أُخِذَ مِنْهُ۔[490]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں سراج فرمایا اور یہ نہیں فرمایا کہ یہ سورج ہیں حالانکہ سورج کی روشنی چراغ سے زیادہ ہوتی ہے، تو اس کے کئی فوائد ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ سورج کے نور سے کچھ بھی حاصل نہیں کیا جا سکتا لیکن چراغ سے بہت زیادہ انوار

---

490 (التفسیر الکبیر، ج ۹، ص ۱۹۱، دار الفکر، بیروت)

حاصل کئے جاسکتے ہیں، پس اگر کوئی ایک چراغ بجھ بھی جائے تو جس سے نور حاصل کیا ہے وہ تو باقی ہو گا۔

بعض مفسرین نے یہ کہا ہے کہ یہاں ''سراج'' سے مراد سورج ہی ہے کیونکہ قرآن مجید میں سورج کو ''سراج'' فرمایا گیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ جَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا (النباء ۱۳)

ترجمہ: اور ان میں (یعنی آسمانوں میں) چمکتا سراج (یعنی سورج) رکھا۔

نیز فرمایا:

وَ جَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا (نوح ۱٦)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے سورج کو سراج بنایا۔

سو معلوم ہوا کہ ''سراج'' سے مراد سورج ہے اور نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم فلک نبوت ورسالت کے پائندہ وتابندہ سورج ہیں۔

اعلیٰ حضرت نے فرمایا:

لاکھ ستارے ہر طرف، ظلمت شب جہاں جہاں
ایک طلوع آفتاب دشت وجبل سحر سحر

نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو سراج بمعنی سورج فرمانے میں کیا لطافت و حکمت ہے؟ تو جواب یہ ہے:

۱۔ سورج کا نورِ حسی ہے اور نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو سورج قرار دینے میں یہ معنویت ہے کہ آپ صرف معنوی نور کے حامل نہیں بلکہ حسی نور کے بھی حامل ہیں۔

۲۔ سورج کا نور ذاتی ہے، ذاتی بایں معنی کہ وہ کسی مخلوق سے ماخوذ نہیں بلکہ براہِ راست خالق کائنات کی طرف سے ہے، جبکہ چاند، ستاروں کا نور سورج سے ماخوذ ہے، یعنی سورج، چاند اور ستاروں کے نور میں واسطہ اور وسیلہ ہے۔ سو نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو سورج فرمانے میں یہ لطافت ہے کہ آپ کا نور، کسی مخلوق سے ماخوذ نہیں بلکہ براہِ راست خالقِ کائنات کا عطا فرمودہ ہے اور مخلوق میں جس کو بھی نور کی خیرات ملی، خواہ وہ نورِ حسی ہو یا نورِ ہدایت و علم ہو تو وہ اس کا ذاتی نور نہیں بلکہ نورانیت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے ماخوذ ہے، یعنی نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر نور کے لئے برزخ ووسیلہ ہیں۔

امام اہل سنت فرماتے ہیں:

یہ جو مہر وماہ پہ ہے اطلاق آقا نور کا　　　بھیک تیرے نام کی ہے استعارہ نور کا

۳۔ نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو سورج فرمانے میں ایک لطیف حکمت یہ معلوم ہوتی ہے کہ اگر سورج کی طرف کوئی تھوکے اور سورج کی مذمت اور برائی کرے تو اس سے سورج کی رفعت اور بلندی ور تابانی و تنویر میں کوئی فرق نہیں آتا بلکہ وہ تھوک پلٹ کر پھینکنے والے کے چہرے پر آجاتا ہے۔

سو اللہ جل مجدہ نے اپنے حبیب معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو سورج بنایا، اس معنی میں کہ جو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بے ادبی، تنقیص، اہانت اور استخفاف کرے تو اس کی بے ادبی و جسارت سے رفعتِ مصطفیٰ، علو مصطفیٰ، شوکت مصطفیٰ، عزت و عظمت مصطفیٰ اور سطوت ومنزلت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم میں سر مو کوئی فرق نہیں آتا بلکہ آپ کا بے ادب ومبغض ہی خائب وخاسر اور نامرادو محروم ہو جاتا ہے۔

کما قال اللہ تعالیٰ:

إِنَّ شَانِئَکَ هُوَ الْأَبْتَرُ (الکوثر ۳)

ترجمہ: بے شک آپ کا دشمن ہی بے نام و نشان ہے۔

۴۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سراج بمعنی سورج فرمانے میں ایک حکمت یہ معلوم ہوتی ہے کہ سورج نظروں سے غائب ہو جاتا ہے، غروب ہونے کی صورت میں لیکن ہر ذی شعور سمجھتا ہے کہ غروب کا معنی سورج کا فنا ہونا نہیں بلکہ نظروں سے او جھل ہونا ہے، وگرنہ وہ سورج عین اس وقت جبکہ ایک جہاں سے غروب ہوا ہے تو دوسرے جہاں کو منور کر رہا ہے بلکہ غروب ہو کر بھی اس جہاں میں چاند ستاروں کے ذریعے نور کی خیرات عطا کر رہا ہے۔ سو نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم بایں معنی سورج ہیں کہ آپ کا وصال، فنائے محض نہیں تھا، بلکہ آپ اپنے وصال کے ساتھ ایک جہاں سے دوسرے جہاں کی طرف منتقل ہوئے اور اس جہاں میں بلکہ عالمِ دنیا میں بھی علماء واولیاء کے ذریعے امت کو جو بھی فیض نور مل رہا ہے، وہ آپ کے وسیلہ کے واسطے سے مل رہا ہے۔ اور یہ اس بات پر دلیل ہے کہ آپ قبر انور میں زندہ وحیات ہیں۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا، وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو — جان ہیں وہ جہان کی، جان ہے تو جہان ہے

۵۔ ایک لطافت یہ ہے کہ سورج کا ایک مستقر ہے لیکن مستقر ہونے کے باوجود اس کا ہر ایک سے نورانی اتصال و الصاق ہے، سو نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم جسمانی اعتبار سے قبر انور میں ہیں لیکن نورانی اعتبار سے اپنی اُمت سے دور نہیں ہیں۔

۶۔ ایک حکمت یہ ہے کہ سورج کے نور کا کما حقہ ادراک کرنے سے ہر ایک عاجز ہے نہ صرف دور والا بلکہ قریب والا بھی، سو نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی حقیقتِ ذات کی کما حقہ معرفت سے بھی ہر مخلوق عاجز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

اٹھارواں نکتہ

قرآن مجید، فرقان حمید میں ''سراج'' سورج کو فرمایا گیا جیسا کہ پچھلی آیات سے معلوم ہوا اور ''منیر'' چاند کو فرمایا گیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَجَعَلَ فِيهَا سِرَاجًا وَقَمَرًا مُنِيرًا (الفرقان ۶۱)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے آسمان میں سراج یعنی سورج بنایا اور منیر یعنی چاند بنایا۔

سو حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ''سراجًا منیرًا'' فرما کر آپ پر استعارہ شمس و قمر کا اطلاق کیا گیا ہے۔ احادیث میں بھی نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ذات پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے استعارۃً یہ دونوں لفظ یعنی شمس و قمر بولے ہیں۔

احادیث ملاحظہ فرمائیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: مَا رَأَيْتُ شَيْئًا أَحْسَنَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَأَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِي فِي وَجْهِهِ۔[491]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: میں نے کوئی شے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے بڑھ کر حسین نہیں دیکھی، گویا کہ سورج آپ کے چہرے میں تیر تا تھا۔

عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ قَالَ قُلْتُ لِلرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذِ بْنِ عَفْرَاءَ: صِفِي لَنَا رَسُولَ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم-. فَقَالَتْ: يَا بُنَيَّ لَوْ رَأَيْتَهُ رَأَيْتَ الشَّمْسَ طَالِعَةً۔[492]

---

491 (سنن الترمذی، کتاب: المناقب، باب: صفة النبی ﷺ، رقم الحدیث: ۳۶۴۸، دار المعرفه، بیروت، صحیح ابن حبان، کتاب: التاریخ، رقم الحدیث: ۶۳۰۹، مسند احمد، ج۲، ص ۳۸۰، دلائل النبوۃ، ج ۱، ص ۲۰۹)

492 (سنن الدارمی، ج ۱، ص ۴۳، رقم الحدیث: ۶۱، المعجم الکبیر، رقم الحدیث: ۶۹۶، مجمع الزوائد، ج ۸، ص ۲۸۰)

ترجمہ: ابو عبیدہ کہتے ہیں کہ میں نے ربیع بنت معوذ سے کہا: آپ ہمارے سامنے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی صفت بیان فرمائیں، تو انہوں نے جواب دیا: اے میرے بیٹے! اگر تم ان کو دیکھ لیتے تو تم یوں محسوس کرتے گویا تم سورج کو طلوع ہوتے ہوئے دیکھ رہے ہو۔

عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، قَالَ: سَأَلَ رَجُلٌ البَرَاءَ: أَكَانَ وَجْهُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ السَّيْفِ؟ قَالَ: لاَ مِثْلَ القَمَرِ۔[493]

ترجمہ: ابو اسحٰق کہتے ہیں: ایک آدمی نے حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا: کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا چہرہ تلوار کی مثل (چمکدار) تھا؟ تو انہوں نے فرمایا: نہیں! بلکہ مثل ماہتاب (روشن) تھا۔

محل تدبر یہ ہے کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام پر شمس و قمر دونوں کا اطلاق کس طرح درست ہے؟ اگر آپ شمس ہیں تو قمر کیسے؟ اگر قمر ہیں تو شمس کا اطلاق کس طرح درست ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ یہ دونوں الفاظ اپنے اپنے محل میں مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر صادق آتے ہیں اور وہ اس طرح کہ سورج کو دیکھنے سے آنکھیں چندھیا جاتی ہیں اور سورج کی حقیقت کا ادراک ممکن نہیں، جبکہ چاند کی چاندنی میں جاذبیت ہے، چاند کو دیکھنے سے آنکھوں کو ٹھنڈک و جِلا ملتی ہے، چاند کی چاندنی میں کشش ہے۔ سو حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حسن کے بھی دو رُخ ہیں۔ ایک آپ کا ظاہری حُسن ہے جس کو صحابہ نے دیکھا، اس ظاہری حُسن کے اعتبار سے آپ پر قمر کا اطلاق ہے، یعنی وہ ظاہری حسن اتنا پُر کیف، دلربا اور جاذبیت کا حامل تھا کہ دیکھنے والوں کی آنکھوں

---

493 (صحیح بخاری، کتاب: المناقب، باب: صفۃ النبی ﷺ، رقم الحدیث: ۳۵۵۲، دار الکتاب العربی، بیروت، سنن الترمذی، کتاب: المناقب، باب: ما جاء فی صفۃ النبی، رقم الحدیث: ۳۶۳۶، دار المعرفہ، بیروت، الشمائل للترمذی، ص ۴۰، مسند احمد، ج ۴، ص ۲۸۱، صحیح ابن حبان، رقم الحدیث: ۶۲۸۷، سنن الدارمی، رقم الحدیث: ۶۴، مسند ابو یعلیٰ، رقم الحدیث: ۷۴۵۶، التاریخ الکبیر، ج ۱، ص ۱۰)

کو ٹھنڈک و جلا نصیب ہوتی تھی، اور اس حسن زیبا میں اتنی کشش و جاذبیت تھی کہ جو دیکھتا اس حسن پر گرویدہ و عاشق ہو جاتا۔

اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک باطنی حسن اور باطنی جمال ہے کہ جس کو دیکھنے کی تاب کسی مخلوق میں نہیں، اور اس کی حقیقت کا ادراک کرنے سے تمام خلائق عاجز ہیں تو بایں معنی آپ پر شمس و قمر کا اطلاق درست ہے۔

امام قسطلانی، علامہ قرطبی کے حوالے سے فرماتے ہیں:

لم يظهر لنا تمام حسنه صلى الله عليه وسلم، لأنه لو ظهر لنا تمام حسنه لما أطاقت أعيننا رؤيته صلى الله عليه وسلم۔[494]

ترجمہ: ہم پر حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حسن تمام ظاہر ہی نہیں ہوا کیونکہ اگر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا حسنِ تمام ہم پر ظاہر ہو جائے تو ہماری آنکھوں میں اتنی قوت و طاقت نہیں ہوگی کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دیدار کر سکیں۔

---

494 (مواہب اللدنیہ، ج ۲، ص ۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام پر شمس و قمر دونوں الفاظ کا اطلاق یوں بھی درست ہے کہ سورج دن بھر روشنی دیتا ہے لیکن بالآخر غروب ہو جاتا ہے اور چاند رات بھر روشنی دیتا ہے لیکن بالآخر دن کے وقت غروب ہو جاتا ہے۔ سو اللہ جل مجدہ نے آپ کو سورج و چاند بنایا یعنی آپ کے فیض کو مستمر و پائیدار بنایا اور کسی لمحہ آپ کا فیض خلقِ خدا سے منقطع نہیں ہوتا۔

واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و اکمل!

(نکات الفرقان فی شان حبیب الرحمٰن ﷺ، جلد چہارم)

حررہ:

العبد الفقیر السید احمد علی شاہ الترمذی الحنفی السیفی

حال فقیر کالونی اورنگی ٹاؤن

جامعہ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ